بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ

جنوری ۲۰۱۹ء

جلد نمبر ۴۳ شمارہ ۱

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 250 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر 15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

مجلس شرعی، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے ۲۵؍ویں فقہی سیمینار کی تفصیلات

اداریہ	مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا پچیسواں فقہی سیمینار	مبارک حسین مصباحی	۳
	خطبات		
خوش آمدید	خطبۂ استقبالیہ	عزیز ملت علامہ عبدالحفیظ عزیزی	۸
دعوتِ فکر	خطبۂ صدارت	صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی	۹
دعوتِ فکر	خطبۂ صدارت	رئیس التحریر علامہ یٰسین اختر مصباحی	۱۹
	تیئیسویں سیمینار کے فیصلے		
فیصلے	مجلس شرعی کے فیصلے	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۲۲
	شرکاے سیمینار		
چشم دید	اصحاب مقالات و شرکاے سیمینار	مولانا محمد رضوان مصباحی	۳۱
	تلخیصات		
خلاصۂ مقالات	فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت	مولانا محمد ہارون مصباحی	۳۵
خلاصۂ مقالات	مٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیرات کا ٹھیکہ	مولانا دستگیر عالم مصباحی	۴۴
خلاصۂ مقالات	لائف سپورٹ سسٹم	مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی	۵۴
خلاصۂ مقالات	پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت	مولانا نفیس احمد مصباحی	۶۱
خلاصۂ مقالات	علم تشریح الاعضا کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ	مولانا نفیس احمد مصباحی	۷۰
	تاثرات		
منظر نامہ	تاثراتِ علماے کرام	مولانا محمد اعظم مصباحی	۷۶
	مطبوعات		
تعارف	مجلسِ شرعی کی مطبوعات	توفیق احسن برکاتی	۸۰

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ۴۴؍واں

عرسِ حافظِ ملت علیہ الرحمہ

(جلالۃ العلم ابوالفیض حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان)

----اور----

جلسۂ دستارِ فضیلت

بتاریخ: ۳۰؍ جمادی الاولیٰ و یکم جمادی الآخرہ ۱۴۴۰ھ - مطابق ۶؍۷؍ فروری ۲۰۱۹ء بروز بدھ جمعرات

اداریہ

مجلس شرعی مبارک پور کا پچیسواں فقہی سیمینار

مبارک حسین مصباحی

باعث مسرت ہے کہ ۱۸/ ۱۹/ ۲۰/ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ / ۲۷/ ۲۸/ ۲۹/ نومبر ۲۰۱۸ء کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی امام احمد رضا لائبریری کے سیمینار ہال میں پچیسواں فقہی سیمینار منعقد ہوا، مجلس شرعی جدید فقہی مسائل کے حل کے لیے ایک انتہائی متحرک و فعال شعبہ ہے، اس بار سلور جبلی سیمینار تھا۔ شہزادۂ حضور حافظ ملت عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ کی پر عزم سربراہی میں سارے امور بحسن و خوبی انجام پائے۔، ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں، اپنے قابل صد افتخار اساتذہ صدر مجلس شرعی صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ اور سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی دامت برکاتہم القدسیہ کی بارگاہوں میں، جن کی بے پناہ محنت اور خلوص وللّٰہیت سے یہ سلور جبلی سیمینار پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

سوال نامے اور مرتبین کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱- فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت	مرتب: مولانا حبیب اختر مصباحی
فاریکس ٹریڈنگ اور اس کا طریق کار، ایک جامع تشریح	از: مفتی محمد نظام الدین رضوی
۲- مٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ شرعی لحاظ سے	مرتب: مفتی محمد ناصر حسین مصباحی
۳- لائف سپورٹ سسٹم "زندگی کا حمایتی نظام" کا شرعی حکم	مرتب: مولانا حبیب اختر مصباحی
۴- پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت	مرتب: مفتی محمد ناصر حسین مصباحی
۵- علم تشریح الاعضا کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ	مرتب: مفتی محمد ناصر حسین مصباحی

مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا ایک اہم شعبہ ہے، اس کے سرپرست امینِ ملت حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ہیں اور دوسرے سرپرست حضرت عزیزِ ملت سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ہیں۔ مقامِ صدارت پر صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ ہیں، جب کہ نظامت کے فرائض سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ انجام دے رہے ہیں۔

سلور جبلی فقہی سیمینار کی پہلی نشست:

پہلی نشست ۲۷/ نومبر ۲۰۱۸ء بروز منگل صبح ۸/ بج کر ۳۰/ منٹ پر شروع ہوئی، تلاوت قاری محمد اطہر مبارک پوری نے فرمائی، نعتِ پاک حافظ نصیر الدین مبارک پوری نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس نشست کا موضوع تھا **"فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت"**۔ نظامت کے فرائض حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے انجام دیے، منصب صدارت پر استاذنا المکرم صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ جلوہ افروز تھے۔ آپ نے اپنا تحریر کردہ خطبۂ صدارت پیش فرمایا۔

خطبۂ صدارت سے دو ایک اقتباسات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

"آج کے عرف میں کسی ادارے یا تنظیم یا کسی خاص کام پر مسلسل ۲۵ سال گزر جائیں تو اسے بڑی کامیابی قرار دیتے ہیں اور اسے جشن سیمیں یا سلوَر جُبلی کے نام سے یاد کرتے ہیں، غالبًا اسی خیال کے تحت ناظم مجلس شرعی نے

اہتمام وانتظام میں کچھ اضافہ کر دیا ہے اور میرا خطبہ بھی معمول سے کچھ زیادہ طویل ہونے والا ہے۔ ‘‘

حضرت صدر العلما مزید لکھتے ہیں:

’’علاوہ ازیں مجھے یاد آیا کہ یہ **سیدنا امام احمد رضا قادری** برکاتی قدس سرہٗ کے **صد سالہ عرس** کا موقع ہے، اس لیے ان کا ذکر جمیل بھی ذرا بسط کے ساتھ ہونا چاہیے۔ خصوصًا فتاویٰ رضویہ سے مجلس شرعی اور اس کے مندوبین کا اکتساب فیض سب سے زیادہ ہے یا بلفظ دیگر بہت زیادہ ہے۔‘‘

حضرت صدر العلما مزید لکھتے ہیں:

’’ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدّس سرّہٗ (۱۲۷۲ھ — ۱۳۴۰ھ) اپنے زمانے میں ایسے مرجع فتویٰ تھے کہ صرف غیر منقسم ہندوستان کے اطراف و اکناف ہی نہیں بلکہ مختلف بیرونی ممالک سے بھی ان کی خدمت میں سوالات آتے اور کبھی کبھی چار سو، پانچ سو استفتا جمع ہو جاتے، کارِ افتا اتنا عظیم ہوتا کہ دس مفتیوں کے کام پر بھاری ہوتا، مگر امام احمد رضا قُدّس سرّہٗ سب کو تنہا انجام دیتے۔‘‘

استاذنا المکرم صدر العلما دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی فقہی معلومات اور وسیع مطالعہ کی روشنی میں خطبۂ صدارت کا حق ادا فرما دیا۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی **سب سے اہم تصنیف فتاویٰ رضویہ** سے چند حیرت انگیز اور دل و دماغ کو متاثر کرنے والی مثالیں سپرد قلم فرمائی ہیں۔ پھر ان کے وصال کے بعد کی صورت حال کا ذکر کرنے کے بعد مجلس شرعی کے قیام کا پس منظر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’لیکن دَور ایسا آگیا کہ امام احمد رضا کی طرح کوئی جامع علوم، ماہر فنون اور صاحب قوت قدسیہ نہ رہا، اس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی تنظیم یا ادارہ ماہرینِ علوم و فنون کی ہیئت اجتماعی سے یہ کام لے اور فقہی تحقیق کا سفر آگے بڑھائے۔

مگر ہر طرف سناٹا تھا۔ نہ ضرورت کا احساس، نہ پیش قدمی کا خیال۔ ایک مدت یوں ہی گزر گئی۔ بالآخر جامعہ اشرفیہ کے سربراہِ اعلیٰ، عزیز ملت **مولانا عبدالحفیظ** صاحب دام ظلّہ نے ہمت کی اور سربرآوردہ علمائے اشرفیہ سے مشاورت کے بعد دسمبر ۱۹۹۲ء میں **مجلس شرعی** قائم کی، اصول طے ہوئے، علمائے کرام سے رابطے اور فقہی مذاکرات کی راہ ہموار ہوئی اور جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ/اکتوبر ۱۹۹۳ء میں پہلا سیمینار منعقد ہوا جس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے، اور آج ہم پچیسویں فقہی سیمینار میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہیں۔‘‘

اس کے بعد حضرت صدر العلما دامت برکاتہم العالیہ نے شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سابق صدر دار الافتا جامعہ اشرفیہ کی سرپرستی، دل چسپی اور رہنمائی کا تذکرہ بڑی خوش اسلوبی سے فرمایا ہے، نیز لکھا ہے:

’’ مذاکرات کے انعقاد، سوالات اور مقالات کی تیاری پھر فقہی نشستوں کی نظامت اور مشکل مسائل کو حل کی منزل تک پہنچانے میں سراج الفقہا **مفتی محمد نظام الدین رضوی** دام فیضہ کا کلیدی کردار رہا۔‘‘

اس کلیدی خطبۂ صدارت میں حضرت نے انتہائی اختصار کے ساتھ مجلس شرعی کی خدمات کا ذکرِ خیر فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’اب سوال یہ ہے کہ ۲۵ ؍برسوں میں آپ لوگوں نے کیا کیا اور قوم کو کیا دیا؟

جواباً عرض ہے: ستّر سے زیادہ اہم اور پیچیدہ مسائل کا بصیرت افروز حل پیش کیا اور فیصلوں کو شائع کر کے صحیح سمت میں قوم کی رہ نمائی کی۔

ذرا تکلیف کر کے سنہ ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء سے ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۷ء تک کے ماہ نامہ اشرفیہ کے وہ خصوصی شمارے دیکھیں جن میں سیمیناروں کی اجمالی رودادیں شائع ہوئی ہیں، صحیفۂ مجلس شرعی جلد اول، دوم دیکھیں۔ ۵؍سال قبل ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء میں ۵۴۴ صفحات پر شائع ہونے والی کتاب ’’مجلس شرعی کے فیصلے‘‘ دیکھیں جس میں بہت اختصار کے ساتھ ساٹھ مسائل کے فیصلے درج ہیں، سال رواں میں ڈیڑھ دو ماہ قبل نشر شدہ ایک ہزار چار سو چونسٹھ (۱۴۶۴) صفحات پر مشتمل درج ذیل کتاب کی تین جلدیں دیکھیں: ’’جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے۔‘‘

یہ توسب پر واضح ہے کہ یہ تمام سیمینار مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوئے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ کے اندر اور باہر جو سیمینار ہوئے ان کا ذکر خیر فرمایا۔ جن چند سیمیناروں میں دیگر تحریکوں اور اداروں نے تعاون فرمایا ان کا بھرپور شکریہ ادا کیا گیا ہے۔

"فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت" کا سوال نامہ حضرت مولانا حسیب اختر مصباحی استاذ شعبۂ کمپیوٹر جامعہ اشرفیہ نے مرتب فرمایا تھا۔ حضرت مولانا محمد ہارون مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے، اس موضوع سے متعلق مقالات کی تلخیص تحریر فرمائی اور سیمینار کی پہلی نشست میں پڑھ کر پیش کی۔ بحث و مذاکرہ کے بعد جو تفصیلی فیصلہ ہوا اسے سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی نے تحریر فرمایا، ہم اس کی تلخیص انھیں کے قلم سے ذیل میں نقل کرتے ہیں:

"دو یا زیادہ غیر ملکی کرنسیوں کا تبادلہ.... ناتجربہ کار اور غیر ماہر لوگ اس تجارت میں ہاتھ نہ ڈالیں، ہاں جو لوگ ماہر ہیں اور فائدے کا ظن غالب رکھتے ہیں وہ یہ تجارت کر سکتے ہیں، شرعاً ان کے لیے جواز ہے، مگر یہاں قانوناً اس تجارت کی ممانعت ہے اس لیے وہ بھی اس سے پرہیز کریں۔"

مزید تفصیل آپ اسی شمارے میں حضرت سراج الفقہا کے رقم کردہ فیصلوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

سیمینار کی دوسری نشست:

۲۷ر نومبر ۲۰۱۸ء کو بعد نماز مغرب دوسری نشست کا آغاز ہوا، منصب صدارت پر فائز تھے مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد عبد المبین قادری نعمانی دامت برکاتہم القدسیہ، مہتمم دار العلوم قادریہ چریاکوٹ، مئو۔ آپ نے انتہائی سنجیدگی کے ساتھ دردمندانہ خطبۂ صدارت پیش فرمایا اور تمام سامعین کو متاثر فرمایا۔ اس نشست کی نظامت حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری استاذ جامعہ اشرفیہ نے فرمائی، اس نشست کا موضوع تھا **"مٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ شرعی لحاظ سے"** اس موضوع سے متعلق سوال نامہ حضرت مولانا مفتی محمد ناصر حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے مرتب فرمایا تھا، یہ چوبیسویں سیمینار کا دوسرا موضوع تھا جو اس وقت بعض وجوہ کے پیش نظر حل نہیں ہو سکا تھا، اس موضوع پر ۳۳ر علمائے کرام کے مقالات موصول ہوئے جن کے صفحات کی کل تعداد ۱۰۴ر تھی، تلخیص نگار ہیں حضرت مولانا دستگیر عالم مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ۔

بحث و تمحیص کے بعد مندوبین کے اتفاق رائے سے جو فیصلہ ہوا اسے ناظم مجلس شرعی سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی نے تفصیل سے نوٹ فرمایا ہے۔ ہم ذیل میں انھیں کی تحریر کردہ تلخیص کی چند سطریں نقل کرتے ہیں:

"یہ معاملہ اصلاً اجارہ ہے جس میں ضمناً بیع بھی ہوتی ہے اور بوجہ تعامل اس کے جواز کا حکم ہے۔

دونوں طرف سے جتنے پر معاملہ طے ہوا اتنے پر اس کی تکمیل ٹھیکہ دار پر لازم ہے اور ٹھیکہ دار خسارے میں نہیں ہوتا بلکہ نفع ہی پاتا ہے، بالفرض کسی آفت ناگہانی سے غیر معمولی خسارہ ہو گیا تو ٹھیکہ دار حکومت وغیرہ سے صورت حال بتا کر مقررہ رقم میں اضافہ کرا سکتا ہے۔"

سیمینار کی تیسری نشست:

تیسری نشست ۲۸ر نومبر ۲۰۱۸ء صبح ۸ر بج کر ۳۰ر منٹ پر منعقد ہوئی، اس کی صدارت عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ دامت برکاتہم القدسیہ نے فرمائی، آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں جو فرمایا، اس کی چند اہم باتیں حسب ذیل ہیں:

"ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، مسائل کے حل کا وقت آیا اور پروردگار عالم نے کرم فرمایا اور ہم سب نے مل کر یہ بار گراں اٹھالیا، ہم آپ کی تشریف آوری پر آپ کے شکر گزار ہیں۔ حالات ناگفتہ بہ ہیں، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور مسائل کے حل کی توفیق عطا فرمائے، ایک بار پھر آپ سب کا شکر گزار ہوں، اللہ کریم سب کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔"

نظامت حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ نے فرمائی، حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں "فتاویٰ جامعہ اشرفیہ" جلد اول پیش کی گئی، یہ حضور حافظ ملت استاذ العلما حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ العزیز کے فتاویٰ ہیں، جب

کہ چند فتاویٰ اس عہد کے دیگر کچھ علماے کرام کے بھی شامل ہیں۔ حضرت نے مختصر تعارف کے بعد اس کی رسم رونمائی ادا فرمائی، اس مبارک رسم سے موجودین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

اس کے بعد استاذ گرامی وقار حضرت سراج الفقہادامت برکاتہم العالیہ نے مائک سنبھالا اور ”فتاویٰ جامعہ اشرفیہ“ کی پانچویں جلد، جو شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان سابق صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے، اسے مندوبین میں تقسیم کرنے کا اعلان فرمایا، اسی کے ساتھ تین جلدوں پر مشتمل ”جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے“ مفت تقسیم کی گئی۔

”لائف سپورٹ سسٹم“ یعنی **”زندگی کا حمایتی نظام“** کے عنوان پر سوال نامہ کی ترتیب حضرت مولانا حبیب اختر مصباحی استاذ شعبۂ کمپیوٹر جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے فرمائی تھی، ملک کے مختلف علاقوں کے ۳۲؍ علماے کرام نے اپنی تحریریں ارسال فرمائیں، یہ مقالات ۴۷؍ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان کی تلخیص جامعہ اشرفیہ کے استاذ حضرت مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی نے فرمائی، جسے انھوں نے مندوبین کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ بحث و مذاکرہ کے بعد تفصیلی فیصلہ سامنے آیا جسے سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دامت برکاتہم القدسیہ نے نوٹ فرمایا، ہم انھیں کے قلم سے تحریر کردہ تلخیص ذیل میں نقل کرتے ہیں:

> ”نمونیا اور آپریشن کی صورت میں وینٹی لیٹر کا استعمال مفید ہے کہ عارضی استعمال کے بعد نظام تنفس بحال ہو جاتا ہے اس لیے اس صورت میں اس کا استعمال جائز اور اولیٰ ہے۔ اسی طرح پھیپھڑے جب کم خراب ہوں اور اندازہ ہو کہ کچھ ہی دنوں میں یہ خود کار ہو جائیں گے تو وینٹی لیٹر کا استعمال جائز اور بہتر ہے۔ اور جب درست ہونے کی صرف ہلکی سی امید ہو تو بھی آدمی تجربہ کر کے نتیجہ دیکھ سکتا ہے۔ جب یہ امید منقطع ہو جائے اور مریض کے اشاروں سے اس کے لوگوں کو کچھ فائدہ ہو اور خود مریض بھی کلمہ وغیرہ پڑھنے کا فائدہ حاصل کر سکتا ہو تو ایسی حالت میں بھی وینٹی لیٹر کا ہلکا سا فائدہ ہے مگر جب یہ فائدہ بھی معدوم ہو جائے تو وینٹی لیٹر کا حاصل بس یہ ہے کہ مریض کرب اور اذیت کے ساتھ سانس لیتا رہے اور سرمایہ برباد ہوتا رہے ایسی حالت میں ہونا یہ چاہیے کہ خدا پر بھروسا کر کے وینٹی لیٹر ہٹا دیا جائے تاکہ مریض کی اذیت اور مال کی بربادی کا سلسلہ بند ہو۔ ہو گا وہی جو منظور الٰہی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم“

سیمینار کی چوتھی نشست:

نمازِ مغرب کے بعد ۲۸؍ نومبر ۲۰۱۸ء میں چوتھی نشست کا آغاز حافظ غلام محمد سری لنکا کی تلاوت قرآن عظیم سے ہوا، نعت رسول مقبول ﷺ پڑھنے کا شرف حضرت قاری نور الہدیٰ مصباحی مہراج گنج نے حاصل فرمایا۔ اس نشست کا موضوع تھا **”پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت“** منصبِ صدارت پر رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دار القلم، دہلی جلوہ افروز تھے۔ نظامت حضرت مفتی بدرِ عالم مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ فرما رہے تھے۔ صدر اجلاس نے مجلس شرعی، ذمہ داران کی کاوشوں اور موضوع کی مناسبت سے ایک کامیاب خطبۂ صدارت پیش فرمایا، جسے آپ اسی شمارے میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

سوال نامے کی ترتیب حضرت مفتی محمد ناصر حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے فرمائی۔ ملک کے مختلف گوشوں سے ۳۵؍ علماے کرام اور مفتیانِ عظام کے مقالات موصول ہوئے، جو ۲۵۰؍ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی تلخیص حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے فرمائی اور آپ ہی نے اسے سیمینار میں پڑھ کر پیش فرمائی۔ اس نشست میں شہزادۂ شارح بخاری ڈاکٹر محب الحق قادری کو بطور خاص مدعو کیا گیا تھا، دورانِ بحث آپ کو ڈائس پر مدعو کیا گیا۔ آپ نے پوسٹ مارٹم کے موضوع پر موجودہ میڈیکل سائنس کی روشنی میں بڑی حد تک اطمینان بخش گفتگو فرمائی، آپ سے پھر متعدّد علماے کرام نے معلومات حاصل کرنے کے لیے سوالات کیے۔ آپ نے اپنی معلومات کی حد تک جوابات عنایت فرمائے۔ بحث و مذاکرے کے بعد یہ طے ہوا کہ موضوع کے دو پہلو ہیں، اس لیے دونوں پر الگ الگ بحث ہونی چاہیے، اس لیے پوسٹ مارٹم کے تعلق سے فیصلہ اسی مجلس میں ہو گیا جب کہ دوسرے پہلو ”**علمِ تشریح الاعضا کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ**“ پر بحث اور فیصلہ پانچویں نشست کے لیے موقوف ہو گیا۔

سیمینار کی پانچویں نشست:۲۸/ نومبر ۲۰۱۸ء کو صبح ۸/ بج کر ۳۰/ منٹ پر تلاوت و نعت سے مجلس کا آغاز ہوا۔ اس نشست کا موضوع تھا: "**علم تشریح الاعضا کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ**" منصبِ صدارت پر حضرت عزیز ملت سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ رونق افروز تھے، نظامت حضرت مفتی بدرِ عالم مصباحی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ نے فرمائی۔ بحث و مذاکرہ کے بعد فیصلہ بھی ہو گیا جسے تفصیلاً حضرت سراج الفقہا نے رقم فرمایا ہے، اسے آپ اسی شمارے میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

عرصۂ دراز سے شریک ہونے والی اہم شخصیات کی بارگاہ میں خراج عقیدت:

حضرت سراج الفقہا منصبِ نظامت پر جلوہ گر ہوئے، آپ نے پہلے تو عرصۂ دراز سے شریک ہونے والی اہم شخصیات کا ذکر خیر فرمایا جو مختلف اوقات میں اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔ ان کے لیے دعاے مغفرت فرمائی، ان شخصیات کے اسماے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

(۱)- تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری قدس سرہ العزیز، بریلی شریف

(۲)- حضرت مولانا اعجاز احمد مصباحی علیہ الرحمہ، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۳)- حضرت مولانا قاری نور الحق مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۴)- حضرت مولانا زین العابدین شمسی، کلیۃ البنات، بسکھاری، امبیڈکر نگر

(۵)- حضرت مولانا مفتی ایاز احمد مصباحی، استاذ و مفتی دار العلوم قادریہ، کونڈوا، پونے

(۶)- حضرت مولانا نور الہدیٰ مصباحی، استاذ دار العلوم احمدیہ معراج العلوم دھرم سنگھوا، سنت کبیر نگر

(۷)- حضرت قاری محمد عارفین صاحب، دیوریا

سیمینار کے معاونین کے نام سپاس نامے:

سرپرست مجلسِ شرعی عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ، سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ نے مختصر اور جامع کلماتِ تحسین ارشاد فرمائے اور ۲۵/ سیمیناروں میں جن حضرات نے کلی تعاون فرمایا یا اپنے یہاں ان کا انعقاد کیا، ان کو سپاس نامے پیش فرمائے۔ یہ سپاس نامے ان شاء اللہ آپ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں گے، ہم ذیل میں سپاس نامے حاصل کرنے والی شخصیات، اداروں اور تحریکوں کے نام پیش کرتے ہیں:

(۱)- امینِ ملت حضرت سید شاہ پروفیسر محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ، سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ

(۲)- حضرت مفتی محمد حبیب یار خان قادری دام ظلہٗ، صدر المدرسین و شیخ الحدیث دار العلوم نوری، اندور

(۳)- حضرت مولانا حافظ و قاری محمد شاکر نوری مدظلہ العالی، امیر سنی دعوتِ اسلامی، ممبئی

(۴)- حضرت مولانا مفتی ایاز احمد مصباحی علیہ الرحمہ

(۵)- ذمہ دارانِ تحریک دعوتِ اسلامی ہند

(۶)- ارکانِ جمعیت اہلِ سنت ممبئی

(۷)- خطیبِ ملت محترم وقار احمد عزیزی، بھیونڈی، مہاراشٹر

آخری بات: اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ "سلور جبلی سیمینار" اپنی تمام تر کامیابیوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، تمام حضرات نے بڑی محنت اور اخلاص و للّٰہیت سے تمام ذمہ داریوں کو پورا فرمایا، ہم اس وقت دل کی گہرائیوں سے بحیثیت رکن مجلس شرعی شکر گزار ہیں، ادیبِ شہیر حضرت مولانا توفیق احسن برکاتی، حضرت مولانا عرفان عالم مصباحی، حضرت مولانا ازہر الاسلام ازہری، حضرت مولانا رضوان احمد رضوی مصباحی، حضرت مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی، مولانا محمد رئیس اختر مصباحی، مولانا محمد ذیشان مصباحی (اساتذۂ جامعہ اشرفیہ) وغیرہ کے جنھوں نے ہر موڑ پر حد درجہ محنت فرمائی۔ اب ہم اس کے بعد بے پناہ شکر گزار ہیں جناب ماسٹر فیاض احمد عزیزی، نگرانِ اعلیٰ ڈائننگ ہال جامعہ اشرفیہ اور ان کے تمام معاونین کے جنھوں نے بڑی محنت سے خورونوش کا اہتمام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی ان علمی اور فقہی خدمات کو قبول فرمائے اور ہم سب کو طے شدہ مسائل پر عمل کرنے کی توفیق خیر سے سرفراز فرمائے۔ آمین ☆☆☆

خوش آمدید

مجلس شرعی کے پچیسویں فقہی سیمینار کا

خطبۂ استقبالیہ

بمقام: امام احمد رضا لائبریری - جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

از: عزیز ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ مصباحی، سرپرست مجلسِ شرعی و سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!

فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ صدق اللہ العظیم

مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ کے ۲۵ ویں فقہی سیمینار میں شرکت پر میں آپ سب کا تہ دل سے شکر گزار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی اس علمی و فقہی تحقیق و مذاکرے کو دین کا کام سمجھ کر آپ سب مجلس کی آواز پر لبیک کہیں گے۔

ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، امتِ مسلمہ کے پیچیدہ مسائل کے حل کا وقت آیا اور اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کرم فرمایا اور ہم سب نے مل کر یہ بارِ گراں اٹھالیا۔ آپ حضرات کی شرکت ہمارے حوصلوں کو تقویت دیتی ہے اور گذارش یہی ہے کہ ہم آپ کو جس معاملے میں دعوت دیں آپ حضرات بے جھجک تشریف لائیں۔ آپ جب بھی تشریف لاتے ہیں خوشی ہوتی ہے۔ آپ حضرات اتنے دور دراز سے تشریف لاتے ہیں تو کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور ہوتی ہوگی، مگر یہ سب دینِ متین کی خدمت کی غرض سے ہے، اس لیے عند اللہ آپ کو اس کا اجر ضرور ملے گا۔ ہم بہتر سے بہتر انتظامات کی کوشش کرتے ہیں پھر بھی کمیاں رہ جاتی ہیں، اگر کوئی کمی رہ جائے تو اس سلسلے میں آپ معاف فرمائیں گے۔

وقت آیا تو مجلس شرعی کا قیام عمل میں آیا، اللہ کا کرم ہے، یہ پچیسواں سیمینار منعقد ہے۔ ہم کو یہ بھی احساس نہیں ہوا کہ ۲۵ / واں ہے یا چوبیسواں، بس منعقد ہو رہا ہے اور کامیابی سے منعقد ہو رہا ہے، یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہے اور بس۔ یہی ہمارا مقصد ہے اور یہی ہماری خواہش ہے۔

اس وقت ملک کے حالات ناگفتہ بہ ہیں، بابری مسجد کے مسئلے پر ایودھیا میں ہنگامہ آرائی ہے، اور بھی بہت سی الجھنیں ہیں، آپ حضرات قوم کے نمائندے ہیں، اس لیے اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں اور جہاں قوم کو آپ کی ضرورت ہو آپ اس کی تکمیل کریں اور ان کی الجھنوں کا ازالہ کریں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور مسائل کے حل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ حضرات کا ایک بار پھر شکریہ، ساتھ ہی میں ان حضرات کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے ہر موقع پر ہمارا ہر طرح سے تعاون کیا ہے۔ سیمینار کا جو تعاون کرتے ہیں وہ در اصل مدرسے کا ہی تعاون ہے۔ ہمارے پونے کے **ایک محب ہیں جناب مقصود صاحب،** وہ اپنے لحاظ سے ہمارا تعاون کرتے ہیں، اور بھی کئی احباب ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور دارین میں اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے، آمین۔

عبد الحفیظ عفی عنہ

(سرپرست مجلسِ شرعی و سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)

مجلس شرعی کے پچیسویں فقہی سیمینار کا

خطبۂ صدارت

منعقدہ: ۱۸/ ۱۹/ ۲۰/ ربیع النور ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷/ ۲۸/ ۲۹/ نومبر ۲۰۱۸ء

سہ شنبہ تا پنج شنبہ

بمقام: امام احمد رضا لائبریری، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

از: حضرت مولانا محمد احمد مصباحی، صدر مجلس شرعی و ناظم تعلیمات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

حضرات! مجلسِ شرعی کے پچیسویں فقہی سیمینار میں آپ کی تشریف آوری کا پُرجوش استقبال ہے، مَرحبا، أھلاً وّ سھلاً، مَرحبا، قَدِمتُم خیرَ مقدم۔

آج کے عرف میں کسی ادارے یا تنظیم یا کسی خاص کام پر مسلسل ۲۵ سال گزر جائیں تو اسے بڑی کامیابی قرار دیتے ہیں اور اسے جشن سیمیں یا سلور جُبلی کے نام سے یاد کرتے ہیں، غالباً اسی خیال کے تحت ناظم مجلس شرعی نے اہتمام و انتظام میں کچھ اضافہ کر دیا ہے اور میرا خطبہ بھی معمول سے کچھ زیادہ طویل ہونے والا ہے۔

علاوہ ازیں مجھے یاد آیا کہ یہ **سیدنا امام احمد رضا قادری** برکاتی قدس سرہٗ کے **صد سالہ عرس** کا موقع ہے، اس لیے ان کا ذکر جمیل بھی ذرا بسط کے ساتھ ہونا چاہیے۔ خصوصًا فتاویٰ رضویہ سے، مجلس شرعی اور اس کے مندوبین کا اکتساب فیض سب سے زیادہ ہے یا بلفظ دیگر بہت زیادہ ہے، اس لیے اس موقع سے ایک ہزار تین سو بانوے (۱۳۹۲) صفحات پر مشتمل تین جلدوں میں ایک مجموعہ مرتب کیا گیا ہے جس کا نام ہے:

"فتاویٰ رضویہ : جہانِ علوم و معارف"

بعض دشواریوں کی وجہ سے یہ قبل عرس طبع نہ ہو سکا، مگر زیر طبع ہے اور ان شاء المولیٰ تعالیٰ چند ایام میں منظر عام پر ہوگا۔ امید ہے کہ بکرمہ تعالیٰ علمی دنیا میں اسے شرف قبول حاصل ہوگا۔

اب آئیے آج کی محفل کو بھی اپنے عظیم محسن کے افتا اور فتاوی کے ذکر جمیل سے برکت آشنا اور لذت آشنا کریں ع

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

○ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدّس سرّہٗ (۱۲۷۲ھ — ۱۳۴۰ھ) اپنے زمانے میں ایسے مرجع فتوی تھے کہ صرف غیر منقسم ہندوستان کے اطراف و اکناف ہی نہیں بلکہ مختلف بیرونی ممالک سے بھی ان کی خدمت میں سوالات آتے اور کبھی کبھی چار سو، پانچ سو، استفتا جمع ہو جاتے، کار افتا اتنا عظیم ہوتا کہ دس مفتیوں کے کام پر بھاری ہوتا، مگر امام احمد رضا قدّس سرّہٗ سب کو تنہا انجام دیتے۔

○ یہ سوالات اور اُن کے جوابات مختلف نوعیت کے ہوتے، بعض جوابات بیس، پچیس، پچاس صفحات، یا سو، یا زیادہ صفحات میں آتے اور ایک تحقیقی رسالے کی شکل اختیار کر لیتے اور کثیر جوابات دو چار صفحات یا کچھ زیادہ صفحات پر مشتمل ہوتے، اور قلیل تعداد میں ایسے فتاوی بھی ہیں جو صرف دو، چار یا دس، بارہ سطروں پر مشتمل ہیں۔ رنگِ تحقیق اور حسنِ تحریر سب میں نمایاں ہے۔

○ کچھ سوالات ایسے ہوتے کہ ان سے متعلق ریاست رامپور کی کسی عدالت میں مقدمہ جاری ہوتا، سائلین سوال کے ساتھ مقدمے کی پوری مِسل کی نقلیں بھیج دیتے، جن میں گواہوں کے بیانات، وکیلوں کی جرحیں، ججوں کے فیصلے سبھی درج ہوتے۔ اعلیٰ حضرت ان پر نظر ڈالتے تو گواہیوں کا نقص، وکیلوں کی زیادتیاں، فیصلوں کی خامیاں سبھی واضح کرتے اور مدلل و منقح حکم شرعی لکھ کر ہدایت فرماتے کہ فیصلے میں اس حکم شرعی سے عدول کی

گنجائش نہیں۔ ان تفصیلی و تنقیحی جوابات میں ایک نکتہ رس قاضی اور بالغ نظر جج بلکہ دقائق بیں چیف جسٹس کا رنگ بہت نمایاں نظر آتا ہے۔

○ وصیت و وراثت کا ایک مقدمہ خان پور کچہری میں پیش ہوا، مدّعی و مدّعا علیہ کا بیان لینے کے بعد جج نے سات سوالات قائم کر کے آٹھ مفتیان کرام سے استفتا کیا، ان کے جوابات باہم مختلف اور ناصاف تھے، مقدمہ چیف کورٹ بہاول پور پہنچا، فاضل جج محمد دین نے تمام جوابات اور مقدمے کی مِسل دیکھنے کے بعد پانچ سوالات قائم کیے جو اُن کی نظر میں ہَنوز تصفیہ طلب تھے پھر حکم دیا کہ وصیت نامہ، آٹھوں فتووں کی نقلیں اور یہ پانچ سوالات سب مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی خدمت میں بھیجے جائیں اور التماس کی جائے کہ ان تمام فتاوی کو ملاحظہ فرمائیں اور ان حل طلب سوالات سے متعلق اپنی رائے مع دلیل تحریر فرما کر بہت جلد مرحمت فرمائیں، ان کے علاوہ کوئی اور امر قابل اصدار فتوی ہو تو اطلاع بخشیں۔

حکم کے مطابق ۲۳؍ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ کو یہ استفتا مع نقول فتاوی وغیرہ ارسال ہوا، یہ سب تقریبًا بیس صفحات پر مشتمل ہیں۔

اعلیٰ حضرت قُدّس سِرّہٗ نے بعد ملاحظۂ فتاوی تحریر فرمایا: ”بہت افسوس کے ساتھ گزارش ہے کہ آٹھوں فتووں میں اصلاً ایک بھی صحیح نہیں، اکثر سراپا غلط ہیں، اور بعض مشتمل بر اغلاط۔“

اس کے بعد فقیہِ بے مثال نے **اوّلاً** کچھ افادات لکھے اور ہر افادہ کے تحت تفریعات کے عنوان سے فوائد متفرعہ تحریر کیے، جن سے احکام بھی واضح ہوئے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اُن مفتیوں نے کہاں کہاں، کیا کیا غلطیاں کیں، اور ان کے علاوہ کیا کیا ضروری باتیں اُن کی نظر سے رہ گئیں۔

❷ ججی خان پور کے قائم کردہ اُن ساتوں سوالات کے جوابات لکھے جو پہلے اُن آٹھ مفتیوں سے ہوئے اور غلط و ناقص جوابات ملے۔

❸ چیف کورٹ بہاول پور کے تازہ پانچ سوالات کے جوابات بھی تحریر فرمائے۔

❹ آخر میں حکم اخیر لکھا کہ اس مقدمہ میں دار القضا کو کیا کرنا چاہیے۔

یہ جواب **بارہ افادات ایک سو چوبیس تفریعات اور ۲۷؍ ضمنی فوائد** پر مشتمل ہے اور رضا اکیڈمی ممبئی کی شائع کردہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم کے ص ۲۱۳ سے ۲۶۰ تک تقریبًا ۴۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

اس سے جہاں جواب کی اہمیت نمایاں ہوتی ہے وہیں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اُس وقت کے ججوں اور عدالتوں میں اعلیٰ حضرت قُدّس سِرّہٗ کی شہرت، مقبولیت اور استنادی حیثیت کتنی زیادہ تھی، جب کہ خان پور اور بہاول پور، بریلی کے مضافات میں نہیں بلکہ بہت دور ہیں اور اب تو دوسرے ملک میں واقع ہیں۔

○ قدیم نوعیت کے پیچیدہ مسائل کے علاوہ جدید مشکل مسائل بھی اعلیٰ حضرت قُدّس سِرّہ کی خدمت میں پیش ہوتے اور سائلین ان کے شافی جوابات سے شاد کام ہوتے۔

○ ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۳۰۳ھ/اگست ۱۸۸۵ء میں نواب گنج، بارہ بنکی سے شیخ عبد الجلیل پنجابی نے سوال بھیجا جس میں شاہ جہاں پور کی رَوسر چینی مِل کی شکر سے متعلق استفتا تھا۔ (بقولِ مصنف تذکرہ علمائے ہند ”روسر“ (بفتح راو سین) انگریز تاجروں کی ایک جماعت تھی جس نے ۱۸۸۵ء میں شاہ جہاں پور میں شکر کا کارخانہ قائم کیا تھا جس میں بکری کی ہڈیوں کو جلا کر راکھ سے شکر صاف کی جاتی تھی۔)

سوال یہ تھا کہ رَوسر کی شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال جانور کی ہوں یا مردار کی، اور سُنا گیا کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے، اسی طرح کل (مشین) کی برف اور کُل وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے، شرعًا کیا حکم رکھتی ہیں؟

اعلیٰ حضرت قُدّس سِرّہٗ نے اس کے جواب میں ۲۴؍ تا ۲۶؍ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ کل تین دن کے اندر دیگر مشاغل کو باقی رکھتے ہوئے ایک رسالہ تحریر کیا: الأحلیٰ من السکّر لطلبة سُکّر رَوسر (۱۳۰۳ھ)۔

اس میں پہلے دس مقدمات کی صورت میں اہم اصول و ضوابط بیان کیے ہیں پھر خاص اس باب سے متعلق ایک ضابطۂ کلیہ تحریر کیا ہے۔ پھر اصل سوال کا جواب لکھا ہے۔ پھر خاتمہ رقم کیا ہے۔

رسالے کے شروع میں لکھتے ہیں: اس مسئلہ سے سوال متکرر آیا اور آرائے عصر کو مضطرب پایا ... لہٰذا مناسب کہ بحول الواہب اس تازہ

فرع کی تحقیق و تنقیح اور حکم شرع کی توضیح و تشریح اس نہج بہج و طرز رجیح کے ساتھ عمل میں آئے کہ نہ صرف اسی مسئلۂ تازہ بلکہ اس قسم کی تمام جزئیات بے اندازہ کا حکم واضح و آشکار ہوجائے۔

بعد تحریر جواب آخر میں فرماتے ہیں:

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے ان "مقدمات عشرہ" میں جو مسائل و دلائل تقریر کیے جس نے انھیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس قسم کے تمام جزئیات (مثلاً بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابن، مٹھائیوں وغیرہا) کا حکم خود جان سکتا ہے۔

اس ارشاد کی توضیح کے لیے وہ **دس مقدمات** نہایت اجمال کے ساتھ یہاں نقل کیے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوجائے گا کہ یہ اصول و ضوابط اپنے دامن میں کتنے وافر جزئیات کو سمیٹے ہوئے ہیں۔

مقدمہ (۱) ہڈیاں ہر جانور- یہاں تک کہ غیر ماکول و نامذبوح- کی بھی مطلقاً پاک ہیں، جب تک اُن پر ناپاک دُسومت نہ ہو، سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے اور اس کا ہر جزوِ بدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیتِ طہارت نہیں رکھتا۔

مقدمہ (۲) شریعت مطہرہ میں طہارت و حلت اصل ہیں۔ (سوا بعض اشیا کے جن میں حرمت اصل ہے۔ الخ حاشیہ)

مقدمہ (۳) احتیاط اِس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ و ثبوتِ کامل کسی شَے کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجیے، بلکہ احتیاط اِباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن، اور بے حاجت مبیّن خود مبیَّن۔

مقدمہ (۴) بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکام شرع کی مناط و مدار نہیں ہوسکتی۔ بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں۔ یا ہے تو بہزار تفاوت۔

مقدمہ (۵) حلت، حرمت، طہارت، نجاست احکام دینیہ ہیں، ان میں کافر کی خبر محض نامعتبر، بلکہ مسلمان فاسق، بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں، چہ جائے کہ کافر۔

مقدمہ (۶) کسی شَے کا محلِّ احتیاط سے دور، یا کسی قوم کا بے احتیاط و شعور، اور پروائے نجاست و حرمت سے مہجور ہونا، اِسے مستلزم نہیں کہ وہ شَے، یا اُس قوم کی استعمالی، خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں (آگے مزید تفصیل اور سات نظائر سے اصل قاعدے کی پوری تنویر ہے۔)

مقدمہ (۷) شدتِ بے احتیاطی، جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست و آلودگی کا غلبۂ وقوع و کثرتِ شیوع ہو، بے شک باعث غلبۂ ظن اور ظنّ غالب شرعاً معتبر، اور فقہ میں مبنائے احکام مگر اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق و اعتماد ہو کہ دوسری طرف کو نظر سے بالکل ساقط کردے اور محض ناقابل التفات سمجھے، گویا اس کا عدم و وجود یکساں ہو۔ ایسا ظنّ غالب فقہ میں ملحق بیقین کہ ہر جگہ کارِ یقین دے گا اور اپنے خلاف یقینِ سابق کا پورا مزاحم و رافع ہوگا۔

دوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضمحل نہ سمجھے بلکہ اُدھر بھی ذہن جائے، اگرچہ بضعف و قلّت۔ یہ صورت نہ یقین کا کام دے نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے بلکہ مرتبۂ شک و تردّد ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ —— کلمات علما میں کبھی اسے بھی ظنّ غالب کہتے ہیں۔ اگرچہ حقیقۃً یہ مجرّد ظن ہے، نہ غلبۂ ظن۔

ہاں اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو بہتر و افضل جانتے ہیں، نہ کہ اس پر عمل واجب و متحتّم ہوجائے۔

مقدمہ (۸) کسی شے کی نوع و صنف میں بوجہ ملاقاتِ نجس یا اختلاط حرام نجاست و حرمت کا تیقّن اس کے ہر فرد سے منع و احتراز کا موجب اسی وقت ہوسکتا ہے جب معلوم و محقّق ہو کہ یہ ملاقات بر وجہ عموم و شمول ہے۔

اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے— نہ کہ خاص ناپاک و حرام میں کوئی خصوصیت ہے جس کے باعث قصداً اس کا التزام کرتے ہیں۔ تو اس بنا پر ہرگز ہرگز حکم تحریم و تنجیس علی الاطلاق روا نہیں۔ (آگے شواہد و نظائر سے اس ضابطے کی تنویر و تائید ہے۔)

مقدمہ (۹) جب بازار میں حلال و حرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی ممیز و علامت فارقہ نہ ملے تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے تو ہر شے میں احتمال حلت قائم اور رخصت و اباحت کو اسی قدر کافی۔

مقدمہ (۱۰) حضرت حق جلّ وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع و نفس الامر میں طاہر و حلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے ورا ہے۔

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم ہے اور حرج مدفوع بالنص۔

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال و طیب ہو، اور اسے مانع ونجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو۔ ولہٰذا جب تک خاص اُس شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مَظِنَّۂ قویہ حظر و ممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں، مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یمکن و یحتمل وشاید و لعلّ کو جگہ نہ دے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے، جب اس پر کوئی فائدہ مُتَرتِّب ہوتا سمجھے۔ اور یہ بھی اسی وقت تک ہے جب اس احتیاط وورع میں کسی امرِاہم وآکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے (آگے نظائر سے تنویر پھر ایک ضابطۂ کلیہ و اجبة الحفظ کی تحریر ہے۔)

اس اجمال در اجمال سے بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ کیسے کیسے جواہر زواہر اس خزانے میں محفوظ ہیں، اور کتنے کثیر جزئیات ان کلیات میں مستور ہیں۔

○ پہلے چاندی سونے کے سکّے درہم و دینار یا روپے اور اشرفی کے نام سے چلتے تھے پھر کاغذ کے نوٹوں کی ایجاد ہوئی مگر سونے چاندی کے سکّوں کا چلن بھی باقی رہا، نوٹوں کی ایجاد غالبًا اعلیٰ حضرت قدّس سرہ کے اوائل عمر میں ہو چکی تھی، نوٹوں کا رکھنا، لین دین کرنا، لے کر کہیں آنا جانا، اور لمبے سفر کرنا سکّوں کی بنسبت بہت آسان ہو گیا مگر سوال یہ پیدا ہوا کہ یہ نوٹ مال ہے یا نہیں؟ سکوں کے مال ہونے میں تو کوئی شبہہ نہ تھا، اس لیے کہ وہ ثمن خلقی سونے یا چاندی کے ہوتے تھے، نوٹ کے معرض وجود میں آنے کے بعد دفعتًا بہت سے سوالات اٹھ کھڑے ہوئے اور علما و مفتیان کرام کے لیے تشویش کا باعث بنے یہاں تک کہ مکۂ مکرمہ کے مفتی اعظم شیخ جمال بن عبد اللہ مکی قدس سرہٗ کی خدمت میں نوٹ سے متعلق سوال آیا تو انھوں نے احتیاط پسندی اور کمالِ دیانت وامانت کا ثبوت دیتے ہوئے لکھا:

”المسألة حديثة ، و العلم أمانة في أعناق العلماء.

مسئلہ نیا ہے اور علم علما کی گردنوں میں امانت ہے۔“

۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں جب امام احمد رضا قدّس سرّہٗ دوسری بار زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے تو محرم ۱۳۲۴ھ/مارچ ۱۹۰۶ء میں مکۂ معظّمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبد اللہ احمد میرداد امام مسجد حرام اور ان کے استاذ مولانا حامد احمد محمد جدّاوی علیہما الرحمہ نے نوٹ سے متعلق بارہ سوالات پر مشتمل استفتا اعلیٰ حضرت قدّس سرّہ کی خدمت میں پیش کیا، اعلیٰ حضرت نے شنبہ ۲۱/ محرم کو جواب شروع کیا اور دوشنبہ ۲۳/ محرم کو چاشت کے وقت مکمل کیا۔ درمیان میں بخار کی وجہ سے وقفہ بھی ہوتا رہا۔ یہ جواب رسالے کی صورت اختیار کر گیا، اس لیے اس کا درج ذیل تاریخی نام تجویز فرمایا:

كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم (١٣٢٤ھ)

سوالات یہ تھے:

(۱) نوٹ مال ہے یا دستاویز کی طرح کوئی سند؟

(۲) جب وہ بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکات واجب ہوگی یا نہیں؟

(۳) کیا اسے مہر مقرر کر سکتے ہیں؟

(۴) اگر کوئی اسے محفوظ جگہ سے چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا یا نہیں؟

(۵) اگر کوئی اسے تلف کر دے تو عوض میں اسے نوٹ ہی دینا ٹھہرے گا یا روپے؟

(۶) کیا روپوں یا اشرفیوں یا پیسوں کے عوض اس کی بیع جائز ہے؟

(۷) اگر مثلاً کسی کپڑے سے اسے بدلیں تو یہ بیع مطلق ہوگی یا مقایضہ؟ (جس میں دونوں طرف متاع ہوتی ہے۔)

(۸) کیا اسے قرض دینا جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے تو ادا کرتے وقت نوٹ ہی دیا جائے یا روپے؟

(۹) کیا روپوں کے عوض ایک وعدۂ معینہ پر ادھار اس کا بیچنا جائز ہے؟

(۱۰) کیا اس میں بیع سَلَم جائز ہے؟ یوں کہ روپے پیشگی دیے جائیں کہ مثلاً ایک مہینے کے بعد اس قسم کا اور ایسا نوٹ لیا جائے گا؟

(۱۱) نوٹ پر لکھی رقم سے کم یا زیادہ روپوں کے عوض اس کی بیع کا حکم؟

(۱۲) دس کا نوٹ مثلاً ۱۲؍ روپے عوض کی شرط پر قرض دینے کا حکم؟

وضاحت: ان عبارتوں میں روپے سے مراد ہے چاندی کا سکّہ، اور نوٹ سے مراد کاغذی کرنسی۔

ان بارہ سوالات میں سے بنیادی سوال پہلا تھا، اعلیٰ حضرت قدّس سرّہ نے دلائل و شواہد کے ذریعہ اس کی پوری تنقیح فرما کر ثابت کیا کہ یہ تانبے وغیرہ کے رائج فلوس (پیسوں) کی طرح ثمن اصطلاحی ہے اور بعد میں بعض اہل عصر[1] کے رد میں ایک اردو رسالہ " كاسر السَّفيه الواهم في إبدال قرطاس الدراهم" (۱۳۲۹ھ) بھی تصنیف فرمایا۔ بقیہ گیارہ سوالات کے بھی واضح اور مدلل جوابات كفل الفقيه الفاهم میں مکمل تحریر کیے۔

ایسے لاینحل مسئلے کا ڈیڑھ، دو دن کی مدت میں ایسا مدلّل، مفصل اور تشفی بخش جواب حیرت انگیز بھی تھا اور مسرت خیز بھی۔ مکہ مکرمہ کے علمائے کرام نے اسے بہت پسند کیا اور اس کی نقلیں بھی لیں، آج بھی وہ اس باب میں ایک عظیم فقہی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے جسے تسلیم کرنے پر مخالفین بھی مجبور ہوئے اور انھیں بھی بہت سارے پیچیدہ مسائل کا حل نوٹ کو ثمن اصطلاحی ماننے کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔

اس طرح کے اور بھی جدید مسائل پر اعلیٰ حضرت قدّس سرّہ کا قلم رواں ہوا تو کافی و شافی حل سے ہم کنار کر گیا۔

المنى و الدرر لمن عمد منى آردر (۱۳۱۱ھ) الفقه التسجيلي في عجين النارجيلى (۱۳۱۸ھ)، الكشف شافيا حكمَ فونو جرافيا (۱۳۲۸ھ) وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

امام احمد رضا اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، ایک پوری جماعت یا اکیڈمی مل کر جو کام نہ کر پاتی وہ تنہا انجام دیتے، قدرت نے انھیں مسلمانوں کی دینی، علمی، فقہی ضروریات کا کفیل بنا کر جلوہ نما فرمایا تھا۔

ماہ صفر سنہ ۱۳۴۰ھ میں ان کے وصال کے بعد اہم مرجع فتویٰ ان کے خاص تلامذہ و خلفا تھے جن میں حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور سرکار مفتی اعظم علیہما الرحمہ سب سے نمایاں تھے۔ پھر ایک دور وہ آیا کہ تنہا حضرت مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری ابن امام احمد رضا علیہما الرحمۃ والرضوان کی ذات سب سے عظیم مرجع فتویٰ اور جملہ اہل سنت کی مقتدا تھی۔ علما کے درمیان اگر کسی معاملے میں اختلاف ہوتا تو بحث و مباحثہ کے بعد یہی طے ہوتا کہ اسے سرکار مفتی اعظم کی خدمت میں پیش کیا جائے وہ جو فیصلہ فرمائیں گے سب کے لیے قابل قبول ہو گا۔

اعلیٰ حضرت کے بعد مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا دورِ حیات پورے ساٹھ سال کو محیط ہے ۱۴؍ محرم ۱۴۰۲ھ کی شب میں ان کا وصال ہوا اور خلقت اپنے اس عظیم مرجع وماویٰ سے بھی محروم ہو گئی۔

خدا کا فضل و احسان ہوا کہ سنہ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء تک امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فتاویٰ کی دستیاب جلدوں کی اشاعت مکمل ہو گئی، ان فتاویٰ نے بہت سے نئے پرانے مشکل مسائل کے حل میں علمائے عصر کی بڑی دست گیری، مشکل کشائی اور رہ بَری و رہ نمائی کی۔

مگر حوادث اور مسائل کسی حد پر رُکنے والے نہیں، دنیا میں پیدا ہونے والے نت نئے معاشی اور تمدنی انقلابات، برقی اور شعاعی توانائیوں کے حیرت انگیز اثرات بہت سے مسائل کو جنم دیتے ہیں، خصوصًا تجارت اور اقتصادیات کے باب میں اہل مغرب ایک سے ایک، دل کش اور نفع آور طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں اور پوری دنیا کو اُن کا اسیر بنانے کی کوشش کرتے ہیں یا حریص طبیعتیں ان کی عاجلانہ منفعت کو دیکھ کر از خود اُن کے دامِ پُر فریب میں گرفتار ہونے لگتی ہیں اور ان میں کسی کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ یہ طریقے شرعًا جائز ہیں یا ناجائز؟ یا کون سی صورت اپنائی جائے تو یہ جائز اور درست ہوں گے اور کس صورت میں ناجائز و حرام ہوں گے۔

(۱) ان سے مراد مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں جنھوں نے اپنے فتوے میں نوٹ کو تمسک ٹھہرا کر، سِرے سے مال سے خارج، اور کم و بیش درکنار، برابر کو بھی اس کی خرید و فروخت کو ناجائز کہا۔——— دوسرے مولانا عبد الحی فرنگی محلی جنھوں نے یہ فتویٰ دیا کہ نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے کم یا زیادہ پر اس کی بیع نہیں ہو سکتی۔ نامِ رسالہ میں سفیہ سے اول، اور واہم سے دوم کی طرف اشارہ ہے۔ اول کے لحاظ سے لفظ "اِبدال" بکسر ہمزہ مصدر پڑھنا چاہیے کہ اُن کو نفس مبادلہ و بیع نوٹ میں عروض سفاہت ہے۔ اور دوم کے اعتبار سے بفتح ہمزہ، صیغۂ جمع، کہ یہ نوٹ کا صرف ایک بدل - یعنی جو رقم کے برابر ہو - جائز رکھتے ہیں، اور دربارۂ کم و بیش وہمِ ممانعت ہے۔ (دیباچہ کاسر السفیہ الواہم ص: ۱۱۳۰ - ۱۱۴، مطبع اہلِ سنت و جماعت بریلی شریف۔ بارِ دوم بحیاتِ مصنف باہتمام صدر الشریعہ علیہما الرحمہ)

اس کی فکر صرف خداترس بندوں کو ہوتی ہے، وہ رب کی رضا و خوشنودی کا سودا بڑی سے بڑی مادی منفعت سے کرنا گوارا نہیں کرتے، ان کی صحیح رہ نمائی کے لیے ضروری ہے کہ علماے دین معاشی و تمدنی حالات اور انقلابات کے بطن سے پیدا ہونے والے مسائل کو شرعی وفقہی پیمانے سے جانچیں اور خیر و شر، جائز و ناجائز کا محکم فیصلہ کرکے امت کو معصیت سے بچانے کی تدبیر کریں۔

لیکن دَور ایسا آگیا کہ امام احمد رضا کی طرح کوئی جامع علوم، ماہر فنون اور صاحب قوت قدسیہ نہ رہا، اس لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی تنظیم یا ادارہ ماہرینِ علوم وفنون کی ہیئتِ اجتماعی سے یہ کام لے اور فقہی تحقیق کا سفر آگے بڑھائے۔

مگر ہر طرف سناٹا تھا۔ نہ ضرورت کا احساس، نہ پیش قدمی کا خیال۔ ایک مدت یوں ہی گزر گئی۔ بالآخر جامعہ اشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ، عزیز ملت **مولانا عبدالحفیظ** صاحب دام ظلہ نے ہمت کی اور سربرآوردہ علماے اشرفیہ سے مشاورت کے بعد دسمبر ۱۹۹۲ء میں **مجلس شرعی** قائم کی، اصول طے ہوئے، علماے کرام سے رابطے اور فقہی مذاکرات کی راہ ہموار ہوئی اور جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۱۴ھ/اکتوبر ۱۹۹۳ء میں پہلا سیمینار منعقد ہوا جس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے، اور آج ہم پچیسویں فقہی سیمینار میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہیں۔

○ اس فقہی کارواں کے سفر میں شارح بخاری **مفتی محمد شریف الحق امجدی** علیہ الرحمہ کی سرپرستی، دل چسپی اور رہ نمائی، بہت کارگر رہی اور مذاکرات کے انعقاد، سوالات اور مقالات کی تیاری پھر فقہی نشستوں کی نظامت اور مشکل مسائل کو حل کی منزل تک پہنچانے میں سراجُ الفقہا **مفتی محمد نظام الدین رضوی** دام فیضہ کا کلیدی کردار رہا۔

ابتدا میں مقالات بہت کم آتے، بحثوں میں حصہ لینے والے افراد بھی چند ہی ہوتے، زیادہ لوگ سننے، سمجھنے اور کچھ اخذ کرنے کی فکر میں ہوتے، بعض حضرات کا سکوت توڑنے کے لیے ناظمِ اجلاس کو خصوصی توجہ دینی پڑتی اور نام لے کر راے و دلیل راے کے اظہار کی گزارش کی جاتی، اس طرح سکوت ٹوٹتا رہا، ہمتیں بڑھتی گئیں اور پوری جرأت کے ساتھ بحثوں میں حصہ لینے والوں کی تعداد میں مسرت بخش اضافہ ہوا اور مقالات کی تعداد بھی زیادہ ہونے لگی۔

○ مقالات لکھنے اور سیمینار میں شرکت کرنے کے لیے ابتدا ہی سے کچھ جواں سال اور باصلاحیت نئے فارغین کو بھی دعوت دی جاتی رہی تاکہ وہ فقہی تحقیق، جرأت اظہار اور سنجیدہ مباحثہ ومناقشہ کے عادی بنیں اور آگے چل کر بزرگوں کی نیابت کر سکیں۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ اس کے نتائج و ثمرات بھی حوصلہ افزا ہیں۔

قدرت نے انسان میں بے شمار صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں لیکن جب ان کا استعمال ہو پھر انھیں صیقل کرکے متحرک وفعال بنایا جائے تو وہ مفید خاص وعام ہوتی ہیں، ورنہ خفتہ رہ کر مردہ ہو جاتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مسائل شرعیہ کے حل میں ہمارے مندوبین اور شرکاے مذاکرات کا اہم کردار ہے، انھوں نے ہر سیمینار سے متعلق مجلس شرعی کے سوالات کو بغور پڑھا، جوابات کے لیے وقت نکالا، کتب فقہ اور متعلقہ دیگر فنون کی کتابوں کا مطالعہ کیا، اپنی جمع شدہ معلومات کو سلیقے سے مرتب کرکے مقالات کی صورت میں پیش کیا، تلخیص نگاروں نے اچھی طرح کدّ و کاوش کرکے مقالات کا جائزہ لیا، خیالات و آرا کو اُن کے دلائل و تمسکات کے ساتھ کھنگال کر عمدہ انداز میں پیش کیا، پھر جملہ مندوبین نے بحثوں میں دل چسپی سے حصہ لیا، صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط جاننے اور متعیّن کرنے کی کوشش کی، خواہ وہ اپنی راے ہو یا کسی اور کی، پھر انشراح صدر کے ساتھ کسی حکم پر مخلصانہ اتفاق کرکے اسے فیصلے کی صورت دی — **یہ وہ امور ہیں** جن میں اُن کی مساعیِ جمیلہ کی کارفرمائی نہ ہوتی تو کچھ نہ ہوتا۔

یہ چاہتے تو بہت سے آرام پسند اور راحت طلب لوگوں کی طرح خانۂ عافیت میں گوشہ نشین رہتے، اس طرح اپنی خداداد صلاحیتوں کو بھی خفتہ یا مردہ کر دیتے اور ملت کو بھی اپنی افادیت سے محروم رکھتے مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے ان مردانِ کار کو پست خیالات اور بے عملی کی آفات سے بچایا، کام کرنے کی ہمت دی، امت کی فائدہ رسانی کے لیے انھیں منتخب کیا اور ان کے لیے وہ جزا و عطا خاص فرمائی جو اُس اکرم الاکرمین کی اعلیٰ شان کریمی کے شایاں ہے۔ فله الحمد و المنّة ، و للعاملين الشكر و النّعمة .

ان میں کچھ شخصیات وہ ہیں جو ہم سے رخصت ہو چکی ہیں اور زیادہ وہ ہیں جو از ابتدا تا حال شریک سفر ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کی شرکت دو چار سال قبل

سے شروع ہوئی ہے، ہمیں سبھی کی خدمات کا اعتراف ہے، سبھی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے ربّ کریم سے نیک جزاؤں کے خواست گار ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ۲۵/ برسوں میں آپ لوگوں نے کیا کیا اور قوم کو کیا دیا؟

جواباً عرض ہے: ستّر سے زیادہ اہم اور پیچیدہ مسائل کا بصیرت افروز حل پیش کیا اور فیصلوں کو شائع کر کے صحیح سمت میں قوم کی رہ نمائی کی۔
ذرا تکلیف کر کے سنہ ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء سے ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۷ء تک کے ماہ نامہ اشرفیہ کے وہ خصوصی شمارے دیکھیں جن میں سیمیناروں کی اجمالی رودادیں شائع ہوئی ہیں، صحیفۂ مجلس شرعی جلد اول، دوم دیکھیں۔ ۵/ سال قبل ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء میں ۵۴۴ صفحات پر شائع ہونے والی کتاب ”مجلس شرعی کے فیصلے“ دیکھیں جس میں بہت اختصار کے ساتھ ساٹھ مسائل کے فیصلے درج ہیں، سال رواں میں ڈیڑھ دو ماہ قبل نشر شدہ ایک ہزار چار سو چونسٹھ (۱۴۶۴) صفحات پر مشتمل درج ذیل کتاب کی تین جلدیں دیکھیں:

”جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے“

ان شاء اللہ تعالیٰ سال رواں ۱۴۴۰ھ کے اختتام سے پہلے اس سلسلے کی مزید دو جلدیں ملاحظہ کریں گے۔ ان جلدوں میں فیصلوں سے قبل مندوبین کی رائیں اور ان کی دلیلیں بھی اجمالاً مذکور ہیں جن سے ان کی کاوشوں کا اندازہ اہل علم بخوبی کر سکتے ہیں۔

یہ سارا کام ان حضرات نے اپنے درس و تدریس، وعظ و تقریر اور خانگی و عائلی امور جاری رکھتے ہوئے کیا ہے۔ ان میں **ایک فرد** بھی ایسا نہیں جو ساری مصروفیات سے الگ تھلگ ہو کر سال بھر یا چند ماہ اسی کام کے لیے مختص رہا ہو۔ جب کہ ذمہ دارانِ قوم اگر کچھ لوگوں کو سال بھر مسائل کی تحقیق اور ان پر مناقشہ و مباحثہ اور فیصلہ ہی کے لیے مختص کر دیں تو بے جا نہیں بلکہ بجا اور نہایت مفید ہے۔

اب اگر میں ان مسائل کو ذکر کرتے ہوئے ان کی دقّتوں اور فیصلے کی منزل تک لانے کی کاوشوں کی طرف صرف اشارات کروں تو شاید سو صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔ اس مجلس میں نہ اِس قدر طولِ کلام کی گنجائش، نہ اتنے صفحات کی تسوید کا مجھے موقع۔ شائقین مذکورہ پانچ جلدوں کا مطالعہ کر کے تشفی کر سکتے ہیں۔ کچھ جاننے اور سیکھنے کے لیے پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے مفر نہیں۔

ہاں اگر یہاں میں ان مسائل کی صرف فہرست پیش کر دوں تو شاید بار خاطر نہ ہو۔ ملاحظہ فرمائیں جو مسائل حل کی منزل سے ہم کنار ہوئے ان کے عنوانات یہ ہیں:

۱-۲- الکحل آمیز دواؤں اور رنگین چیزوں کا استعمال	۳- بیمۂ زندگی
۴- بیمۂ اموال (جبری) بیمۂ اموال (اختیاری)	۵- شناختی کارڈ کے لیے فوٹو کھنچانے کی اجازت
۶- مشترکہ سرمایہ کمپنی میں شرکت کے احکام	۷- دوامی اجارہ (پگڑی کے ساتھ معاملۂ کرایہ فروخت)
۸- دیون اور ان کے منافع کی زکات	۹- چک کی خرید و فروخت
۱۰- اسباب ستہ اور عموم بلویٰ کی تنقیح	۱۱- اعضا کی پیوند کاری
۱۲- علاج کے لیے انسانی خون کا استعمال	۱۳- تالاب اور باغات کے ٹھیکے کا مسئلہ
۱۴- دیہات میں جمعہ	۱۵- غیر مسلم حکومتوں میں جمعہ و عیدین
۱۶- ہائر پرچیز (معاملہ کرایہ فروخت) کا حکم	۱۷- چھت سے سعی و طواف
۱۸- بیمہ وغیرہ میں ورثہ کی نام زدگی کی شرعی حیثیت	۱۹- فقدان زوج کی مختلف صورتوں کے احکام
۲۰- فسخ نکاح بوجہ تعسر نفقہ	۲۱- مصنوعی سیارہ (سیٹلائٹ) سے رویت ہلال کا حکم
۲۲- فلیٹوں کی خرید و فروخت کے جدید طریقے اور ان کے احکام	۲۳- قضاۃ اور ان کے حدود ولایت
۲۴ تا ۲۸- مسائل حج	۲۹- دنیا کی حکومتیں اور ان کی شرعی حیثیت
۳۰- آنکھ اور کان میں دوا ڈالنا مفسد صوم ہے یا نہیں	۳۱- تقلید غیر کب جائز، کب ناجائز؟
۳۲- بیت المال کے نام پر تحصیل زکات	۳۳- مسلم کالج اور اسکول کے نام پر تحصیلِ زکات

۳۴-کریڈٹ کارڈ
۳۵-تحصیل صدقات پر کمیشن
۳۶-طبیب کے لیے اسلام اور تقوی کی شرط
۳۷-مساجد میں مدارس کا قیام
۳۸-نیٹ ورک مارکیٹنگ کی شرعی حیثیت
۳۹-میوچول فنڈ کے ذریعہ کمپنیوں میں کاروبار
۴۰-پرافٹ پلس کا حکم
۴۱-طویل المیعاد قرض پر زکات کا حکم
۴۲-درآمد، برآمد گوشت کا حکم
۴۳-جدید مسعیٰ میں سعی کا حکم
۴۴-مساجد کی آمدنی سے اے سی وغیرہ کا انتظام
۴۵-مجوزہ فلیٹوں کی سلسلہ وار بیع
۴۶-غیر رسم عثمانی میں قرآن حکیم کی کتابت
۴۷-طویلے کے جانوروں اور دودھ پر زکات
۴۸-اینی میشن (Animation) کا شرعی حکم
۴۹-برقی کتابوں کی خرید و فروخت
۵۰-زینت کے لیے قرآنی آیات اور کلمات مقدسہ کا استعمال
۵۱-انٹرنیٹ کے شرعی حدود
۵۲-بینکوں کی ملازمت شریعت کی روشنی میں
۵۳-فلیٹوں کی زکات
۵۴-مسئلۂ کفاءت عصر حاضر کے تناظر میں
۵۵-ڈی این اے ٹیسٹ اسلامی نقطۂ نظر سے
۵۶-انٹرنیٹ کے مواد و مشمولات کا شرعی حکم
۵۷-عذر کے باعث طواف زیارت میں تاخیر کا شرعی حکم
۵۸-چلتی ٹرین پر فرض اور واجب نمازوں کا شرعی حکم
۵۹-جینیٹک ٹیسٹ کا شرعی حکم
۶۰-بلڈ بینک میں خون جمع کرنے کا حکم
۶۱-جدید ایجادات میں بطریق قراءت یا کتابت قرآن کریم وغیرہ بھرنے اور اسے چھونے وغیرہ کے احکام
۶۲-رشوت سے آلودہ ماحول میں حقوق العباد کی حفاظت شرعی نقطۂ نگاہ سے
۶۳-فارن کرنسی اکاونٹ میں جمع سرمایے کی زکات
۶۴-فقہی فروعی اختلافات کی شرعی حیثیت
۶۵-ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہل سنت کی وضاحت
۶۶-دباغت سے پہلے ناپاک کھال کی خرید و فروخت
۶۷-روزے کی حالت میں علاج کے کچھ نئے مسائل
۶۸-غذائی اشیا میں نقصان دہ دواؤں اور کیمیکلز کا استعمال
۶۹-اردو تراجم قرآن کو دوسری عجمی زبانوں کے رسم الخط میں لکھنے کا حکم
۷۰-بینک گارنٹی لیٹر شرعی نقطۂ نظر سے
۷۱-بینک اکاونٹ میں رقوم کا اندراج شرعاً قبضہ ہے یا نہیں؟
۷۲-انتفاع کی شرط کے ساتھ دُکان، مکان وغیرہ کا رہن
۷۳-ای کامرس ٹریڈنگ شرعی نقطۂ نظر سے

مذکورہ مسائل میں سے بیش تر وہ ہیں جن میں تحقیق و جستجو اور محنت و مشقت کی بڑی کار فرمائی ہے، یہ میدان میں قدم رکھنے والوں کو بخوبی معلوم ہے۔

ع
کنارے سے کبھی اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

موجودہ پچیسویں فقہی سیمینار میں پانچ مسائل زیر بحث آنے والے ہیں، ان شاء المولی الموفق الکریم ان کی تکمیل کے بعد یہ تعداد ۷۸ تک پہنچ جائے گی۔ فالحمد للہ حمداً موافیا لنعمه، و مکافیا لمزیده.(۲)

مسائل کی تحقیق کا کام کتنا ہی نفع بخش اور بارآور ہو مگر عوام کو اس کی اہمیت کا اندازہ کم ہی ہوتا ہے یا بالکل نہیں ہوتا، ان حالات میں اگر کوئی اس طرف دست تعاون دراز کرتا ہے تو وہ ہمارے لیے بڑے ہی تشکر و امتنان کا باعث ہے۔

میں نے تیرھویں سیمینار کے بعد ”اظہار حقیقت اور شکر اہل عزیمت“ کے عنوان سے ماہ نامہ اشرفیہ میں ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں یہ ذکر تھا کہ ایک سیمینار کتنے مراحل سے گزر کر اور کتنے حضرات کی محنتوں کا جام پی کر تکمیل آشنا ہوتا ہے، یہ مضمون ”جدید مسائل پر علما کی رائیں اور

(۲) پانچوں فیصلوں کی تفصیل اسی شمارے کے ص:۲۲ر پر ملاحظہ فرمائیں۔

فیصلے" جلد دوم میں بھی شامل ہے میں یہاں اس کا ایک حصہ نقل کرتا ہوں اور بعد کے سیمیناروں کے پیشِ نظر اضافہ بھی کرتا ہوں:

"خوشی کی بات یہ ہے کہ مجلس شرعی کی کاوشوں کی اہمیت محسوس کی جا رہی ہے اور اس راہ میں مالی تعاون کا شمار بھی کار خیر کے تحت آگیا ہے، ورنہ اس سے پہلے کار خیر کے لیے عوام کی سوچ مسجد، مدرسہ اور جلسہ و جلوس سے آگے یا دائیں بائیں کہیں نہ جاتی تھی، اگرچہ ایسے ذی فہم اور بالغ نظر معاونین کی تعداد انگلیوں پر آسانی سے گنی جا سکتی ہے پھر بھی ربّ کریم کا بے پایاں کرم ہے کہ اپنے کچھ بندوں کے سینے اس طرح کے گم نام خالص دینی و علمی کام کرنے والے افراد کے لیے کھول دیے اور دین و ملت کے بہت سے اہم کام انجام پذیر ہونے لگے۔

(**الف**) دسویں فقہی سیمینار کے مندوبین کے لیے مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی شائع کردہ تقریباً ۴۰ کتب کا ایک ایک سیٹ (جس میں فقہ کی قدوری، شرح وقایہ، ہدایہ وغیرہ۔ احادیث کی مؤطا، مشکاۃ شریف، ترمذی شریف وغیرہ اور دیگر کئی فنون کی اہم کتابیں شامل ہیں۔) حضرت امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین برکاتی صاحب سجادہ مارہرہ مطہرہ کی عنایت سے ایک باہمت اور قدر شناس معاون نے تمام شرکا و مندوبین کی خدمت میں پیش کیا اور تیرہویں فقہی سیمینار میں بھی فتح القدیر کی نو جلدوں، بدائع الصنائع کی سات جلدوں اور تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق کی سات جلدوں کا سیٹ پیش کیا اور شان اخلاص وہی کہ نہ صلے کی پروا، نہ ستائش کی تمنّا۔ فجزاہ اللہ خیر ما یجزی بہ عبادہ المخلصین.

(**ب**) گیارہویں فقہی سیمینار منعقدہ ممبئی کے تمام مصارف مولانا شاکر علی نوری کی سرکردگی میں سنی دعوت اسلامی نے برداشت کیے (۳) اور تیرہویں فقہی سیمینار منعقدہ مبارک پور میں بھی ایک ایک عمدہ قیمتی بیگ کا تحفہ ہر مندوب کے لیے بھیج دیا۔

جامعہ اشرفیہ کے دور افتادہ قدیم فاضل بڑے مخلص و ہمدرد اور دینی و علمی کاموں کے لیے پُر جوش عالم مولانا محمد اقبال مصباحی گجراتی نے بھی اپنے تعاون سے نوازا۔

(**ج**) تیرہویں فقہی سیمینار کے دیگر مصارف کی ادائگی کے لیے جمعیت اہل سنت کُرلا، ممبئی نے دست تعاون بڑھایا اور جناب فیضان احمد ابن جناب عبد العلی عزیزی، جناب جاوید بھائی، جناب شاہد بھائی اور مولانا حافظ شرافت حسین نے مبارک پور آکر خود سیمینار کے انتظامات اور مجالسِ مذاکرہ کا مشاہدہ بھی کیا۔ رب کریم تمام معاونین کو اپنی بے پایاں رحمتوں، برکتوں اور بے کراں فضل واحسان سے نوازے۔"

(**د**) پندرہویں فقہی سیمینار منعقدہ ۱۸؍ تا ۲۰؍ صفر ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶؍ تا ۲۸؍ فروری ۲۰۰۸ء بمقام جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے جملہ مصارف کا انتظام حضرت مولانا شاکر علی نوری امیر سنی دعوتِ اسلامی کی عنایت سے ہوا، یہ دوسرا موقع تھا جب کہ انھوں نے جملہ مصارف کا بار اپنے سر لیا اور مجلس کو مالی مشکل سے بے فکر کر دیا۔

(**ہ**) سترہواں فقہی سیمینار ۱۴؍ تا ۱۷؍ صفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۳۰؍ جنوری تا ۲؍ فروری ۲۰۱۰ء دار العلوم نوری، اِندور، ایم پی میں ہوا، مصارف کا انتظام مولانا حبیب یار خان اور الحاج عبد الغفار نوری کی سرکردگی میں ہوا، ان حضرات، ان کے رفقا اور دار العلوم نوری کے ارکان اور طلبا و اساتذہ نے مندوبین کی خدمت و ضیافت اور دیگر امور میں بڑی دل چسپی اور مسرت و سرخوشی سے حصہ لیا۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء.

(**و**) اٹھارہواں فقہی سیمینار ۱۷؍ تا ۱۹؍ صفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۲؍ تا ۲۴؍ جنوری ۲۰۱۱ء شنبہ تا دو شنبہ حرا پبلک اسکول مہاپولی، ضلع تھانے، مہاراشٹر میں ہوا، اس کا سہرا بھی مولانا شاکر علی نوری اور سنی دعوت اسلامی کے احباب کے سر ہے، یہ دوسرا موقع تھا کہ ان حضرات کے زیر انتظام مجلس شرعی کا سیمینار مہاراشٹر کی سرزمین پر منعقد ہوا۔ اور تیسرا موقع تھا جب انھوں نے سیمینار کے جملہ مصارف بخوشی برداشت کیے اور اس اہم جماعتی کاز کے لیے سب سے زیادہ حسّاس اور فعّال ہونے کا عملی ثبوت پیش کیا۔

(**ز**) انیسواں فقہی سیمینار ۱۹؍ تا ۲۱؍ صفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۴؍ تا ۱۶؍ جنوری ۲۰۱۲ء شنبہ تا دو شنبہ دار العلوم امجدیہ، بھیونڈی، مہاراشٹر میں ہوا، اس کا سارا انتظام الحاج وقار احمد عزیزی اور ان کے احباب و رفقا کی ہمت و خلوص کا رہینِ منت ہے۔

(**ح**) بیسواں فقہی سیمینار ۶؍ تا ۸؍ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۷؍ تا ۱۹؍ مئی ۲۰۱۳ء، جمعہ تا یک شنبہ جامعہ البرکات، علی گڑھ میں منعقد ہوا۔

(۳) یہ پہلا اتفاق تھا کہ کسی تنظیم نے سیمینار کے جملہ مصارف برداشت کیے اور سیمینار مبارک پور سے باہر عروس البلاد کی سرزمین پر منعقد ہوا، تاریخ انعقاد ۱۸؍ تا ۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۹؍ تا ۳۱؍ جولائی ۲۰۰۵ء۔ جمعہ تا یک شنبہ۔

اس موقع پر احقر نے عرض کیا تھا:

" ہم سراپا سپاس و امتنان ہیں کہ مجلس شرعی کے سرپرست حضرت امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں برکاتی دام ظلّہ نے بیسویں سیمینار کے لیے جامعہ البرکات کی فضا پسند فرمائی اور ایک ڈیڑھ سال قبل دار العلوم امجدیہ بھیونڈی میں منعقدہ انیسویں سیمینار کے آخری اجلاس میں بذات خود جملہ مندوبین کو علی گڑھ آنے کی دعوت دی جس کی تکمیل آج عملی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

الحمدللہ ! اس خاندان اور اس خانقاہ میں بذل و سخا اور جود و عطا کی شان آج بھی نمایاں ہے، یہاں اس سیمینار کا انعقاد بھی اسی کا ایک جلوۂ دل نواز ہے۔"

(ط) ۲۱؍واں فقہی سیمینار ۱۵؍ تا ۱۷؍ صفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۹؍ تا ۲۱؍ دسمبر ۲۰۱۳ء پنج شنبہ تا شنبہ پونے، مہاراشٹر میں ہوا۔ یہ حضرت مولانا ایاز احمد مصباحی مرحوم سابق مہتمم دار العلوم قادریہ، پونے، مہاراشٹر، مولانا نوشاد عالم مصباحی غازی پوری، صدر دار العلوم اور ان کے رفقا کے اہتمام و انتظام اور نامساعد حالات میں ان کی ہمت و استقامت کا مظہر جمیل تھا۔

مولیٰ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت و غفران اور کریمانہ عطاؤں سے نوازے اور ان کے صدر و رفقا و معاونین کو دارین میں بہتر صلہ مرحمت فرمائے۔

(ی) ۲۳واں فقہی سیمینار ۱۶ تا ۱۸؍ صفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸ تا ۳۰؍ نومبر ۲۰۱۵ء شنبہ تا دوشنبہ منعقدہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے مصارف دعوت اسلامی کی قریبی شاخ نے ادا کیے اور کچھ احباب یہاں آکر انتظام میں بھی معاونت کرتے رہے۔ فجزاهم الله خير الجزاء.

(یا) کچھ اور کرم فرماؤں نے بھی موقع بموقع اپنے تعاون سے نوازا، خانقاہ حبیبیہ پُرخاص ضلع کوشامبی کے صاحبِ سجّادہ، محترم سید اصحاب صفی مرحوم نے بھی ایک سیمینار میں اپنے گراں قدر تعاون سے ہمت افزائی کی، ایک بار جامعہ کے چند ابنائے قدیم یعنی مصباحی فاضلین نے مل کر سیمینار کے تمام مصارف ادا کیے۔ مرحوم مولانا بشیر القادری نے ایک بار اپنے ادارہ واقع اِسری بازار ضلع گریڈیہ کی جانب سے مندوبین کو سوٹ کیس پیش کیا۔ اور بھی بعض حضرات ہوں گے جن کے نام اور کام کی تفصیل، ہوسکتا ہے میرے ذہن سے نکل گئی ہو۔ جن حضرات نے بھی اخلاص کے ساتھ کوئی تعاون کیا یا کوئی بھی دینی خدمت انجام دی وہ شکر و اجر کے مستحق ہیں۔(۴)

میں مجلس شرعی کی جانب سے قلمی، لسانی، بدنی، مالی کسی بھی طرح کا تعاون کرنے والے ہر کرم فرما کا شکریہ ادا کرتا ہوں، دعا ہے کہ رب کریم ان کے مخلصانہ حوصلوں کو قوت و استحکام بخشے، ان سے دین متین کی بیش بہا خدمات انجام دلائے، دارین میں انھیں سعادت و سرفرازی سے نوازے بلکہ ہم سب کو اپنی بے کراں نعمتوں سے بہرہ وافر عطا فرمائے۔ اور شکرِ نِعَم کی توفیقِ جمیل بھی ارزاں فرمائے۔ و ما ذلك عليه بعزيز۔

○ رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ یہ کاروانِ تحقیق مزید ہمت و شوق کے ساتھ سرگرم سفر رہے گا۔ اور مسائل جدیدہ و مشکلہ کی عُقدہ کشائی کرکے امت کی رَہ نمائی کا فریضہ انجام دیتا رہے گا۔

○ کچھ اور باتیں بھی تھیں مگر اب زیادہ وقت لینا مناسب نہیں، اجمالاً عرض ہے کہ اس دور میں فتنوں کو منظّم اور منصوبہ بند طور پر ہَوا دی جا رہی ہے، داخلی اور خارجی سبھی باطل فرقے اور جماعتیں اپنے بال و پَر مضبوط کرنے میں لگی ہوئی ہیں اور ہم شاید اپنے بال و پَر کترنے ہی کو بڑا ہنر سمجھتے ہیں جب کہ خارجی و داخلی فتنوں کا مقابلہ کرنے اور اپنی جماعت کو عزت و شوکت دینے کے لیے بڑی زبردست قوّت اجتماعی اور قوت عملی کی ضرورت ہے۔ مَولا تعالیٰ فراست ایمانی، حکمت عملی اور مضبوط قوتِ ارادی کے ساتھ محکم، مفید تر اور وسیع تر کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور جماعتِ حقّہ کو افتراق و انتشار اور ضعفِ عَمل سے بچائے۔

و هو المستعان و عليه التكلان، و إليه الإنابة و منه الإعانة. وصلى الله تعالى على خير خلقه سيد المرسلين ، خاتم النبيين و على آله و صحبه و حز به أجمعين.

محمد احمد مصباحی

صدر مجلس شرعی و ناظم تعلیمات

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ

---

(۴) ایک بڑی تعداد ایسے معاونین کی بھی ہے جنھوں نے مجلسِ شرعی کی مطبوعات خرید کر علما اور مدارس کو بطور تحائف پیش کیے، ہم ان شاء اللہ العزیز چھبیسویں (۲۶) فقہی سیمینار میں ان کا تذکرہ مع شکریہ کریں گے۔

دعوت فکر

مجلس شرعی کے پچیسویں فقہی سیمینار کی

چوتھی نشست کا

خطبۂ صدارت

بتاریخ: ۱۹؍ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ / ۲۸؍ نومبر ۲۰۱۸ء بروز .... چہار شنبہ

بمقام: امام احمد رضا لائبریری - جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

از: حضرت مولانا یٰس اختر مصباحی - بانی وصدر دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرات علماے کرام و مندوبین فقہی سیمینار!

صرف جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی مجلس شرعی کے ذمہ داران اور فقہی سیمینار کے محترم مندوبین کرام نہیں بلکہ سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے لیے باعثِ اعزاز و افتخار ہے کہ پچیسواں فقہی سیمینار پورے اخلاص و اعتماد اور وقار و عظمت کے ساتھ منعقد ہوا، جس میں متعدّد جدید موضوعات پر ہمارے مندوبین نے اپنے علم و تحقیق کی روشنی میں نہایت گراں قدر مقالات لکھے، بحثوں میں دل چسپی کے ساتھ حصہ لیا۔ موضوع کے ہر گوشے اور ہر پہلو پر غور وخوض، تبادلۂ خیال اور بحث و تمحیص کرتے ہوئے حتی الامکان کوئی گوشہ تشنۂ بحث و تحقیق نہ رہنے دیا۔

بِفضلہٖ تبارک و تعالیٰ مجلس شرعی کے فقہی سیمیناروں کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے مندوبینِ کرام پوری ذمہ داری کے ساتھ کسی مسئلے کے ہر پہلو پر گفتگو کرتے ہیں اور اپنے خیالات وآرا کے اظہار میں کسی طرح کا تکلف اور توقف نہیں کرتے۔

اسی طرح فیصلوں پر تائیدی و تصدیقی دستخط کے سلسلے میں بھی اس کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ اس مجلس کے سیمیناروں میں شرکت کرنے والے بہت سے نوجوان عُلماے کرام کی ایک قابلِ لحاظ تعداد اپنے اپنے مدارس و دار العلوم میں بڑی دِقّت نظر اور بیدار مغزی کے ساتھ فتویٰ نویسی کے ذمہ دارانہ فرائض انجام دے رہی ہے۔

اور دوسرے الفاظ میں اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان سیمیناروں کے صدقے میں ماہر مفتیوں کی ایک قابلِ قدر جماعت تیار ہو چکی ہے، جس سے مستقبل کی بہترین توقعات قوم و ملت نے وابستہ کر رکھی ہیں۔

مخدومِ گرامی، شہزادۂ حافظِ ملت حضور عزیز ملت دام ظلہ العالی، سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ و سرپرست مجلسِ شرعی، برادرِ مکرّم حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، صدر مجلس شرعی و ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور سراج الفقہا حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، ناظم مجلس شرعی و صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، قابلِ صد مبارک باد ہیں کہ ان کی قیادت و نگرانی میں مجلس شرعی کا یہ فقہی کارواں نوع بنوع مسائل کو حل کرتے اور دشوار گذار مراحل کو طے اور عبور کرتے ہوئے اپنی منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں ہے۔ فالحمدُ للہِ علیٰ ذٰلک۔

مجلس شرعی کی آج کی چوتھی نشست کا موضوع ہے: پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت۔ اس موضوع پر ہمارے مندوبینِ کرام نے بڑی کدّ و کاوش کے ساتھ اپنے مقالات، تحریر کیے ہیں جو ہر طرح قابلِ تعریف و تحسین ہیں۔

پوسٹ مارٹم کے سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر سے جو باتیں سمجھ میں آتی ہیں، انھیں میں یہاں پیش کر رہا ہوں، لیکن مندوبین کی بحث و تحقیق کے بعد مجلس شرعی کا جو فیصلہ، صادر ہوگا وہی قولِ فیصل ہوگا۔ جس کی میں پیشگی تائید و توثیق کرتا ہوں۔

میری رائے میرے اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے:

(۱) انسانی جسم و جان کی عظمت و حُرمت سے ہر باشعور انسان، اچھی طرح، واقف ہے۔ اور انسانی کرامت و حُرمت کے پیشِ نظر ہی شریعتِ اسلامی نے کسی انسان کے خونِ ناحق، یا انسانی جسم کے قطع و برید، چیر پھاڑ، یا، بغیر شدید طِبّی ضرورت کے کسی انسانی عضو کے قطع و برید، چیر پھاڑ کو ناجائز و حرام، قرار دیا ہے۔ اصالۃً، حکم شرعی، یہی ہے۔

مومن و مسلم کے جسم و جان کی عظمت و کرامت و حُرمت، اگر چہ، زائد ہے، مگر ہمارے جمہوری ملک، ہندوستان میں دستوری طور پر، ہر مذہب و طبقہ کے لوگوں کے لیے پوسٹ مارٹم کے قواعد و ضوابط، یکساں ہیں۔ اور اس سلسلے میں مومن و مسلم اور کافر و مشرک کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ اس لیے جن صورتوں میں ملکی قانون و ضابطہ یا کسی بے قصور و متہم شخص کی براءت کا کوئی ثبوت فراہم کرنے کی ضرورت ہو تو پوسٹ مارٹم کے جواز کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

البتہ، ہماری شریعت اسلامی کی حکمت بالغہ اور مصلحتِ عامّہ یہ بھی ہے کہ:

کسی شے کی اِباحت و حُرمت کا حکم صادر کرنے سے پیشتر وہ اس شے کے داخلی و خارجی اسبابِ اِباحت و حُرمت پر بطورِ خاص نظر رکھتی ہے۔

ہمارے جمہوری ملک ہندوستان کے ضابطہ کے تحت کسی قتل کے سبب یا اَسباب کا پتا لگا کر اصل قاتل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی مقتول اور مشکوک و مشتبہ مُردہ انسان کا پوسٹ مارٹم کیا جانا عموماً ضروری سمجھا جاتا ہے۔ بالخصوص ایسی شکل میں جب کہ ایسے کسی حادثے کی اِطلاع مقامی پولیس عَملہ تک پہنچ جائے۔

ایسی صورت میں پوسٹ مارٹم کیا جانا عموماً ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اور مُردہ انسان کے وارثوں کی مجبوری بن جاتی ہے کہ وہ پوسٹ مارٹم کرائے جانے کی اجازت دیں۔ اور ان کے لیے ایک ضرورت بھی بن جاتی ہے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے ذریعہ اصل قاتل تک پہنچ سکیں اور کسی بے قصور انسان کو اِس قتل میں ملوث کیے جانے کی کسی سازش و کوشش کو ناکام و نامراد بنایا جا سکے۔

(۲) علم جراحت یعنی کسی انسانی عضو کی بیماری کے علاج اور اس کے فاسد مادّہ کو نکال کر اس کی اصلاح کا طریقہ جائز اور رائج ہے۔ مگر علم تشریح الاعضا یعنی کسی مُردہ انسان کے جسم کو چیر پھاڑ کر طِبّی تحقیقات کا طریقہ میڈیکل کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج تو ہے، مگر اس کا جواز محلِ نظر ہے۔ کیوں کہ یہ طریقہ تکریم و حُرمتِ انسانی کے قطعاً خلاف ہے۔

ڈاکٹروں کے خیال کے مطابق کسی موروثی بیماری کی تفتیش، کسی طرح کی طِبّی تحقیق اور طلبہ کی تعلیم و تربیت کے لیے انسانی لاش کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے۔ اور اس تحقیق و تفتیش کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے انسانوں کو، بیماریوں سے محفوظ رکھا جا سکے اور جو لوگ اِن بیماریوں کا شکار ہو چکے ہیں، ان کا صحیح علاج کیا جا سکے۔

اب جب کہ میڈیکل سائنس نے کافی ترقی کر لی ہے اور دوسرے متبادل طریقے عام ہوتے جا رہے ہیں، تو تکریم انسانی کے خلاف رائج طریقے کو ختم کر کے بلا تاخیر اس کے متبادل طریقوں کو اپنایا جانا ضروری ہے۔

انسانی لاش کی متبادل صورتیں پلاسٹک ماڈل اور الکٹرانک ماڈل ہیں، جن پر تحقیق و تفتیش و تشریح کا طریقہ رائج کرنے کے لیے مسلم ڈاکٹروں کو چاہیے کہ پیش قدمی کر کے اسے رائج کرنے میں بھر پور کوشش کریں۔

③ کسی انسانی لاش کے کسی حصے کو کاٹ کر کسی جاں بلب مریض کے علاج و اصلاح کے لیے دینا، یہ اعضا کی پیوند کاری کے ضمن میں آتا ہے۔ اس لیے اگر ضرورت داعی ہو تو اِس موضوع پر دوبارہ غور و خوض کر لیا جائے۔

④ کسی انسان کی دماغی موت ہو جائے اور باقی اعضا و جوارح میں جان باقی ہو تو یہ مریض ابھی زندہ ہے اور اس پر زندوں ہی کا حکم جاری ہوگا، مُردوں کا نہیں۔ اگر چہ بظاہر اس کی موت بہت قریب ہے۔ ایسے کسی مریض کا کوئی عضو کاٹنا بھی اعضا کی پیوند کاری کے ضمن میں آتا ہے جس کے بارے میں عرض کیا جا چکا ہے۔

⑤ بینک میں جمع شدہ رقم کے مالک اور پنشن پانے والے شخص کی موت کے بعد اس کے وارثین کے لیے پنشن اور رقم کا حصول اگر پوسٹ مارٹم رپورٹ کے ساتھ مشروط ہو تو ایسی صورت میں پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا، وارثین کے لیے روا ہوگا۔ جب کہ وہ اس کے سخت ضرورت مند ہوں اور اس کے بغیر ان کا گذارا نہ ہونے کا ظنِّ غالب ہو۔

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت کے تعلق سے فقہی سیمینار کے مندوبین کے تبادلۂ خیالات کے بعد جو فیصلہ ہوگا اُسے ہی شرعی حکم سمجھا جائے گا اور اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔

بفضلہٖ تعالیٰ مجلس شرعی مبارک پور اب تک ستّر (۷۰) سے زیادہ اہم اور پیچیدہ جدید مسائل میں پوری بصیرت و ذمہ داری کے ساتھ اپنے فیصلے صادر کر چکی ہے۔ جسے ملک و بیرونِ ملک کے اہلِ علم و فضل اور اصحابِ فقہ و افتا نے بے حد قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا۔

مجلسِ شرعی مبارک پور کے فیصلوں کے سلسلے میں میرا مشورہ، بلکہ التماس و درخواست ہے کہ اگر انھیں عربی اور انگریزی زبانوں میں منتقل کر کے شائع کر دیا جائے تو ان کی افادیت کا دائرہ نہایت وسیع، بلکہ عالمگیر ہو کر دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ:

شریعتِ اسلامی ہر عہد و عصر کے تقاضوں کو نہ صرف یہ کہ ملحوظ رکھتی ہے، بلکہ ہر طرح کے حالات و معاملات میں اپنے ماننے والوں کی صحیح رہنمائی کا فریضہ ہمیشہ انجام دیتی چلی آ رہی ہے۔

مجلس شرعی کے فیصلوں پر دنیا بھر کے اصحابِ فقہ و افتا غائرانہ نظر ڈالیں تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ شریعتِ اسلامی کے ایک اہم سرچشمۂ فیض، فقہِ حنفی کے اصول و ضوابط کی روشنی میں کیے گئے ہیں۔ اور چودھویں صدی ہجری کے ابو حنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء ـــــ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے ضخیم و عظیم مجموعۂ فتاوی، فتاویٰ رضویہ نے ان فیصلوں تک پہنچنے میں ہمیشہ اور ہر سیمینار میں ہمارے سارے فقہا و مفتیانِ اہلِ سنت و جماعت کی قدم قدم پر رہنمائی اور مرحلہ بہ مرحلہ دستگیری کی ہے۔

یقین ہے کہ اکابر علمائے اسلام و فُقہائے کرام بالخصوص فقہائے احناف کے بیان کردہ اصول و حُدود و احکام و مسائل کے زیرِ سایہ، یہ کاروانِ فقہ و افتا اپنا مبارک دینی و فقہی سفر، اسی طرح، جاری رکھے گا۔ اور توفیقِ ربانی و فیضانِ نبوی سے اسے اپنے مقصدِ سفر میں ہمیشہ کامیابی اور سرفرازی، حاصل ہوتی رہے گی۔

وَ اللّٰہُ الْمُوَفِّق وَ ھُوَ المستعان وَ عَلَیْہِ التُّکلان. وَ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلیٰ خَیرِ خلقہٖ سیدِنا محمدٍ وَّ عَلیٰ آلِہٖ وَ أصحابِہٖ أجمعین.

لیٰس اختر مصباحی
بانی و صدر
دار القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی

فیصلے

پچیسواں فقہی سیمینار اور اس کے فیصلے

مفتی محمد نظام الدین رضوی

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

پچیسویں فقہی سیمینار میں پانچ اہم مسائل زیر بحث تھے۔

(۱)-فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت (۲)-مٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ

(۳)-زندگی کا حمایتی نظام (لائف سپورٹ سسٹم) (۴)-پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

(۵)علم تشریح الاعضا کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ

الحمدللہ تمام مسائل فیصل ہو گئے۔ چوتھے موضوع کے کچھ ضروری گوشے تشنۂ بحث رہ گئے تھے اس لیے ۱۴ر ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۲ر دسمبر ۲۰۱۸ء شنبہ کی صبح میں قریبی مندوبین کے درمیان دوبارہ ان گوشوں پر مذاکرہ و مباحثہ ہوا اور بہ اتفاقِ راے اس کے تمام گوشے بھی شاملِ فیصلہ کر لیے گئے۔ یہ ضمنی سیمینار دفتر صدر المدرسین میں تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہا، ذیل میں ہم "خلاصۂ فیصلہ" کے ساتھ ہر فیصلے کا متن بھی پیش کرتے ہیں۔

فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت

پہلی نشست: ۱۸ر ربیع النور ۱۴۴۰ھ/مطابق ۲۷ر نومبر ۲۰۱۸ء — منگل — صبح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ☆ حَامِدًا و مُصَلِّيًا و مُسَلِّمًا

خلاصۂ فیصلہ

ناتجربہ کار اور غیر ماہر لوگ اس تجارت میں ہاتھ نہ ڈالیں اور جو لوگ اس کے ماہر ہیں اور فائدے کا ظن غالب رکھتے ہیں ان کے لیے شرعاً اجازت ہے، مگر ہندوستان میں قانوناً ممانعت ہے اس لیے وہ بھی اس سے پرہیز کریں۔

(۱) دو یا زیادہ ملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ - جہاں جہاں ان کا رواج ہو - جاری ہے۔ چوں کہ کرنسی مال اور ثمن اصطلاحی ہے اس لیے دو کرنسیوں کا تبادلہ عقد بیع ہے۔ اس پر مبادلۃُ المال بِالمال بالتراضی کی تعریف صادق ہے۔

اب رہا یہ کہ...

دو ملکوں کی کرنسیوں کی آن لائن خرید وفروخت کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہ بھی عقدِ بیع ہے، کرنسیوں کا تبادلہ جو لوگ کرتے ہیں، ان کے کھاتوں میں ان کی رقوم کا اندراج رہتا ہے، جسے حکماً قبضہ قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ دو عاقدوں کے درمیان اپنے اپنے مالِ مقبوض کا تبادلہ ہوتا ہے، پھر ہر ایک کے کھاتے میں زرِ مبادلہ کا اندراج بھی ہو جاتا ہے جو بدلین پر قبضہ کے حکم میں ہے، اس لیے اس کے عقد بیع ہونے میں کلام نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

ویجوز بیع الفلس بالفلسین بأعیانهما.

(الهداية، ج: ٣، ص: ٦٣، باب الربوا)

فتاوی رضویہ میں ہے:

و تحقیق ذلك أن بیع النوط بالدراهم كالفلوس

بها ليس بصرف حتى يجب التقابض؛ فإن الصرف بيع ماخلق للثمنية بما خلق لها كما فسره به البحر و الدر و غيرهما. و معلوم أن النوط والفلوس ليست كذلك وإنما عرض لها الثمنية بالاصطلاح مادامت تروج و إلّا فعروض. وبِعدمِ كونه صرفا، صرح في ردالمحتار عن البحر عن الذخيرة عن المشايخ في باب الربا. نعم لكونها أثمانا بالرواج لابد من قبض أحد الجانبين و إلا حرم لنهيه صلى الله تعالى عليه وسلم عن بيع الكالئ بالكالئ، والمسألة منصوص عليها في مبسوط الإمام محمد و اعتمده في المحيط والحاوى والبزازية والبحر والنهر وفتاوى الحانوتي والتنوير والهندية وغيرها وهو مفاد كلام الإسبيجابي كما نقله الشامي عن الزين عنه. (الفتاویٰ الرضوية، ج: ۷، ص: ۱۴۷، الرسالة: كفل الفقيه الفاهم. رضا اکیڈمی، ممبئی)

(۲) اس معاملے کی تفصیلات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرنسیوں کی قیمتیں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں اکثر لوگوں کو اگر آج کی قیمت معلوم بھی ہوتی ہے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آئندہ چند دنوں یا چند گھنٹوں میں کس کرنسی کی قیمت کم ہوگی، کس کی زیادہ ہوگی۔

اس معاملے میں کامیابی کے لیے بہت کچھ سیکھنے، تعلیم و تجربہ حاصل کرنے، اور امانت دار بروکر (Broker) اور کمپنی کی رہ نمائی کی ضرورت ہوتی ہے جس سے اکثر لوگ تہی دست ہوتے ہیں اور ناواقفی کی وجہ سے اپنا سرمایہ کھو بیٹھتے ہیں، جیسا کہ اس شعبے کی کتابوں اور رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۰ر فی صد لوگ اس معاملت سے سخت گھاٹے میں رہتے ہیں اور جو دس فی صد کامیاب ہوتے ہیں ان کے لیے بھی خسارے کا خطرہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی وہ خسارے کا شکار ہوتے بھی ہیں۔

اس لیے مجلس میں بحث و تمحیص کے بعد طے ہوا کہ ناتجربہ کار اور غیر ماہر لوگ اس تجارت میں ہاتھ نہ ڈالیں، ہاں جو لوگ ماہر ہیں اور فائدے کا ظن غالب رکھتے ہیں وہ یہ تجارت کرسکتے ہیں، شرعًا ان کے لیے جواز ہے، مگر یہاں قانونًا اس تجارت کی ممانعت ہے اس لیے وہ بھی اس سے پرہیز کریں۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

من الصور المباحة مايكون جرما في القانون ففي اقتحامه تعريض النفس للاذى والاذلال وهو لايجوز فيجب التحرز عن مثله وما عداذٰلك مباح سائغ لاحجر فيه. (الفتاویٰ الرضوية، ج:۷، ص:۱۱۵، كتاب البيوع، باب الربا، رضا اکیڈمی، ممبئی)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ

دوسری نشست: ۱۸ر ربیع النور ۱۴۴۰ھ / مطابق ۲۷ر نومبر ۲۰۱۸ء — منگل — شام

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم ☆ حامداً و مصلّیا و مسلّما

خلاصۂ فیصلہ

یہ معاملہ اصلاً اجارہ ہے جس میں ضمناً بیع بھی ہوتی ہے اور بوجہِ تعامل اس کے جواز کا حکم ہے۔

دونوں طرف سے جتنے پر معاملہ طے ہوا اتنے پر اس کی تکمیل ٹھیکہ دار پر لازم ہے اور ٹھیکہ دار خسارے میں نہیں ہوتا بلکہ نفع ہی پاتا ہے، بالفرض کسی آفتِ ناگہانی سے غیر معمولی خسارہ ہوگیا تو ٹھیکہ دار حکومت وغیرہ سے صورتِ حال بتاکر مقررہ رقم میں اضافہ کراسکتا ہے۔

(۱) آج کل تعمیرات کے لیے ایسے ٹھیکے عام طور پر رائج ہیں جن میں ٹھیکے دار کو تعمیری سامان بھی لگانا طے ہوتا ہے۔ یہ عقد استصناع ہے یا اجارہ یا اجارہ مع بیع ہے؟

اس پر بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ تمام معاملہ کرنے والوں کے درمیان یہ عقد ٹھیکہ یا اجارہ کہلاتا ہے اور وہ اسے اجارہ سمجھ کر ہی انجام دیتے ہیں، یہی ان کے عرف میں ہے اور اجارہ ہی ان کا

مقصود و معمول ہے اور چوں کہ سامان لگانا بھی ٹھیکہ دار کے ذمہ طے ہوتا ہے اس لیے بیع اس میں ضمناً وتبعاً ہوتی ہے۔ ان دونوں پر نظر کرتے ہوئے یہ معاملہ اصلاً اجارہ ہے جس میں ضمناً بیع بھی ہوتی ہے۔ اور بوجہ تعامل اس کے جواز کا حکم ہے۔

ہدایہ، فتح القدیر، بدائع الصنائع، تبیین الحقائق و بحر الرائق وغیرہ کتب فقہ میں ہے:

وَالْعِبْرَةِ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي.

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

دفع إلى إسكاف درهمين على أن يخرز له من جلد أعطاه خفين مُنعَّلين من عنده يجوز للتعامل. والقياسُ أن لا يجوز ،كما لو أعطى الخياط ثوباً على أن يحشوه بقطن له بكذا لأنه **إجارة في بيع**. وعن محمّد رحمهُ الله تعالىٰ : دفع ظهارة إلى الخياط على أن يكون منه القطن يصح كما في الخُفّ فحصلت المسئلة على الروايتين . ولو (دَفَعَ-ن) على أنّ الظهارة منه لا يصح على الروايات كلها لأنّهُ لا تعامل.

ثم إن محمداً جوز هذا بلا رؤية النعل والبطانة حملاً على نعل يليق بالجلد وكذا لو شرط أن يخرز على خفه أربع قطع أو أن يرقع ثوبه. وفي نوادر ابن سماعة: شرط الإراءة فإذا في الرقع والخصف روايتان لأنه جعل هذا تبعاً للعمل فتعتبر العادة فيه وكذا لو أعطاه خرقة على أن البطانة والحشو من عنده ليجعلها له قلنسوة وكذا لو دفع إلى نداف ثوباً ليندف عليه من قطنه كذا بكذا ولم يبين الأجر من الثمن صح للتعامل. (الفتاوى البزازية بر هامش الهنديه ج: ٥، ص: ٧٢، الفصل الخامس في الاستصناع والاستئجار على العمل)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

في المنتقىٰ عن محمد رحمه الله: دفع إلى خياط ظهارة و قال: بطنها من عندك فهو جائز و قاسه على الخف، ولو قال: ظهارتها من عندك فهو فاسد باتفاق الروايات ؛لأنه لا تعامل فيه. اهـ

(خلاصة الفتاوى، ج: ٣، ص: ١٢٦)

❷ دوسرا مسئلہ یہ زیر بحث آیا کہ دورانِ اجارہ سامانوں کی قیمت بہت بڑھ گئی اور ٹھیکہ دار کو خسارہ نظر آیا تو طے شدہ اجارے کی تکمیل اس کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟

جواب میں بعد بحث یہ طے ہوا کہ دونوں طرف سے عقد طے ہو جانے کے بعد جتنے پر معاملہ ہوا اتنے پر اس کی تکمیل ٹھیکہ دار پر لازم ہے۔ عملاً بھی عموماً یہی ہوتا ہے اور ٹھیکہ دار خسارے میں نہیں ہوتا بلکہ نفع ہی پاتا ہے۔

بالفرض اگر کسی آفت ناگہانی کی وجہ سے غیر معمولی و غیر متوقع خسارے کی شکل سامنے آئی تو ٹھیکہ دار حکومت یا کمپنی یا کسی بھی فریق سے اپنی صورت حال بتاکر مقررہ رقم میں اضافہ کرا سکتا ہے یا اگر ضروری سمجھے تو فسخ عقد پر تیار کرے۔ معلوم ہوا کہ غیر متوقع نقصانات کی شکل میں حکومت کے افسران بھی غور و فکر کرکے ٹھیکہ دار کے خسارے کا ازالہ کرتے ہیں۔

☆ بدائع الصنائع میں ہے:

وأماصفة الإجارة: فالإجارةُ عقد لازم اذا وقعت صحيحة عرية عن خيارالشرط والعيب والروية عند عامة العلماء، فلاتفسخ من غير عذر، وقال شريح : انهاغير لازمة، وتفسخ بلا عذر، لانهاباحة المنفعة فأشبهت الإعارة ، ولنا: انها تمليك المنفعة بعوض فأشبهت البيع، وقال سبحانه و تعالىٰ: ﴿اوفوا بالعقود﴾ والفسخ ليس من الايفاء بالعقد، وقال عمر رضى الله عنه : البيع صفقة اوخيار، جعل البيع نوعين: نوعاً لا خيار فيه، ونوعاً فيه خيار، والإجارة بيع فتجب ان يكون نوعين: نوعاليس فيه خيارالفسخ، و نوعاً فيه خيارالفسخ.اهـ(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج:٤ ، ص: ٥٨ ، كتاب الاجارة)

☆ تحفۃ الفقہاء میں ہے:

ثم الإجارة تفسخ بالاعذار المخصوصة عندنا، وان وقعت الإجارة صحيحة لازمة بان لم يكن ثمه عيب ولامانع من الانتفاع، ثم العذرمايكون عارضا يتضرر به العاقد مع بقاء العقد ولا يندفع بدون الفسخ. اهـ (تحفة الفقهاء، ج: ٢، ص: ٣٦٠، المكتبة الشاملة)

☆ ہدایہ میں ہے:

”یجوز للمشتري أن یزید للبائع في الثمن ، ویجوز للبائع أن یزید للمشتري في المبیع ، ویجوز أن یحط عن الثمن، و یتعلق الاستحقاق بجمیع ذلك، فالزیادةوالحط یلتحقان بأصل العقد ...لنا أنهما بالحط والزیادة یغیران العقد من وصف مشروع إلی وصف مشروع ، وهو کونه رابحًا أو خاسرا أو عدلا، ولهما ولایة الرفع فأولیٰ أن یکون لهما ولایة التغییر، وصار کما إذا أسقط الخیار ، أو شرطاه بعد العقد، ثم إذا صح یلحق بأصل العقد ، لأن وصف الشئی یقوم به لا بنفسه بخلاف حط الکل، لأنه تبدیل لأصله لا تغییر لوصفه فلا یلتحق به.“

(الهداية، ج:٣، ص:٥٩، ٦٠، کتاب البیوع ، باب المرابحة والتولية، مجلس البرکات، مبارك فور)

☆ ہدایہ میں ہے:

”الإجارة تفسدها الشروط کما تفسد البیع لأنه بمنزلته الا تری أنه عقد یقال و یفسخ.“ (الهداية، ج:٣، ص:٢٨٥، کتاب الاجارة، باب الإجارة الفاسدة، مجلس البرکات، مبارك فور)

☆ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”غایۃ البیان میں ہے: قال القدوری فی مختصره : وذٰلك لانها عقد معاوضة محضة تقال وتفسخ فکانت کالبیع وکل ما أفسد البیع أفسدها.“ (الفتاویٰ الرضوية، ج:٨، ص:٢٠٤، کتاب المنی والدرر لمن عمد منی آردر، رضا اکیڈمی، ممبئی)

③ تیسرا سوال یہ پیش آیا کہ بڑے ٹھیکے حکّام کو کچھ دیے بغیر حاصل نہیں ہوتے، ایسی صورت میں مسلمانوں کو ٹھیکہ لینا درست ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں یہ بات سامنے آئی کہ جو لوگ بھی ٹھیکہ حاصل کرتے ہیں، وہ کچھ دے کر ہی حاصل کرتے ہیں ایسی حالت میں اگر مسلمان اس کاروبار سے یکسر دست کش ہو جائیں تو مزید معاشی پس ماندگی کا شکار ہو سکتے ہیں اور معاشی استحکام حاصل کرنا ان کا حق ہے اور حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے باشندوں کے لیے ذرائع معاش فراہم کرے۔

اس لیے مسلمان اگر کچھ دے کر اپنا حق حاصل کریں تو وہ گنہگار نہیں البتہ جو حکّام مال لیتے ہیں وہ ضرور مجرم ہیں۔

☆ فتح القدیر میں ہے:

”الثالث: أخذ المال لیسوّي أمره عند السلطان دفعًا للضّرر أو جلبًا للنّفع ، وهو حرامٌ علی الآخذ لا الدّافع... الرّابع ما یدفع لدفع الخوف من المدفوع إلیه علیٰ نفسه وماله، حلالٌ للدّافع حرامٌ علی الآخذ، لأنّ دفع الضّرر عن المسلم واجبٌ ولا یجوز أخذ المال لیفعل الواجب.“

(فتح القدیر، ج:٧، ص:٢٣٦، ٢٣٧. برکات رضا، پوربندر)

واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

زندگی کا حمایتی نظام

(Life Support System)

تیسری نشست: ۱۹ر ربیع النور ۱۴۴۰ھ/ مطابق ۲۸ر نومبر ۲۰۱۸ء — بدھ — صبح

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم ☆ حامداً و مصلّیا و مسلّما

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

- نمونیا اور آپریشن کی صورت میں وینٹی لیٹر کا استعمال مفید ہے کہ عارضی استعمال کے بعد نظام تنفس بحال ہو جاتا ہے اس لیے اس صورت میں اس کا استعمال جائز اور اولیٰ ہے۔
- اسی طرح پھیپھڑے جب کم خراب ہوں اور اندازہ ہو کہ کچھ ہی دنوں میں یہ خود کار ہو جائیں گے تو وینٹی لیٹر کا استعمال

جائزاور بہتر ہے۔

- اور جب درست ہونے کی صرف ہلکی سی امید ہوتو بھی آدمی تجربہ کرکے نتیجہ دیکھ سکتا ہے۔
- جب یہ امید منقطع ہوجائے اور مریض کے اشاروں سے اس کے لوگوں کوکچھ فائدہ ہواور خود مریض بھی کلمہ وغیرہ پڑھنے کافائدہ حاصل کرسکتا ہوتوایسی حالت میں بھی وینٹی لیٹر کاہلکاسافائدہ ہے۔
- مگر جب یہ فائدہ بھی معدوم ہوجائے تووینٹی لیٹر کاحاصل بس یہ ہے کہ مریض کرب اور اذیت کے ساتھ سانس لیتا رہے اور سرمایہ برباد ہوتا رہے ایسی حالت میں ہونا یہ چاہیے کہ خدا پر بھروسا کرکے وینٹی لیٹر ہٹادیا جائے تاکہ مریض کی اذیت اور مال کی بربادی کاسلسلہ بند ہو۔ ہوگا وہی جو منظور الٰہی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جسم کے اندر کچھ اعضا اتنے اہم ہوتے ہیں کہ اگر یہ کام کرنا بند کردیں توانسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ خصوصاً "دماغی نظام" جس سے نظامِ تنفس اور نظامِ قلب وابستہ ہے، اگراس میں خلل آجائے توانسان موت کے قریب ہوجاتا ہے۔ایسی حالت میں ایک خاص طبّی طریقے کوعمل میں لاکر نظام کو جاری رکھا جاتا ہے۔ اسی طریقۂ عمل کو لائف سپورٹ سسٹم یعنی "زندگی کاحمایتی نظام" کہاجاتا ہے۔

بعض امراض و حالات میں اس طریقۂ علاج سے اعضا صحت مند ہوکر خود کام کرنا شروع کردیتے ہیں اور بعض حالات میں اعضا قابل عمل نہیں ہوتے مگراس سسٹم کی وجہ سے زندگی چلتی رہتی ہے۔

یہ علاج بہت مہنگا ہوتا ہے۔کبھی اس میں ہر دن پانی کی طرح روپے بہانا پڑتا ہے۔ کبھی یہ سارا سرمایہ نگل جاتا ہے اور صحت بھی حاصل نہیں ہوتی۔

لائف سپورٹ سسٹم کی چار صورتیں ہیں:

(۱)۔ نظام تنفس کوبحال کرنا

(۲)۔ دل اور پھیپھڑوں کو مصنوعی طریقے سے بحال کرنا

(۳)۔ ڈائلیسس ۔ خون کی تبدیلی اور صفائی

(۴)۔ مصنوعی سیّال غذادینا

پہلی صورت میں وینٹی لیٹر کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی مشین ہے جو مریض کو سانس لینے میں مدد دیتی ہے۔ یہ پھیپھڑوں کے اندر ہوا پہنچاکر جسم کوآکسیجن فراہم کرتی ہے اور کاربن ڈائی آکسائڈ کودور کرتی ہے۔

نمونیا اور آپریشن کے لیے عارضی طور پر اس کا استعمال ہوتا ہے پھر جب نظام تنفس درست ہوجاتا ہے تواسے ہٹادیا جاتا ہے۔

پھیپھڑے خراب ہونے پر زیادہ عرصے تک اس مشین کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے اس میں کئی صورتیں ہیں:

(۱) کبھی پھیپھڑے درست ہوکر کام کرنے لگتے ہیں۔

(۲) کبھی درست ہونے کی صرف امید ہوتی ہے۔

(۳) کبھی یہ امید بھی نہیں ہوتی مگر مریض کے اندر باتیں سننے، سمجھنے اور اشاروں سے اپنا مدّعا ظاہر کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، ایسی حالت میں وہ زیرلب یا دل میں ذکر کرنے اور کلمہ پڑھنے کے لائق ہوتا ہے۔

(۴) کبھی یہ صلاحیت اور قوت بھی فنا ہو جاتی ہے، صرف سانس کی آمد و رفت جاری رہتی ہے اور مریض کوبس زندہ کہا جاسکتا ہے۔(عموماً یہ دماغی بیماریوں میں ہوتا ہے۔)

حکم شرعی:

نمونیا اور آپریشن کی صورت میں وینٹی لیٹر کا استعمال مفید ہے کہ عارضی استعال کے بعد نظام تنفس بحال ہوجاتا ہے اس لیے اس صورت میں اس کا استعمال جائز اور اولیٰ ہے۔ اسی طرح پھیپھڑے جب کم خراب ہوں اور اندازہ ہوکہ کچھ ہی دنوں میں یہ خود کار ہوجائیں گے تووینٹی لیٹر کا استعمال جائز اور بہتر ہے۔ اور جب درست ہونے کی صرف ہلکی سی امید ہو تو بھی آدمی تجربہ کرکے نتیجہ دیکھ سکتا ہے۔ جب یہ امید منقطع ہو جائے اور مریض کے اشاروں سے اس کے لوگوں کوکچھ فائدہ ہواور خود مریض بھی کلمہ وغیرہ پڑھنے کا فائدہ حاصل کرسکتا ہوتوایسی حالت میں بھی وینٹی لیٹر کا ہلکا سا فائدہ ہے مگر جب یہ فائدہ بھی معدوم ہوجائے تووینٹی لیٹر کا حاصل بس یہ ہے کہ مریض

کرب اور اذیت کے ساتھ سانس لیتا رہے اور سرمایہ برباد ہوتا رہے ایسی حالت میں ہونا یہ چاہیے کہ خدا پر بھروسا کرکے وینٹی لیٹر ہٹا دیا جائے تاکہ مریض کی اذیت اور مال کی بربادی کا سلسلہ بند ہو۔ ہوگا وہی جو منظور الٰہی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لائف سپورٹ سسٹم کا دوسرا طریقہ :دل اور پھیپھڑوں کو مصنوعی طریقے سے بحال کرنا جسے سی، آر، پی کہتے ہیں، اس میں سانس اور نبض کو جاری کرنے کی کوشش ہوتی ہے، یہ بھی جائز ہے۔

تیسرا طریقہ ڈائلیسس ہے اس سے متعلق ۲۳ ویں فقہی سیمینار منعقدہ ۱۶ر تا ۱۸ر صفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸ر تا ۳۰ر نومبر ۲۰۱۵ء میں گفتگو ہو چکی ہے، زیر عنوان: روزے کی حالت میں علاج کے کچھ نئے مسائل۔

یہ طریقۂ علاج بھی جائز ہے۔

چوتھا طریقہ مصنوعی سیّال غذا دینا یہ بھی جائز ہے۔

واضح رہے کہ علاج صرف وہی واجب ہے جس میں شفا قطعی اور یقینی ہو جیسے سخت پیاسے کا کچھ پی کر یا مرتے ہوئے بھوکے کا کچھ کھا کر جان بچانا۔ باقی طبی طریقے جن میں شفا کا صرف گمان ہوتا ہے وہ واجب نہیں، محض جائز ہیں، اس کے بھی کئی درجے ہیں۔ کسی صورت میں علاج کرنا بہتر ہوتا ہے، کسی میں نہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ بہر صورت ظنّی طریقوں میں اگر انسان نے علاج نہ کیا اور مر گیا تو وہ گنہ گار نہیں جب کہ پہلی قطعی و یقینی شفا والی صورت میں ترک کرنے سے اگر کوئی مر گیا تو وہ گنہ گار ہوگا۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

* الاِشْتِغَالُ بِالتَّدَاوِي لَا بَأْسَ بِه إِذَا اعْتَقَدَ أَنَّ الشَّافِيَ هوَ الله تَعَالَى وَأَنَّه جَعَلَ الدَّوَاءَ سَبَبًا. أَمَّا إِذَا اعْتَقَدَ أَنَّ الشَّافِيَ هوَ الدَّوَاءُ فَلَا . كَذَا فِي السِّرَاجِيَّة.

(الفتاوى الهندية، ج: ٥، ص: ٣٥٤، الباب الثامن عشر في التداوي و المعالجات و فيه العزل و إسقاط الولد)

* وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا ظَهرَ بِه دَاءٌ فَقَالَ لَه الطَّبِيبُ قَدْ غَلَبَ عَلَيْك الدَّمُ فَأَخْرِجْه فَلَمْ يَفْعَلْ حَتَّى مَاتَ لَا يَكُونُ آثِمًا لِأَنَّه لَمْ يَتَيَقَّنْ أَنَّ شِفَاءَه فِيه كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ.

(الفتاوى الهندية، ج: ٥، ص: ٣٥٤/ ٣٥٥، الباب الثامن عشر في التداوي و المعالجات و فيه العزل و إسقاط الولد)

* مَرِضَ أَوْ رَمِدَ فَلَمْ يُعَالِجْ حَتَّى مَاتَ لَا يَأْثَمُ كَذَا فِي الْمُلْتَقَطِ . وَالرَّجُلُ إِذَا اسْتَطْلَقَ بَطْنُه أَوْ رَمِدَتْ عَيْنَاه فَلَمْ يُعَالِجْ حَتَّى أَضْعَفَه ذَلِكَ وَأَضْنَاه وَمَاتَ مِنْه لَا إِثْمَ عَلَيْه. فَرْقٌ بَيْنَ هذَا وَ بَيْنَمَا إِذَا جَاعَ وَلَمْ يَأْكُلْ مَعَ الْقُدْرَة حَتَّى مَاتَ حَيْثُ يَأْثَمُ وَالْفَرْقُ أَنَّ الْأَكْلَ مِقْدَارَ قُوتِه مُشْبِعٌ بِيَقِينٍ فَكَانَ تَرْكُه إِهلَاكًا وَلَا كَذَلِكَ الْمُعَالَجَة وَالتَّدَاوِي كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّة .

(الفتاوى الهندية، ج: ٥، ص: ٣٥٥ ، الباب الثامن عشر في التداوي و المعالجات و فيه العزل و إسقاط الولد)

اس باب میں ضابطۂ کلیہ یہ ہے:

* اعْلَمْ أَنَّ الْأَسْبَابَ الْمُزِيلَة لِلضَّرَرِ تَنْقَسِمُ إِلَى **مَقْطُوعٍ** بِه كَالْمَاءِ الْمُزِيلِ لِضَرَرِ الْعَطَشِ وَالْخُبْزِ الْمُزِيلِ لِضَرَرِ الْجُوعِ وَ إِلَى **مَظْنُونٍ** كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَة وَشُرْبِ الْمُسْهلِ وَسَائِرِ أَبْوَابِ الطِّبِّ أَعْنِي مُعَالَجَة الْبُرُودَة بِالْحَرَارَة وَمُعَالَجَة الْحَرَارَة بِالْبُرُودَة وَهيَ الْأَسْبَابُ الظَّاهرَة فِي الطِّبِّ وَإِلَى **مَوْهومٍ** كَالْكَيِّ وَالرُّقْيَة.

أَمَّا الْمَقْطُوعُ بِه فَلَيْسَ تَرْكُه مِنْ التَّوَكُّلِ بَلْ تَرْكُه حَرَامٌ عِنْدَ خَوْفِ الْمَوْتِ.

وَ أَمَّا الْمَوْهومُ فَشَرْطُ التَّوَكُّلِ تَرْكُه إِذْ بِه وَصَفَ رَسُولُ الله – صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّمَ وَآلِه الْمُتَوَكِّلِينَ.

وَأَمَّا الدَّرَجَة الْمُتَوَسِّطَة وَهيَ الْمَظْنُونَة كَالْمُدَاوَاة بِالْأَسْبَابِ الظَّاهرَة عِنْدَ الْأَطِبَّاءِ فَفِعْلُه لَيْسَ مُنَاقِضًا لِلتَّوَكُّلِ بِخِلَافِ الْمَوْهومِ وَتَرْكُه لَيْسَ مَحْظُورًا بِخِلَافِ الْمَقْطُوعِ بِه بَلْ قَدْ يَكُونُ أَفْضَلَ مِنْ فِعْلِه فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ وَفِي حَقِّ بَعْضِ الْأَشْخَاصِ فَهوَ عَلَى دَرَجَة بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَذَا فِي الْفُصُولِ الْعِمَادِيَّة فِي الْفَصْلِ الرَّابِعِ وَالثَّلَاثِينَ. (الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات)

واللہ تعالیٰ اعلم

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

چوتھی نشست: ۱۹؍ ربیع النور ۱۴۴۰ھ / مطابق ۲۸؍ نومبر ۲۰۱۸ء — بدھ — شام

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم☆حامداً و مصلّیا و مسلّما

خلاصۂ فیصلہ

● پوسٹ مارٹم میں کچھ ایسے ناپسندیدہ امور پائے جاتے ہیں جن کی اجازت عام حالات میں شریعتِ اسلامی نہیں دیتی، اس لیے جہاں تک قانون کی رو سے بچنے کی گنجائش ہو بچے اور جہاں مجبور ہو، معذور ہے۔

● جن صورتوں میں قانوناً پوسٹ مارٹم لازمی و ناگزیر ہو وہاں اولیا کو خاموش رہنا چاہیے۔

● قاتل اور اس کے اولیا خوں بہا ادا کر دیں یا مقتول کے اولیا خوں بہا معاف کر دیں تو فریقین کوشش کریں کہ ”پنچ نامہ“ کے ذریعہ کام چل جائے اور لاش کا پوسٹ مارٹم نہ ہو۔

● اور جہاں قاتل اور مقتول کے اولیا میں صلح نہ ہو سکے وہاں امن عامہ کو برقرار رکھنے کے لیے ایف. آئی. آر درج کرا دینا چاہیے، اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔

پوسٹ مارٹم (Post Martem) کے لغوی معنی ہیں ”بعد الموت“۔ مراد ہے موت کے بعد کی جانچ۔ کسی حادثہ میں یا ناگہانی طور پر کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کے سببِ موت کی جانچ اور ایک اندازے سے وقتِ موت کی تعیین کی جاتی ہے، اسی کو طبِ جدید اور قانون کی زبان میں پوسٹ مارٹم کہا جاتا ہے۔

پوسٹ مارٹم کا مقصد ہے:

- موت کے اسباب دریافت کرنا
- موت کے حالات و کیفیات کا پتہ لگانا
- موت کی نوعیت معلوم کرنا کہ موت فطری ہے، یا غیر فطری
- اگر غیر فطری ہے تو خودکشی ہے یا قتل یا ایکسیڈنٹ
- اگر خودکشی ہے تو اس کا سبب کوئی دماغی تناؤ ہے یا ٹارچر و اذیت
- یہ معلوم کرنا کہ قتل کے لیے استعمال کیا گیا زہر یا گیس یا ہتھیار کس قسم کا تھا؟

کچھ صورتوں میں پوسٹ مارٹم قانوناً لازمی و ناگزیر ہوتا ہے، ان میں وارثین یا رشتہ داروں کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی اور کچھ صورتوں میں وارثین پنچ نامہ بنا کر پولیس کو دے دیتے ہیں کہ ہمیں کوئی کارروائی نہیں کرنی ہے، ہمارے عزیز کی لاش پوسٹ مارٹم کیے بغیر ہمیں واپس کر دی جائے تو پولیس انھیں لاش بغیر پوسٹ مارٹم کے واپس دے دیتی ہے۔

حکم شرعی:

(۱)۔ پوسٹ مارٹم میں کچھ فوائد و مصالح ہیں، ساتھ ہی اس میں کچھ ایسے ناپسندیدہ امور بھی ہیں جن کی اجازت عام حالات میں شریعتِ اسلامی نہیں دیتی جیسے لاش کو برہنہ کرنا، لاش کے مختلف اعضا کو کاٹنا اور جسم سے جدا کرنا، وغیرہ۔ اس لیے جہاں تک قانون کی رو سے بچنے کی گنجائش ہو بچے اور جہاں مجبور ہو، معذور ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ؕ

(۲)۔ جن صورتوں میں قانون کے نقطۂ نظر سے پوسٹ مارٹم لازمی و ناگزیر ہوتا ہے اور میت کے اولیا اس سے بچنے کا اختیار نہیں رکھتے، وہاں قانون اپنے ہاتھوں میں لینا ممنوع ہے، اولیا کو خاموش رہنا چاہیے، فقہ اسلامی کی عظیم کتاب فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”مِن الصُّوَرِ المُباحَةِ مایکون جُرمًا فی القانون، ففی اقتحامِهٖ تعریضُ النّفس لِلأذیٰ والإذلال، وهو لایجوز، فیجب التّحرُّزُ عن مثلهٖ ومَا عَدَاذٰلك مباحٌ سائغٌ لاحجر فیه. (الفتاویٰ الرضویة، ج:۷، ص:۱۱۵،

کتاب البیوع/ باب الربا، سنی دار الاشاعت)

(۳)۔جہاں باہمی صلح سے کام چل جائے مثلاً قتلِ خطا میں قاتل اور اس کے اولیا خون بہا ادا کردیں، یا کسی وجہ سے مقتول کے اولیا خون بہا معاف کردیں تو فریقین کوشش کریں کہ پنچ نامہ کے ذریعہ کام چل جائے اور لاش کا پوسٹ مارٹم نہ ہو۔

ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

(۴)۔اور جہاں قاتل خوں بہا دینے پر راضی نہ ہو یا اِدھر اُدھر بھاگ کر بچنے کی کوشش کرے، وہاں امنِ عامہ کو برقرار رکھنے اور دفعِ شرور وفتن کے لیے ایف. آئی. آر درج کرادینا چاہیے، ایسا نہ ہو تو بے رحم لوگ جب چاہیں کسی کو گاڑی سے دبا کر چلے جائیں یا کسی اور طرح سے انسانی جان تلف کرکے بے خوف رہیں اور امنِ عامہ درہم برہم ہو کر رہ جائے۔

ایف. آئی. آر کے بعد پولیس جو کچھ کارروائی کرے گی وہ قانون کے ماتحت ہوگی جس سے کوئی مفر نہیں۔

شریعتِ اسلامی نے انسان کو ضررِ عام سے بچانے کا خاص لحاظ کیا ہے۔ چناں چہ "الاشباہ والنظائر" میں یہ صراحت ہے:

•يتحمّل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام."

(الأشباه والنظائر، ج:۱، ص:۲۵۶، القاعدة الخامسة: "الضرر يزال" ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراچی)

•إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما قال الزيلعی في باب شروط الصلاة: ثم الأصل في جنس هذه المسائل أنّ من ابتلي ببليتين، وهما متساو يتان يأخذ بأيتهما شاء، وإن اختلفا يختار أهونهما."(الأشباه والنظائر، ج:۱، ص:۲٦۱، القاعدة الخامسة: "الضرر يزال" ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراچی، پاکستان)

اور ایف. آئی. آر. تو ضررِ خاص کا محمل بھی نہیں بلکہ اس کا سبب تام اور غیر تام بھی نہیں، ہاں سببِ محض ہو سکتا ہے جس پر شریعت کا قلم جاری نہیں ہوتا۔ درج ذیل فقہی عبارات سے یہ امر ظاہر وروشن ہے، چناں چہ کتاب التعریفات میں ہے:

السبب: في اللغة : اسم لما يتوصّل به إلى المقصود.

وفي الشريعة: عبارة عمّا يكون طريقا للوصول إلى الحكم غير مؤثر فيه.

السبب الغير التام: هو الذي يتوقّف وجود المسبّب عليه لكن لا يوجد المسبّب بوجوده فقط.

(كتاب التعريفات، للفاضل العلامة على بن محمد شريف الجرجانی، ص: ۱۲۱، ۱۲۲، بيروت، لبنان)

بدائع الصنائع میں ہے:

"علىٰ أن ارضاعها إن كان سبب الفرقة، فهو سبب محض لأنه طرأ عليه فعل اختيارى وهو ارتضاع الصغيرة، والسبب إذا اعترض عليه فعل اختياري يكون سببا محضا، والسبب المحض لا حكم له وإن كان صاحب السبب متعمدا في مباشرة السبب."

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج:٤، ص:١٧، كتاب الرضاع، بركات رضا، پور بندر، گجرات)

ایف. آئی. آر. دراصل سبب ہے مجرم کی تلاش اور اس کی گرفتاری، وغیرہ کا، رپورٹ دینے والے کا مقصود بھی یہی ہے۔ اب اگر "پوسٹ مارٹم" سے اس کا کوئی دور کا لگاؤ بھی ہو تو اس کی حیثیت سببِ محض سے زیادہ نہیں، اس لیے ایف. آئی. آر. درج کرانے کی اجازت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵)۔مجلس گزارش کرتی ہے کہ پوسٹ مارٹم کی ناگزیر صورتوں میں بھی انسانی حقوق کی رعایت واحترام ملحوظ رکھا جائے، مثلاً:

(الف)۔ضرورت سے زیادہ کوئی عضو بالخصوص شرم گاہ نہ کھولیں۔

(ب)۔ممکن ہو تو عورت کا پوسٹ مارٹم عورت ڈاکٹر کرے کہ عورت کے اعضا کی طرف عورت کی نظر کا حکم ہلکا ہے۔

(ج)۔کم سے کم جتنی چیر پھاڑ سے کام چل سکے، اسی پر اکتفا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

علم تشریح الاعضا کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ

پانچویں نشست: ۲۰؍ ربیع النور ۱۴۴۰ھ/ مطابق ۲۹؍ نومبر ۲۰۱۸ء — جمعرات — صبح

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم☆حامداً و مصلّیا و مسلّما

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

لاشوں کی چیر پھاڑ بغیر اضطرار شرعی کے درست نہیں، مگر اب اسے جدید علم طب کا ایک لازمہ ٹھہرا دیا گیا ہے، تاہم مناسب یہ ہے کہ انسانی ماڈل اور اَپنی میٹیڈ ویڈیوز سے علم تشریح الاعضا سیکھیں اور جدید ماہرین تشریح درس دیں، اس میں کچھ کمی ہو تو الٹرا ساؤنڈ کی طرح کوئی باطن نما مشین ایجاد کریں، علاوہ ازیں ہر مرض کی دوا کی تفتیش جاری رکھیں، خدائے پاک نے ہر بیماری کی دوا پیدا فرمائی ہے جیسا کہ حدیث نبوی کا مفاد ہے، بس لگن کے ساتھ اس کی کھوج کی ضرورت ہے۔

علم تشریح اعضا ایک اہم اور مفید تر علم ہے مگر اس کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ جائز نہیں کہ یہ انسان کی توہین و ایذا ہے، یہ اصل حکم شرع ہے۔

مگر ایک عرصے سے تشریح اعضا و منافع اعضا کا درس لاشوں کے اندرونی اعضا کا مشاہدہ کرا کر دیا جاتا ہے اور اس میں مہارت علم طب میں بڑی کامیابی اور اونچی ڈگری کا سبب بنتی ہے اور آج ایسے اطبا کے یہاں عوام و خواص کثرت سے رجوع کرتے اور ان کے علاج سے شفا پاتے ہیں۔ اور اب حال یہ ہے کہ علم طب حاصل کرنے والوں کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ کے درس میں شامل ہونا اور اس کی عملی مشق کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ غیر حاضر تصور کیے جائیں گے، نیز ایم. بی. بی. ایس، ایم. ایس، وغیرہ کی سند حاصل کرنے کے لیے چیر پھاڑ کی عملی مشق کے امتحان سے گزرنا بھی ضروری ہے۔

تاہم مناسب ہوگا کہ لاشوں کی چیر پھاڑ کے بجائے انسانی ماڈل اور اَپنی میٹیڈ ویڈیوز سے علم تشریح اعضا سیکھیں اور جدید ماہرین تشریح درس دیں، اس میں کچھ کمی ہو تو الٹرا ساؤنڈ کی طرح کوئی باطن نما مشین ایجاد کریں۔

علاوہ ازیں ہر طرح کی بیماری کے علاج کے لیے ہمارے مسلم ڈاکٹر بھی دوا کی تفتیش اور ریسرچ جاری کریں اور خدائے پاک سے امید رکھیں کہ وہ ان پر ہر طرح کی بیماری کی دوا ظاہر فرما دے، اس نے ہر بیماری کی دوا پیدا فرمائی ہے، بس لگن کے ساتھ اس کی کھوج کی ضرورت ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِي صلى الله تعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً.“

(صحيح البخارى، ج:٢، ص:٨٤٨، كتاب الطب، باب ما انزل الله داء إلّا انزل له شفاءً)

اس کی شرح فتح الباری میں ہے:

”ووقع في رواية طارق بن شهاب عن ابن مسعود رفعُه ”إنّ الله لم ينزل داءً إلّا أنزل له شفاء فتداووا.“ وأخرجه النسائي وصحّحه ابن حبان والحاكم، ونحوه للطحاوي وأبي نعيم من حديث ابن عباس ... ولمسلم عن جابر رفعه ”لكل داء دواء، فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله تعالىٰ.“ ولأبي داؤد من حديث أبي الدرداء رفعه ”إن الله جعل لكل داء دواء فتداووا، ولا تداووا بحرام“... **ويدخل في عمومها أيضا الداء القاتل الذي اعترف حذاق الأطباء بأن لا دواء له، وأقرّوا بالعجز عن مداواته** ولعلّ الإشارة في حديث ابن مسعود بقوله ”وجهله من جهله“ إلىٰ ذلك فتكون باقية علىٰ عمومها.“

(فتح الباري بشرح صحيح البخاري، ج:١٣، ص:٧، ٨، دار أبي حيان) واللہ تعالیٰ اعلم۔

چشم دید

اصحابِ مقالات و شرکاے سیمینار

مولانا محمد رضوان مصباحی

اس سیمینار میں بحث کے لیے پانچ موضوعات منتخب کیے گئے تھے، ان میں سے ایک موضوع گزشتہ سیمینار کا تھا جس کے مقالات کی تفصیل گذشتہ سال شائع ہو چکی ہے، اس پر فیصلہ امسال ہوا ہے۔ بقیہ چار موضوعات پر موصول ہونے والے مقالات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

موضوعات

(۱)-پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت
(۲)-علمِ تشریح الاعضا کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ
(۳)-فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت
(۴)-لائف سپورٹ سسٹم (زندگی کا حمایتی نظام)

سیمینار میں اہلِ سنت و جماعت کے عظیم فقہاے کرام اور دانش ور حضرات نے شرکت کی، جیسا کہ تفصیلِ ذیل سے عیاں ہے۔

------[اکابر]------

(۱)-عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی دام ظلہ، سرپرست مجلس شرعی و سربراہ اعلیٰ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۲)-صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ، صدر مجلسِ شرعی و ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۳)-رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی دام ظلہ، بانی و مہتمم دار القلم نئی دہلی۔
(۴)-حضرت مولانا عبد المبین نعمانی دام ظلہ، مہتمم دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو
(۵)-حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی دام ظلہ، جامعہ اکرم العلوم، لال مسجد مراد آباد

------[اصحاب مقالات]------

نمبر شمار	اسماے مقالہ نگاران	پتا	صفحات مقالہ نمبر (۱+۲)	صفحات مقالہ نمبر (۳)	صفحات مقالہ نمبر (۴)
(۶)	مفتی محمد نظام الدین رضوی	ناظم مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۱۰+۷	-	-
(۷)	مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی مئو	۱۱	۷	۲
(۸)	مولانا قاضی فضل احمد مصباحی	ضیاء العلوم، کچی باغ، بنارس	۱۳	۴	۳
(۹)	مفتی عبد الرحیم اکبری	جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان	۷	۲	۲
(۱۰)	مولانا قاضی فضل رسول مصباحی	سراج العلوم، مہراج گنج	۸	۶	۱
(۱۱)	مولانا محمد مسیح احمد قادری	جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور	۸	-	۲
(۱۲)	مولانا محمد رفیق عالم رضوی	جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف	۶	۲	۱
(۱۳)	مولانا عبد السلام رضوی مصباحی	جامعہ انوار الاسلام، بلرام پور	-	-	۱
(۱۴)	مولانا محمد عابد رضا مصباحی	حافظِ ملت دار الافتا، کدل واڑی، پونہ	۴	-	-
(۱۵)	مولانا شیر محمد خان مصباحی	دار العلوم وارثیہ، لکھنؤ	۲	-	-

(۱۶)	مولانا مبشر رضا ازہر مصباحی	نوری دار الافتا، سنی جامع مسجد، بھیونڈی	۷	–	۲
(۱۷)	مولانا انوار احمد مصباحی	بحر العلوم، خلیل آباد، سنت کبیر نگر	۴	–	۱
(۱۸)	مولانا خالد ایوب مصباحی	دار الافتا پہاڑ گنج، جے پور	۲۰	–	۹
(۱۹)	مولانا رضاء المصطفیٰ برکاتی مصباحی	دار العلوم انجمن اسلامیہ، کشی نگر	۷	–	۳
(۲۰)	مولانا محمد سلیمان مصباحی	جامعہ عربیہ، خیر آباد، سلطان پور	۳	–	۲
(۲۱)	مفتی محمد معین الدین اشرفی مصباحی	دار العلوم بہار شاہ، فیض آباد	۹	–	۱
(۲۲)	مولانا شبیر احمد مصباحی	سراج العلوم، برگدہی، مہراج گنج	۱۷	۳	۲
(۲۳)	مولانا منظور احمد خاں عزیزی	جامعہ عربیہ، خیر آباد، سلطان پور	۳	۲	۲
(۲۴)	مولانا محمد عارف اللہ مصباحی	مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد	۵	۳	–
(۲۵)	مولانا محمد انور نظامی مصباحی	ہزاری باغ	۴	–	–
(۲۶)	مولانا محمد صباح الدین مصباحی	دار العلوم ربانیہ، باندہ	۲	–	–
(۲۷)	مولانا محمد ممتاز عالم مصباحی	شمس العلوم، گھوسی، مئو	۲	–	۱
(۲۸)	مولانا شہروز عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۵	۳	۲
(۲۹)	مولانا محمد سعید رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۷	–	۴
(۳۰)	مولانا جنید احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۹	۶	۴
(۳۱)	مولانا محمد توفیق احسن برکاتی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۴	–	۳
(۳۲)	مولانا رقیب سنجر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۴	–	۲
(۳۳)	مولانا محمد ذیشان مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۴	–	–
(۳۴)	مولانا محمد رئیس اختر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۴	–	۲
(۳۵)	مولانا محمد رضوان مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۳	–	–
(۳۶)	مولانا محمد ناصر حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	۴	–	۳
(۳۷)	مولانا ازہار احمد امجدی مصباحی	مرکز تربیت افتا، اوجھا گنج، بستی	۵	–	۷
(۳۸)	مفتی ابرار احمد اعظمی	دار العلوم ندائے حق، جلال پور	۲۰	–	۱
(۳۹)	مولانا محمد الیاس مصباحی	دار العلوم محبوب یزدانی، بسکھاری	۹	–	–
(۴۰)	مولانا شمیم اختر مصباحی	مرکزی دار القراءت، جمشید پور	۶	–	–
(۴۱)	مولانا ساجد علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	–	–	۲
(۴۲)	مولانا محمد صادق مصباحی	مدرسہ عربیہ سعید العلوم، مہراج گنج	–	–	۲
(۴۳)	مولانا دستگیر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	–	–	۲
(۴۴)	مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	–	–	۲

(۴۵)	مولانا عبد الرحمٰن مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور	-	-	۲

------[بقیہ شرکاے سیمینار]------

(۴۶)	مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی، نائب ناظم، جامعہ اشرفیہ	(۴۷)	مفتی بدر عالم مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۴۸)	مولانا مسعود احمد برکاتی، جامعہ اشرفیہ	(۴۹)	مولانا صدر الوریٰ قادری، جامعہ اشرفیہ
(۵۰)	مولانا نفیس احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۵۱)	مفتی محمد نسیم مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۵۲)	مفتی زاہد علی سلامی، جامعہ اشرفیہ	(۵۳)	مولانا مبارک حسین مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۵۴)	مولانا ناظم علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۵۵)	مولانا اختر کمال قادری، جامعہ اشرفیہ
(۵۶)	مولانا نعیم الدین عزیزی، جامعہ اشرفیہ	(۵۷)	مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۵۸)	مولانا محمد عرفان عالم مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۵۹)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری، جامعہ اشرفیہ
(۶۰)	مولانا عبد اللہ ازہری، جامعہ اشرفیہ	(۶۱)	مولانا ازہر الاسلام ازہری، جامعہ اشرفیہ
(۶۲)	مولانا محمد قاسم مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۶۳)	مولانا ارشاد احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۶۴)	مولانا قاری محمد رضا مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۶۵)	مولانا محمد ہارون مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۶۶)	مولانا حسیب اختر مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۶۷)	مولانا محمد اشرف مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۶۸)	مولانا احمد رضا مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۶۹)	مولانا غلام نبی مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۷۰)	مولانا محمد انوار مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۷۱)	مولانا اسلام الدین عزیزی، جامعہ اشرفیہ
(۷۲)	مولانا نظام الدین قادری مصباحی، دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی	(۷۳)	مولانا محمد صلاح الدین مصباحی، فیض العلوم، جمشید پور
(۷۴)	مفتی شاہد رضا مصباحی، مرکزی دار القراءت جمشید پور	(۷۵)	مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی، جامع اشرف، کچھوچھا شریف
(۷۶)	مولانا ممتاز احمد مصباحی، مدرسہ شمس العلوم، گھوسی	(۷۷)	مولانا محمد رضوان احمد مصباحی، نثار العلوم، شہزاد پور، اکبر پور
(۷۸)	مولانا محمد ابراہیم مصباحی، کشمیر	(۷۹)	مولانا سید امین القادری، مالیگاؤں
(۸۰)	مفتی نثار احمد مصباحی، مدرسہ برکت العلوم، نواری بازار	(۸۱)	قاری نور الہدیٰ مصباحی، گورکھ پور
(۸۲)	مولانا ریاض احمد مصباحی، خلیل آباد	(۸۳)	ڈاکٹر محب الحق رضوی، گھوسی
(۸۴)	مولانا محمود احمد مصباحی، الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی	(۸۵)	مولانا معین الدین مصباحی، ہوڑہ
(۸۶)	مولانا اختر حسین مصباحی، جھارکھنڈ	(۸۷)	مولانا رفیع القدر مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۸۸)	مولانا مقبول احمد مصباحی، چھدر پور	(۸۹)	مولانا امیر الدین مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۹۰)	مولانا محمد شمیم اعظمی، گھوسی، مئو	(۹۱)	مولانا اکبر علی مصباحی، کشی نگر
(۹۲)	قاری جلال الدین، گورکھ پور	(۹۳)	مولانا عبد الحلیم مصباحی، خلیل آباد

(۹۴)	مولانا نعیم اختر مصباحی، سراج العلوم، نوادہ، مبارک پور	(۹۵)	حافظ محمد غفران اشرفی، مالیگاؤں
(۹۶)	مولانا تجمل حسین اشرفی، مالیگاؤں	(۹۷)	مولانا مقصود احمد اشرفی، مالیگاؤں
(۹۸)	مولانا فتح محمد مصباحی، راجستھان	(۹۹)	مولانا طفیل احمد مصباحی، الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی
(۱۰۰)	قاری جمیل احمد مصباحی، مبارک پور	(۱۰۱)	قاری نور الحق مصباحی، جامعہ اشرفیہ
(۱۰۲)	مولانا رحمت اللہ مصباحی، مبارک پور	(۱۰۳)	مولانا عبد الرحیم نعیمی، الہ آباد
(۱۰۴)	مولانا اسلم مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۱۰۵)	مولانا محمد محبوب مصباحی، مبارک پور
(۱۰۶)	مولانا محمد اعظم مصباحی، شعبۂ تحقیق، جامعہ اشرفیہ	(۱۰۷)	مولانا محمد آصف مصباحی، شعبۂ تحقیق، جامعہ اشرفیہ
(۱۰۸)	مولانا محمد راشد مصباحی، شعبۂ تحقیق، جامعہ اشرفیہ	(۱۰۹)	مولانا اشرف نہال مصباحی، شعبۂ تحقیق، جامعہ اشرفیہ
(۱۱۰)	مولانا محمد ذیشان مصباحی، شعبۂ تحقیق، جامعہ اشرفیہ	(۱۱۱)	مولانا احمد رضا مصباحی، شعبۂ تحقیق، جامعہ اشرفیہ
(۱۱۲)	مولانا سبطین مصباحی، شعبۂ تحقیق، جامعہ اشرفیہ	(۱۱۳)	مولانا مقبول احمد مصباحی، شعبۂ تحقیق، جامعہ اشرفیہ
(۱۱۴)	قاری محمد ابوذر مصباحی، جامعہ اشرفیہ	(۱۱۵)	حافظ انوار احمد مصباحی، مبارک پور

------[ضمنی سیمینار کے شرکا]------

۱۴/ ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ /۲۲/ دسمبر ۲۰۱۸ء شنبہ کو تقریباً دو گھنٹے تک پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت کے کچھ اہم گوشوں پر بحث ہوئی، پھر ایک حکم پر سب کا اتفاق ہوا۔ اس کے شرکا حسب ذیل ہیں۔

(۱) صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی، صدر مجلس شرعی (وصدر اجلاس)
(۲) سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، ناظم مجلس شرعی
(۳) حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۴) حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۵) حضرت مولانا عارف اللہ فیضی، مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ
(۶) حضرت مولانا اختر کمال قادری، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۷) حضرت مولانا عبد الغفار اعظمی، مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد
(۸) حضرت مولانا ناظم علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۹) حضرت مولانا ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۱۰) حضرت مولانا دستگیر عالم مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۱۱) حضرت مولانا اختر حسین فیضی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۱۲) حضرت مولانا محمود علی مشاہدی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۱۳) حضرت مولانا ناصر حسین مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۱۴) حضرت مولانا عرفان عالم مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۱۵) حضرت مولانا محمد ہارون مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
(۱۶) حضرت مولانا توفیق احسن برکاتی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

خلاصۂ مقالات

بعنوان

فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت

مولانا محمد ہارون مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم☆حامدًا و مصلیا و مسلما

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے پچیسویں فقہی سیمینار کے موضوعات میں سے ایک اہم ترین موضوع ہے: ”فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت“۔

مندوبین حضرات میں سے دس علمائے کرام کے مقالات اس موضوع پر دستیاب ہوئے جن کے صفحات کی کل تعداد اڑتیس ہے۔

اس موضوع سے متعلق دو سوال نامے جاری ہوئے ایک مختصر اور دوسرا تفصیلی۔ ان سوال ناموں میں فاریکس ٹریڈنگ کی جو تفصیل پیش کی گئی اس کا ماحصل کچھ یہ ہے:

فاریکس انگریزی کے لفظ ”فارن ایکس چینج“ کا مخفف ہے اور ٹریڈنگ کا معنی ہے تجارت۔ یہ ایک ایسی تجارت ہے جس میں ایک ملک کی کرنسی کے بدلے دوسرے ملک کی کرنسی کی آن لائن خرید و فروخت ہوتی ہے۔ ایک ملک کی کرنسی کی شرح دوسرے ملک کی کرنسی سے مختلف ہوتی ہے جس میں اتار چڑھاو بھی ہوتا رہتا ہے۔ خرید و فروخت آن لائن ہونے کی وجہ سے ٹریڈر (تاجر) کو کرنسی کی شرح معلوم ہوتی رہتی ہے اور وہ اس سے نفع کماتا رہتا ہے۔ سوال نامے میں یہ بھی ہے کہ ٹریڈر کرنسی کے صرف شیئرز خریدتا ہے۔ کرنسی کا مالک نہیں ہوتا ہے۔

اس میں کرنسی کے علاوہ سونا، تیل وغیرہ کی بھی تجارت ہوتی ہے۔ سونے اور تیل کی یو ایس ڈالر میں قیمت نکال کر یو ایس کرنسی کو دوسری کرنسی سے فروخت کیا جاتا ہے۔ آن لائن سونا چاندی کی خرید و فروخت میں سونا چاندی کا بائع کی ملکیت میں ہونا ضروری نہیں ہے۔

فاریکس کاروبار شروع کرنے کے لیے ٹریڈر کو کسی رجسٹرڈ اور اچھی شہرت کے حامل انٹرنیشنل فاریکس بروکر کے پاس اکاؤنٹ کھولنا پڑتا ہے۔ پھر اسی بروکر کے ذریعہ ٹریڈنگ یعنی تجارت ہوتی ہے۔ ٹریڈنگ جب بھی ہوتی ہے ایک ہی وقت میں ایک کرنسی خریدی جاتی ہے اور دوسری بیچی جاتی ہے۔ جو کرنسی طاقت ور ہوتی ہے وہ خریدی جاتی ہے اور جو کمزور ہوتی ہے وہ بیچی جاتی ہے۔ کسی کرنسی کی طاقت یا کمزوری کا اندازہ اس ملک کی پیداوار، افراط زر اور روزگار جیسے عوامل سے لگایا جاتا ہے۔

ٹریڈر کو فاریکس بروکر ڈیمو اکاؤنٹ میں فری پریکٹس کی سہولت مہیا کرتا ہے تاکہ ٹریڈر رِیَل (Real) اکاؤنٹ شروع کرنے سے پہلے کوئی ٹریڈنگ سسٹم بنالے اور یہ سیکھ لے کہ ٹریڈنگ کس طرح اوپن کرتے ہیں اور کیسے کلوز کرتے ہیں اور وہ ساری باتیں جان لے جن کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ٹریڈر جب تک ڈیمو اکاؤنٹ میں پریکٹس کر کے ماہر نہ ہو جائے اس وقت تک اسے رِیَل (Real) اکاونٹ کے بارے میں سوچنا بھی نہ چاہیے۔

فاریکس میں ۹۰٪ فیصد ٹریڈرز اپنا تمام سرمایہ ڈبو دیتے ہیں جس کی وجہ فاریکس کی تعلیم حاصل نہ کرنا، ڈیمو اکاؤنٹ میں کافی پریکٹس نہ کرنا، ٹریڈنگ سسٹم کا نہ ہونا، ڈسپلن کی عدم موجودگی اور منی مینجمنٹ کا نہ ہونا ہے۔

فاریکس راتوں رات امیر بننے کی اسکیم نہیں ہے، جیسا کہ نئے لوگوں کو پھنسانے کے لیے عام طور پر اشتہارات میں دعوے کیے جاتے ہیں۔

کسی بھی ٹریڈ سے پہلے مارکیٹ کا تجزیہ کرنا بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ چارٹ کیا بتا رہا ہے؟ مارکیٹ اوپر جا رہی ہے یا نیچے؟ مارکیٹ ٹرینڈ میں ہے یا سائڈ میں؟ برطانیہ میں کوئی بینک ریٹ یا مجموعی پیداوار یا افراط زر یا بے روزگاری کی شرح کا آج اعلان تو نہیں ہو رہا؟ وغیرہ

فاریکس ٹریڈنگ میں آرمی ڈسپلن کی طرح کا ڈسپلن ہونا بہت ضروری ہے۔ بدقسمتی سے ٹریڈرز کی اکثریت اسی اہم موضوع کی طرف توجہ نہیں دیتی جس کی وجہ سے لگاتار نقصان کا سامنا ہوتا ہے۔

فاریکس کے میدان میں نووارد ٹریڈرز کو لوٹنے کے لیے کچھ فراڈیے بھی سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے پرکشش اشتہار میں

دعوی کرتے ہیں کہ اگر آپ کو فاریکس کا نالج نہیں ہے یا آپ کے پاس ٹریڈنگ کے لیے وقت نہیں ہے تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے پاس پروفیشنل ٹریڈرز ہیں جو لمبا تجربہ رکھتے ہیں، آپ سرمایہ کاری کریں، ہر ماہ آپ کو توقعات سے بڑھ کر نفع ملتا رہے گا وغیرہ۔ ایسے پرائیویٹ اکاؤنٹ مینیجرز سے محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

کئی بروکر بھی آپ سے مینجڈ اکاؤنٹس کے لیے ای میل اور ٹیلفونک رابطہ کرتے ہیں اور پرکشش آفرز دیتے ہیں اور سبز باغ دکھاتے ہیں اور پھر ٹریڈرز کے سرمایے کا صفایا کر دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ آن لائن فاریکس ٹریڈنگ تین طرح کی بیوع کا کاروبار ہے:

(۱) ایک ملک کی کرنسی کی بیع دوسرے ملک کی کرنسی سے

(۲) ایک ملک کے سونے کی بیع دوسرے ملک کی کرنسی سے

(۳) ایک ملک کے تیل کی بیع دوسرے ملک کی کرنسی سے

ان میں سونا اور تیل پر قبضہ پایا جاتا ہے اور کرنسی پر قبضہ نہیں پایا جاتا۔ لیکن سونے کی خرید و فروخت سے مقصود اگر صرف نفع کا حصول ہو تو سونے پر بھی قبضہ کی حاجت نہ ہوگی بلکہ سونا ایک جگہ رکھا رہے گا اور اس کی بیع در بیع ہوتی رہے گی۔

فاریکس ٹریڈنگ میں نفع کم ضرر زیادہ ہے۔ مہارت رکھنے والے عموماً کامیاب رہتے ہیں مگر بسا اوقات انھیں بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن جو اس میدان کے ماہر نہیں ہوتے وہ دو تین بار فائدہ اٹھانے کے بعد اپنی ساری پونجی کھو بیٹھتے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔

ان تفصیلات کے پیش نظر مندوبین کرام سے تین سوالات کیے گئے تھے۔ اب وہ سوالات اور مقالہ نگار حضرات کے جوابات پیش خدمت ہیں:

پہلا سوال: ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی سے آن لائن خریدنا، بیچنا کیسا ہے؟ دلائل شریعت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

دوسرا سوال: فساد یا بطلان کی صورت میں اس کے جواز کے لیے کوئی شرعی حل یا حیلہ ممکن ہے یا نہیں؟

ان سوالوں کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کی تین رائیں سامنے آئیں:

پہلی رائے: ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی سے آن لائن خریدنا، بیچنا جائز ہونا چاہیے۔

یہ رائے دو حضرات کی ہے: حضرت مفتی عبد الرحیم اکبری راجستھان، حضرت مولانا شبیر احمد مصباحی برگدھی، مہراج گنج۔

اس رائے کا لب لباب یہ ہے کہ یہ "بیع صرف" نہیں، لہٰذا تقابض بدلین ضروری نہیں، احد البدلین پر قبضہ کافی ہے اور یہاں قبضہ پایا جا رہا ہے، کیوں کہ اکاؤنٹ ہولڈر کے کھاتے میں رقم درج ہوتی ہے جس پر وہ مالکانہ تصرف کا حق رکھتا ہے۔ لہٰذا اکاؤنٹ میں رقم کا اندراج قبضۂ حکمی ہے تو یوں کرنسی کی بیع در بیع میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رہا نقصان کا خطرہ تو بروکر کے معتمد، انٹرنیٹ کنکشن کے تیز رفتار اور نفع کا غالب گمان ہونے کی صورت میں نقصان کا محض وہم ہی ہوتا ہے جو اس کے جواز سے مانع نہیں۔

مفتی عبد الرحیم اکبری "اکاؤنٹ میں اندراج قبضہ ہے" کے حوالے سے مجلس شرعی کا فیصلہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"مذکورہ [مجلس شرعی کے] فیصلے کی رو سے جب اکاؤنٹ میں اندراج قبضہ ہوا تو ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی سے خریدنا، بیچنا جائز ہے کیوں کہ یہ بیع صرف نہیں، لہٰذا بدلین کا تقابض فی المجلس ضروری نہیں، احد البدلین پر قبضہ کافی ہے اور مختلف جنس کی کرنسیوں کے تبادلے میں تفاضل بھی جائز ہے، کیوں کہ عاقدین میں سے ہر ایک کی متعلقہ کرنسی اس کے اکاؤنٹ میں درج ہوگی جو حکمی قبضہ ہے تو یوں کرنسی کی بیع در بیع میں کوئی حرج نہیں ہے۔" (مقالہ مفتی عبدالرحیم اکبری، ص:۱)

آگے لکھتے ہیں:

"جب مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہوگئیں تو ان کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ جائز ہے۔ لہٰذا ایک ریال کا تبادلہ ایک روپیہ سے بھی کرنا جائز ہے، پانچ روپیہ سے بھی جائز ہے کیوں کہ امام اعظم اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کے نزدیک ایک فلس کا دو فلسوں سے تبادلہ اس لیے ناجائز تھا کہ وہ سکے آپس میں بالکل برابر اور ہم مثل تھے جس کی بنا پر تبادلہ کے وقت ایک سکہ بغیر عوض کے خالی رہ جاتا تھا۔ لیکن مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہونے کی بنا پر ہم مثل اور برابر نہ رہیں اس لیے ان کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کے وقت کرنسی کا کوئی حصہ خالی عن العوض نہیں کہا جائے گا۔ اور جب خالی عن العوض نہیں تو کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ جائز ہے۔" (مقالہ مفتی عبدالرحیم اکبری، ص:۲)

اور آگے لکھتے ہیں:

”رہا نقصانات کا خطرہ تو رجسٹرڈ اور مشہور انٹرنیشنل فاریکس بروکر کے پاس اکاؤنٹ کھولنے اور عمدہ کمپیوٹر اور تیز رفتار انٹرنیٹ کنیکشن حاصل ہونے سے نفع کا غالب گمان ہو تو نقصان کا محض وہم اس کے جواز سے مانع نہیں۔“ (مقالہ مفتی عبدالرحیم اکبری ،ص:۲)

مولانا شبیر احمد صاحب لکھتے ہیں:

” یہ تجارت ایجنٹ کے توسط سے انجام پاتی ہے جو میری فہم ناقص میں تاجر کا وکیل اور ایک طرح کا دلال ہوتا ہے۔ اور وکیل اور دلال کے توسط سے ہونے والی بیع و شرا شرعاً درست ہوتی ہے۔“

(مقالہ مولانا شبیر احمد مصباحی ص:۲)

آگے لکھتے ہیں:

”خریدار اپنے اکاؤنٹ سے خریدی ہوئی کرنسی کا بدل کرنسی فروخت کرنے والے کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیتا ہے، اور فروخت کرنے والا اپنی بکی ہوئی کرنسی کو اس کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیتا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ اکاؤنٹ میں درج رقم اکاؤنٹ والے کا مملوک اور مقبوض ہوتی ہے۔ لہٰذا اس خرید و فروخت کی عملی صورت کی روشنی میں غیر مقبوض شی کی خرید و فروخت لازم نہیں کہ ناجائز ہو۔“ (مقالہ مولانا شبیر احمد صاحب، ص:۳)

ان کے پیش کردہ دلائل و جزئیات یہ ہیں:

فتاوی رضویہ ج:۸، ص:۱ میں ہے:

مسئلہ: بعض شخصوں نے کچھ روپے زید کو دیے کہ ان کی کتابیں دینیہ لے کر طالب علموں کو دے دو۔ زید کے پاس خود وہ کتابیں دینیہ موجود تھیں۔ اس نے اپنے پاس سے حسب نرخ بازار کتابیں لے کر طالب علموں کو تقسیم کر دیں اور وہ روپے اپنی کتابوں کی قیمت میں آپ رکھ لیے اور یہ سمجھا کہ میں نے یہ بیع اصالۃ اور خرید وکالۃ کی ہے اور مقتضائے حال سے قطعاً معلوم ہے کہ مالکوں کو ہرگز کچھ غرض اس سے متعلق نہ تھی کہ بازار ہی سے کتابیں خریدی جائیں اسی واسطے انھوں نے معاملہ میں یہ قید نہیں لگائی۔ ان کا اصل مقصد تقسیم کتب سے تھا وہ زید نے بخوبی کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ تقسیم کتب مالکوں کی طرف سے ہو گئی یا نہیں؟ الخ

الجواب: صورت مستفسرہ میں زید کو اصلاً یہ اختیار نہ تھا۔ نہ وہ بیع ان روپیہ دینے والوں کے ہاتھ ہوئی۔ فإن الواحد لایتولی طرفي العقد في البیع و أمثاله بخلاف النکاح. تو یہ کتابیں اس کی اپنی گئیں۔ روپے کے مالکوں کو ان کا روپیہ واپس کرے۔

بہار شریعت حصہ:۱۲، ص:۱۳۵ میں ہے:

دلال کو روپے دیے کہ اس کی میرے لیے چیز خرید دو اور چیز کا نام نہیں لیا اگر وہ کسی خاص چیز کی دلالی کرتا ہو تو وہی چیز مراد ہے ورنہ توکیل فاسد۔

فتاوی رضویہ ج:۷، ص:۱ میں ہے:

عمرو نے جس وقت خالد کے ہاتھ بیع کی اگر عمرو اس وقت گواہان عادل شرعی اس امر پر رکھتا تھا کہ یہ مکان میری ملک ہے، بکر و بائع بکر غاصب ہیں جب تو بیع عمرو بدست خالد صحیح و تام و نافذ واقع ہوئی۔ مکان ملک خالد ہو گیا، خالد کا دعویٰ صحیح ہے۔ بوجہ وجود بینہ عادلہ عمرو کو حکماً قدرت علی التسلیم حاصل تھی اور اسی قدر صحت و نفاذ بیع کے لیے کافی ہے۔ حقیقۃً مقدور التسلیم فی الحال ہونا کسی کے نزدیک ضرور نہیں الخ۔

دوسری رائے: ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی سے آن لائن خریدنا، بیچنا ماہرین کے لیے جائز اور غیر تجربہ کار لوگوں کے لیے ناجائز ہے۔

یہ رائے تین حضرات کی ہے: حضرت مولانا قاضی فضل احمد مصباحی بنارس، مولانا محمد رفیق عالم مصباحی بریلی شریف، مولانا قاضی فضل رسول مصباحی مہراج گنج۔

ان حضرات کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کے زمانے میں تمام ممالک کی کرنسیاں ثمن اصطلاحی ہیں اس لیے ان کی خرید و فروخت بیع صرف نہیں، بلکہ بیع النوط بالنوط ہے۔ لہٰذا اس بیع کی صحت کے لیے تقابض بدلین ضروری نہیں بلکہ ایک جانب سے قبضہ بھی کافی ہے۔ اور یہاں پہلی خرید و فروخت میں کرنسی کی بیع اس کے اصل مالک و قابض کی طرف سے ہوتی ہے اس لیے اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ البتہ اس کے بعد کرنسی کے مشتری کے قبضہ میں آنے سے پہلے جو بیع در بیع ہو رہی ہے اس میں یہ اشکال ہے کہ چوں کہ یہاں قبضہ نہیں ہے اس لیے مبیع کے ہلاک ہونے کی صورت میں انفساخ عقد کا اندیشہ ہے اس لیے بعد کی بیع در بیع ناجائز ہونی چاہئیں لیکن جواز کی راہ یوں نکل آئے گی:

اولاً: اگرچہ قبضۂ حقیقی نہیں ہے مگر قبضۂ حکمی سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اکاؤنٹ ہولڈر کے کھاتے میں رقم درج ہوتی ہے جس پر اسے مالکانہ تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ اور جواز بیع کے لیے اس طرح کا قبضہ بھی کافی ہے۔

ثانیاً: انفساخ عقد کا اندیشہ وہاں ہوتا ہے جہاں مبیع ذاتی طور پر متعیّن ہو۔ اور یہاں مبیع کرنسی ہے جو ذاتی طور پر متعیّن نہیں۔ ملک

کی کرنسی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہے کسی فرد معین کے ہلاک ہونے سے فسخ عقد کا دھوکا بالکل بھی نہیں ہے اس لیے بعد کی بیع در بیع بھی جائز ہوں گی۔

البتہ یہ اجازت صرف اس میدان کے ماہرین کے لیے ہے بشرطے کہ نفع کا حصول مظنون ہو۔ رہے غیر ماہرین تو ان کے لیے یہ بیع ناجائز ہے کہ ان کے حق میں اس بیع میں معنیٔ غرر اور شبہہ قمار کا تحقق ہے اور ان کے لیے کوئی حیلہ تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

مولانا قاضی فضل رسول مصباحی لکھتے ہیں:

"[اس بیع کے] بیع صرف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن سے ہو تو اس سے مراد ثمن عرفی نہیں بلکہ ثمن خلقی ہے اور نوٹ ثمن اصطلاحی ہے۔ لہٰذا اس عقد کی صحت کے لیے تقابض بدلین ضروری نہیں بلکہ ایک طرف سے بھی قبضہ کافی ہے۔"

(مقالہ مولانا قاضی فضل رسول مصباحی، ص:۲)

مولانا محمد رفیق عالم مصباحی لکھتے ہیں:

"یہاں پہلی بیع جو مبیع کے مالک و قابض کی جانب سے ہوتی ہے اس میں مبیع پر حقیقۃً قبضہ متحقق ہے۔ اور اس کے بعد کے عقودِ بیع در بیع میں اگرچہ حقیقۃً قبضہ نہیں پایا جاتا مگر خریدار کو اس پر مالکانہ تصرف حاصل ہو جانے کی وجہ سے شئِ مبیع حکماً مقبوض کے درجے میں آجاتی ہے۔ اور جوازِ بیع کے لیے اس طرح کا قبضہ بھی کافی ہے۔" (مقالہ مولانا محمد رفیق عالم مصباحی، ص:۱)

مولانا قاضی فضل احمد لکھتے ہیں:

"غرر انفساخ عقد جس کی وجہ سے بعد کی بیع در بیع ناجائز ہو جا رہی ہے وہ یہاں متحقق نہیں ہے کہ مبیع کی ذات اس قسم کی بیعوں میں متعیّن نہیں ہوتی، ملک کی کرنسی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہے، کسی فرد معین کے ہلاک ہونے سے فسخ عقد کا دھوکا نہیں ہے۔"

(مقالہ مولانا قاضی فضل احمد مصباحی، ص:۳)

مولانا قاضی فضل رسول مصباحی لکھتے ہیں:

"ایک ملک کی کرنسی کے بدلے دوسرے ملک کی کرنسی کی آن لائن خرید و فروخت میں ناتجربہ کار انسان کے لیے ہمہ دم خطرہ ہی خطرہ ہے جو غرر اور دھوکا اور معنیٔ قمار پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام ہے۔ غرر تو اس لیے ہے کہ حصول نفع کے لیے جو کام کر رہا ہے خود اس کے حق میں بوجہ ناتجربہ کاری حصول نفع مخفی ہے کہ اسے معلوم ہی نہیں کہ ذرائع نفع کیا ہیں؟ کیوں کہ بقول مبسوط غرر اسے کہتے ہیں جس کا انجام پوشیدہ ہو۔ اور بیع غرر سے حدیث شریف میں روکا گیا ہے۔ علت منع یہ ہے کہ معلوم نہیں مقصد کا حصول بھی ہو گا یا نہیں۔ غیر ماہر ناتجربہ کار کے لیے عدم حصول نفع اکثر وقوع پذیر ہے۔ لہٰذا ایسوں کے لیے یہ بیع باطل ہے۔" (مقالہ قاضی فضل رسول مصباحی ص:۴)

آگے لکھتے ہیں:

"مذکورہ مسئلے میں حقیقی غرر و قمار نہیں بلکہ معنیٔ غرر و شبہۂ قمار ہے جو مخصوص افراد یعنی غیر مجرب و غیر ماہر کے لیے ثابت ہے۔ لہٰذا اس بیع کا بطلان انھیں مخصوص افراد کے لیے ہو گا۔ رہے تجربہ کار ماہر حضرات تو ان کے حق میں اس معنیٔ غرر و شبہۂ قمار کا تحقق نہیں۔ اس لیے ان کے لیے ایسی خرید و فروخت باطل نہیں۔"

(مقالہ قاضی فضل رسول مصباحی، ص:۴)

ان حضرات کے پیش کردہ دلائل و جزئیات یہ ہیں:

ہدایہ میں ہے:

"و من اشترى شيئًا مما ينقل و يحول لم يجز بيعه حتى يقبضه ؛ لأنه عليه الصلاة و السلام نهىٰ عن بيع ما لم يقبض و لأنّ فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك." (ہدایہ ج: ۳، ص: ۵۸)

فتاوی رضویہ میں ہے:

و تحقيق ذلك أن بيع النوط بالدراهم كالفلوس بها ليس بصرف حتى يجب التقابض؛ فإن الصرف بيع ماخلق للثمنية بما خلق لها كما فسره به البحر و الدر و غيرهما. و معلوم أن النوط والفلوس ليست كذلك وإنما عرض لها الثمنية بالاصطلاح مادامت تروج و إلّا فعروض وبعدم كونه صرفا صرح في ردالمحتار عن البحر عن الذخيرة عن المشايخ في باب الربا نعم لكونها أثمانا بالرواج لابد من قبض أحد الجانبين و إلا حرم لنهيه صلى الله تعالى عليه وسلم عن بيع الكالئ بالكالئ، و المسألة منصوص عليها في مبسوط الإمام محمد و اعتمده في المحيط والحاوى والبزازية والبحر والنهر وفتاوى الحانوتي والتنوير والهندية وغيرها

وهو مفاد كلام الإسبيجابي كما نقله الشامي عن الزين عنه. (ج: ٧، ص: ١٤٧، رضا اکیڈمی، ممبئی)

ردالمحتار میں ہے:

الأصل أن كل عقد ينفسخ بهلاك العوض قبل القبض، لم يجز التصرف في ذلك العوض قبل قبضه كالمبيع في البيع والأجرة إذا كانت عينا في الإجارة وبدل الصلح عن الدين إذا كان عينا لايجوز بيع شيء من ذلك، ولا أن يشرك فيه غيره، وما لا ينفسخ بهلاك العوض فالتصرف فيه قبل القبض جائز. (ج: ٧، ص: ٣٧٠، مکتبہ زکریا)

ہدایہ میں ہے:

لأنّ فيه غررًا. "اس لیے کہ اس میں دھوکا ہے۔"

اسی پر نہایہ میں ہے:

" و لأنّ فيه غررا " الغرور" ما طوي عنك علمه و ذكر في المبسوط " الغرر" ما يكون مستور العاقبة و ذكر في المغرب : نهي عن بيع الغرر و هو الخطر الذي لا يدرى ما يكون أم لا. (ہدایہ آخرین ص: ٥١)

نیز ہدایہ میں ہے:

لأنّ فيه تعليقًا بالخطر. "اس لیے کہ اس میں خطرے کا اندیشہ ہے۔"

اسی پر ہدایہ کے حاشیہ میں ہے:

قوله: تعليقًا أي للتمليكات بالخطر والتمليكات لا تحمله لأدائه إلى معنى القمار؛ لأنه بمنزلة أن يقول البائع للمشتري أي ثوب ألقيت عليه الحجر فقد بعته، أي ثوب لمسته بيدك فقد بعته، أي ثوب نبذته إليّ فقد اشتريته. (عناية على الهداية ص: ٥٤)

تیسری رائے: ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی سے آن لائن خریدنا بیچنا ناجائز ہے۔ اور جواز کا کوئی حیلہ تلاش کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

یہ رائے پانچ حضرات کی ہے: مفتی آل مصطفیٰ مصباحی گھوسی، مئو، مولانا منظور احمد خاں عزیزی سلطان پور، مولانا جنید احمد مصباحی اشرفیہ، مولانا محمد سعید رضا مصباحی اشرفیہ، مولانا محمد عارف اللہ فیضی مصباحی، محمد آباد، مئو۔

خیال رہے کہ سوال نامے کی تفصیلات سے کچھ مقالہ نگار حضرات کو یہ اشتباہ ہوا کہ آیا فاریکس ٹریڈنگ میں کرنسی کے شیئرز خریدے اور بیچے جاتے ہیں یا کرنسی کے بدلے کرنسی خریدی اور بیچی جاتی ہے؟ لیکن دونوں صورتوں میں یہ خرید و فروخت ناجائز ہی ہے۔

پہلی صورت میں اس لیے کہ شیرز نہ مال ہیں، نہ ان کی کوئی قیمت بلکہ وہ شئ معدوم ہیں۔ اور دوسری صورت میں اس لیے کہ یہ بیع بالشرط بھی ہے، اس میں ربا بھی ہے، ضرر و غرر اور غبن فاحش بھی، روح قمار بھی اور کمیشن خوری اور دلالی بھی۔

مولانا محمد سعید رضا صاحب لکھتے ہیں:

" سوال نامے میں مذکورہ معلومات کے مطابق فاریکس ٹریڈنگ میں کرنسی کی بیع کرنسی سے نہیں ہوتی بلکہ کرنسیوں کے صرف شیرز خریدے اور بیچے جاتے ہیں اور کرنسیوں کے شیرز نہ مال ہیں اور نہ ان کی کوئی قیمت اور نہ ہی وہ موجود۔ بلکہ وہ فرضی اور معدوم شے ہیں۔ اور مبیع بننے کے لیے ضروری ہے کہ مال ہو اور متقوم بھی ہو تبھی اس کی بیع جائز ہوتی ہے اور معدوم چیز کی بیع، بیع باطل ہوتی ہے جو کہ ناجائز ہے۔" (مقالہ مولانا محمد سعید صاحب، ص:۱)

مفتی آل مصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں:

" یہ بیع بالشرط ہے یعنی اس میں ایسی شرطیں لگائی گئی ہیں جو تقاضاے عقد کے خلاف ہیں۔ مثلاً: (۱) بروکر سے قرض لیں۔ یہ وہ رقم ہوتی ہے جو بروکر ٹریڈر کے اکاؤنٹ میں موجود اس کی رقم میں ملاکر اسے بڑا کر دیتا ہے۔ اس کو لیوریج کہا جاتا ہے۔ یہ رقم بروکر لازماً ملاتا ہے ورنہ وہ ٹریڈر کو اپنے پلیٹ فارم سے اجازت نہیں دیتا۔ (۲) اسی طرح عہد و میثاق خریدنا جسے لاٹ کہتے ہیں۔ عہد و میثاق تو کوئی مال نہیں مگر یہودی نصرانی ذہنیت کی پیداوار اس تجارت میں ٹریڈر پر اسے بھی خریدنا لازم کر دیا گیا ہے۔ (۳) یہ شرط بھی کہ بروکر ٹریڈر کی دلالی کرے گا اور اس پر اس سے اجرت لے گا۔

کم از کم یہ تین شرطیں لازمی ہوتی ہیں جو ظاہر ہیں۔ ممکن ہے کچھ اور بھی شرطیں ہوں جن کو ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اور یہ بات تو فقہ کے مسلمات میں سے ہے کہ ہر وہ شرط جو تقاضاے عقد کے خلاف ہو وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے۔" (مقالہ مفتی آل مصطفیٰ صاحب، ص:۳)

آگے لکھتے ہیں:

" فاریکس ٹریڈنگ کے لیے جس بروکر کے پلیٹ فارم سے ٹریڈنگ (تجارت) ہوتی ہے وہ بروکر بطور قرض اپنا پیسہ ٹریڈر کو دیتا ہے اور اس پر بہر حال نفع لیتا ہے۔ خواہ ٹریڈنگ نفع میں ہو یا نقصان میں... اور یہ مسلم الثبوت حکم ہے کہ "کل قرض جرّ نفعًا فھو ربا." جو قرض نفع کھینچ لائے وہ سود ہے۔" (مقالہ مفتی آل مصطفیٰ صاحب، ص:۵)

مولانا منظور احمد خاں صاحب لکھتے ہیں:

" فاریکس ٹریڈنگ ایک ایسی فریب دہی کی تجارت ہے جو اہل مغرب کی شاطرانہ تجارتی بازی گری ہے جو غش، تدلیس، ضرر اور اموال کے ضرار پر مبنی ہے۔ فاریکس ٹریڈنگ کے دائرۂ کار میں آنے والے خسارہ اور بوار سے بچ نہیں سکتے الا من شاء اللہ۔"

(مقالہ مولانا منظور احمد صاحب، ص:۱)

مولانا جنید احمد صاحب لکھتے ہیں:

" اس کے ناجائز ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس میں غش وضرر و غبن فاحش پایا جاتا ہے کیوں کہ اس بیع میں لوگوں کو سبز باغ دکھایا جاتا ہے جیسا کہ سوال نامہ میں بتایا گیا ہے "فاریکس راتوں رات امیر بننے کی اسکیم نہیں جیسا کہ نئے لوگوں کو پھنسانے کے لیے اشتہارات میں غلط اور جھوٹے دعوے کیے جاتے ہیں... تو اب عام آدمی اشتہارات پر اعتماد کر کے کاروبار کرے گا تو ضرور نقصان ہوگا۔ اس کے اندر اس بیع کو پرکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے، پرکھ اور فراست صرف ماہرین کو ہوگی اور ماہرین کی تعداد چند فی صد سے زیادہ نہیں ہے۔"

(مقالہ مولانا جنید احمد صاحب، ص:۱)

آگے لکھتے ہیں:

" فاریکس ٹریڈنگ کے عدم جواز کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ طمع و قمار کا معاملہ ہے کیوں کہ اس میں لوگوں کو طمع کے جال میں پھانسنا اور ایک امید موہوم پر پانسا ڈالنا ہے اور یہی قمار ہے۔ اس لیے کہ کوئی ضروری نہیں کہ اشتہارات میں دی گئی معلومات کے مطابق کاروبار کرنے میں کامیابی ملے۔ ہو سکتا ہے کہ ناکام رہے کیوں کہ فاریکس در اصل Buyers اور Sellers کے درمیان ایک لڑائی ہوتی ہے۔ اگر Buyers جیت جائیں تو پرائس اوپر جاتی ہے اور اگر Sellers جیت جائیں تو پرائس نیچے جاتی ہے۔

پھر ٹریڈنگ کے دوران کینڈل کی جو اشکال سامنے آتی ہیں انھیں اشکال سے پرائس کے مستقبل قریب کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ مگر یہ بات ذہن نشیں رہے کہ فاریکس میں کوئی چیز سو فی صد نہیں ہوتی بلکہ اندازے غلط ہو جاتے ہیں۔ نیز عقل مند فراڈیے بھی فاریکس میں سرگرم عمل ہو جاتے ہیں جو مختلف ذرائع سے نو واردوں کو لوٹنے اور دھوکا دینے کے لیے نئے نئے حربے استعمال کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ یہ بیع لوگوں کو طمع دلا کر فاریکس کے جال میں پھنسانے اور حصولِ زر و تملک زر کی امید موہوم پر اپنا نصیب آزمانے کے لیے ہے۔ تو یہ امر موہوم پر ملک زر کو معلق کرنا ہے۔ اسی کا نام قمار ہے۔ اسی بنیاد پر زمانۂ جاہلیت کی بیوع، منابذہ، ملامسہ اور القاء الحجر کو فقہاے کرام نے فاسد و حرام قرار دیا۔ اور اسی بنا پر وہ تمام عقود حرام قرار پائے جن میں " تعليق الملك على الخطر" کا مفہوم پایا جائے۔" (مقالہ مولانا جنید احمد صاحب، ص:۳)

مفتی آل مصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں:

" فاریکس ٹریڈنگ میں کمیشن خوری و دلالی بھی ہے۔ بروکر کے پلیٹ فارم کے بغیر چوں کہ کوئی ٹریڈر ٹریڈنگ نہیں کر سکتا اس لیے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بروکر ٹریڈر سے کمیشن وصول کرتا ہے بلکہ کمیشن وصول کرتا رہتا ہے... یہ کمیشن دلالی کے عوض لیتا ہے مگر مجہول ہوتا ہے اور غالباً فی صد پر جو ممنوع و ناجائز ہے۔" (مقالہ مفتی آل مصطفیٰ صاحب، ص:۷)

ان حضرات کے پیش کردہ دلائل و جزئیات یہ ہیں:

تنویر الابصار، در مختار و رد المحتار میں ہے:

" و بطل بيع ما ليس في ملكه لبطلان بيع المعدوم؛ إذ من شرط المعقود عليه: أن يكون موجودا مالا متقوما مملوكا في نفسه. " (۵/ ۵۸، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب الآدمي مكرم شرعًا و لو كافراً، دار الفكر بيروت)

بہار شریعت میں ہے:

" معدوم کی بیع باطل ہے مثلاً دو منزلہ مکان دو شخصوں میں مشترک تھا ایک کا نیچے والا تھا دوسرے کا اوپر والا، وہ گر گیا، یا صرف بالا خانہ گرا، بالا خانہ والے نے گرنے کے بعد بالا خانہ بیع کیا یہ بیع باطل ہے کہ جب وہ چیز ہی نہیں بیع کس چیز کی ہوگی اور اگر بیع سے مراد اس حق کو بیچنا ہے کہ مکان کے اوپر اس کو مکان بنانے کا حق تھا یہ بھی باطل ہے کہ بیع مال کی ہوتی ہے اور یہ محض ایک حق ہے مال نہیں اور اگر بالا خانہ موجود ہے تو اس کی بیع ہو سکتی ہے۔" (ج:۲، ص:۶۹۷، کتاب البیوع، بیع فاسد کا بیان، مکتبۃ المدینہ)

و في الصحيح للبخاري : " إنّ الله كره لكم ثلاثة، قيل و قال و إضاعة المال و كثرة السوال.
(رواه البخاري، رقم الحديث: ١٢٠٧)

ہدایہ میں ہے:
قال: (و نهى رسول الله ﷺ) عن تلقي الجلب وهذا إذا كان يضر بأهل البد فإن كان لا يضر فلا باس به إلا إذا لبّس السّعر على الواردين فحينئذ يكره لما فيه من الغرر والضرر . (هدايه ج: ٣، ص: ٥٠ - ٥١، فصل فيما يكره، مجلس بركات)

ہدایہ میں ہے:
قال ولا يجوز البيع بإلقاء الحجر والملامسة والمنابذة وهذه بيوع كانت في الجاهلية وهو أن يتراوض الرجلان على سلعة أي يتساومان فإذا لمسها المشتري أو نبذها إليه البائع أو وضع المشتري عليها حصاة لزم البيع فالأول بيع الملامسة والثاني بيع المنابذة والثالث إلقاء الحجر وقد نهى النبي ﷺ عن بيع الملامسة والمنابذة ولأن فيه تعليقا بالخطر.
(هدايه ج: ٣، ص: ٣٧-٣٨، مجلس بركات)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:
"(قوله تعليقا) أي للتمليك بالخطر والتمليكات لا تحمله لأدائه إلى معنى القمار لأنه بمنزلة أن يقول البائع للمشتري : أيّ ثوب ألقيت عليه الحجر فقد بعته، وأيّ ثوب لمسته بيدك فقد بعته ، وأي ثوب نبذته إلي فقد اشتريته.". (عنايه ج: ٦، ص: ٥٥)

ہدایہ میں ہے:
" كل شرط يقتضيه العقد كشرط الملك للمشتري لا يفسد العقد لثبوته بدون الشرط ، وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود عليه وهو من أهل الاستحقاق يفسده."
(هدايه آخرين ، باب بيع الفاسد ص: ٤٣)

ردالمحتار میں ہے:
"وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا، فذاك حرام عليهم. " (كتاب الإجارة، ج: ٦)

تیسرا سوال: سونا اور تیل کی آن لائن ٹریڈنگ کا کیا حکم ہے؟
اس سوال کا جواب صراحت کے ساتھ بعض مقالہ نگار حضرات نے دیا اور بعض نے نہیں۔ جواب دینے والے حضرات کی تحریروں سے چار رائیں سامنے آئیں:

پہلی رائے :جس صورت میں سونا اور تیل پر بائع کا حقیقۃً قبضہ پایا جائے اس صورت میں ان کی آن لائن ٹریڈنگ جائز ہے اور جس صورت میں حقیقۃً قبضہ نہ پایا جائے اس صورت میں ان کی آن لائن ٹریڈنگ ناجائز ہے۔
یہ رائے دو حضرات کی ہے: حضرت مولانا محمد عارف اللہ صاحب، حضرت مولانا محمد سعید رضا صاحب۔
مولانا محمد سعید رضا صاحب لکھتے ہیں:
" سونا اور تیل پر جس صورت میں قبضہ پایا جاتا ہے اس صورت میں اس کی آن لائن ٹریڈنگ جائز ہے کیوں کہ یہ بیع بعد القبض ہے جو کہ جائز ہے۔ مثلاً ٹریڈر نے خریدا اور اس پر قبضہ بھی کر لیا، اس کے بعد کسی سے بیچ رہا ہے اور ٹریڈر نے جس سے خریدا اس کا قبضہ قبل بیع بھی ضروری ہے۔
جس صورت میں قبضہ نہیں پایا جاتا بلکہ سونے اور تیل کی خرید و فروخت سے مقصود صرف نفع کا حصول ہوتا ہے، سونا ایک جگہ پڑا رہتا ہے اس صورت میں ان کی آن لائن ٹریڈنگ جائز نہیں کیوں کہ منقول چیز کی بیع قبل قبضہ جائز نہیں اور سونا اور تیل منقول چیزیں ہیں۔" (مقالہ مولانا سعید صاحب، ص:۲)

دوسری رائے :بعدِ قبضہ اور قبلِ قبضہ دونوں صورتوں میں ان چیزوں کی آن لائن ٹریڈنگ جائز ہے۔ یہ رائے حضرت مولانا جنید احمد صاحب کی ہے۔
آپ دونوں صورتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
" اول الذکر بالکل جائز و درست ہے کیوں کہ ہر شخص اپنی مقبوضہ شے کو فروخت کر رہا ہے اور یہ بالکل جائز ہے۔ رہی آخر الذکر تو اس صورت میں پہلی بیع جائز ہوگی جو سامان کے اصل مالک و قابض کی طرف سے ہوتی ہے مگر اس کے بعد بیع در بیع ، بیع قبل القبض ہونے کی وجہ سے ناجائز ہونا چاہیے۔ لیکن مجلس شرعی کے چوبیسویں

فقہی سیمینار میں بیع قبل القبض کے تعلق سے جو فیصلہ ہوا اس سے پتا چلتا ہے کہ آج کل بیع در بیع قبل القبض کا جو رواج آن لائن ہے وہ جائز و درست ہے۔" –(مقالہ مولانا جنید احمد صاحب، ص:۴،۵)

مجلس شرعی کا وہ فیصلہ یہ ہے:

انٹرنیٹ کے ذریعہ آن لائن جو سامان خریدے جاتے، پھر ہاتھ میں آنے سے پہلے ہی بار بار خریداروں کی طرف سے بیچے جاتے ہیں ان کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ پہلی بیع جائز و صحیح ہے جو سامان کے اصل مالک و قابض کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کے بعد خریداروں کی بیع در بیع قبضہ سے پہلے ہونے کی وجہ سے بادی النظر میں ناجائز ہے چناں چہ ہدایہ میں ہے:

وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا مِمَّا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ لَمْ يَجُزْ لَه بَيْعُه حَتَّى يَقْبِضَه لِأَنَّه عَلَيْه الصَّلَاة وَالسَّلَامُ نَهى عَنْ بَيْعِ مَا لَمْ يُقْبَضْ وَلِأَنَّ فِيه غَرَرَ انْفِسَاخِ الْعَقْدِ عَلَى اعْتِبَارِ الْهلَاكِ(الهداية ج ٣، ص ٥٨ فصلٌ من باب المرابحة والتولية، مجلس البركات.)

قَالَ فِي الْفَتْح : الْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ عَقْدٍ يَنْفَسِخُ بِهلَاكِ الْعِوَضِ قَبْلَ الْقَبْضِ ، لَمْ يَجُزْ التَّصَرُّفُ فِي ذَلِكَ الْعِوَضِ قَبْلَ قَبْضِه كَالْمَبِيعِ فِي الْبَيْعِ وَالْأُجْرَة إِذَا كَانَتْ عَيْنًا فِي الْإِجَارَة وَبَدَلِ الصُّلْح عَنْ الدَّيْنِ إِذَا كَانَ عَيْنًا لَا يَجُوزُ بَيْعُ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ ، وَلَا أَنْ يُشْرَكَ فِيه غَيْرُه.(رد المحتار ج ٤ ، ص ١٨١، فصلٌ في التصرّف في المبيع والثمن / باب المرابحة والتولية، نعمانيه.)

مگر یہ حکم ایسے مبیع کا ہے جو جنس، نوع، ذات ہر لحاظ سے متعیّن ہو جیسا کہ فتح القدیر کے الفاظ "إذا كانت عينًا" اور "إذا كان عينًا" شاہد ہیں وجہ یہ ہے کہ "غررِ انفساخِ عقد بہ ہلاکِ مبیع" کی علت اسی صورت میں پائی جاتی ہے۔

لیکن اگر مبیع صرف جنس و نوع کے لحاظ سے متعیّن ہو اور اس کی ذات متعیّن نہ ہو جیسے موبائل، لیپ ٹاپ، ٹیبلیٹ، گھڑی، کتاب، کپڑا، دوا، سوٹ کیس، صابن، تیل، سونا، چاندی، بائک، کار، ٹریکٹر، ٹرک اور دیگر مصنوعات کی خرید و فروخت اسی طرح ہوتی ہے کہ ان کی کمپنی، جنس، نوع، رنگ، سائز، مقدار متعیّن کر دی جاتی ہے مگر اشارے وغیرہ سے مبیع کا کوئی خاص فرد متعیّن نہیں کیا جاتا کہ وہ ہلاک ہو جائے تو مبیع ہلاک ہو جائے اور انفساخ عقد پالیا جائے بلکہ اس کمپنی، جنس، نوع، صفت کے مثلاً بے شمار موبائل ہر ملک میں عموماً دست یاب ہوتے ہیں اس لیے یہاں نہ مبیع یا سامان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ و غرر ہے اور نہ ہی انفساخ عقد کا کوئی خطرہ، لہٰذا آج کل جس طور پر آن لائن اشیا کی خرید و فروخت کا رواج ہے جائز و صحیح ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص اشارے وغیرہ سے مبیع کی ذات بھی متعیّن کر دے مثلاً یہ کہے کہ میرے ہاتھ میں جو موبائل ہے اسے بیچا تو اس کی بیع قبضہ سے پہلے ناجائز ہوگی کہ ممکن ہے خریدار کے قبضہ سے پہلے ہی کسی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائے جس کے باعث وہ عقد از خود فسخ ہو جائے اور ایسے خطرے کی صورت میں شیٔ معین غیر مقبوض کی بیع ناجائز ہوتی ہے۔ ہدایہ کی عبارت "اشتری شیئًا" میں "شیئًا" سے مراد "شیئًا عینًا" ہے یعنی معین چیز، اور وہ معین چیز فرد ہے، نہ کہ نوع۔

علاوہ ازیں حالات و واقعات شاہد ہیں کہ آن لائن کسی چیز کو خریدنے کے بعد خریدار اس میں تصرف مالکانہ پر قادر ہو جاتا ہے وہ چاہے تو اس پر قبضہ کرکے اپنے استعمال میں لائے، یا کسی کو نذر یا ہبہ کر دے، یا بیچ دے، اس پر تصرف سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تو یہ "حکماً مقبوض" ہے اور بیع کے جواز کے لیے یہ بھی کافی ہے بشرطے کہ بائع کی طرف سے کوئی فریب یا خیانت نہ ہو۔

البتہ مذکورہ صورتِ خرید و فروخت میں چوں کہ اصل سامان خریدار کا دیکھا ہوا نہیں ہوتا اس لیے اسے خیار رویت حاصل ہوگا اور کوئی عیب ہو تو خیار عیب بھی حاصل ہوگا۔

(ماہ نامہ اشرفیہ، خصوصی شمارہ، دسمبر ۲۰۱۷ء، ص:۱۶)

تیسری رائے: قبضہ کی صورت میں ان چیزوں کی آن لائن ٹریڈنگ ماہر و غیر ماہر سب کے لیے جائز ہے اور عدم قبضہ کی صورت میں ماہر کے لیے جائز اور ناتجربہ کار کے لیے ناجائز ہے۔

یہ رائے حضرت مولانا قاضی فضل رسول صاحب کی ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

" اگر ایک ملک کے سونے یا تیل کی بیع دوسرے ملک کی کرنسی سے ہو اور ان سونوں و تیلوں پر قبضہ کرکے حصول نفع کریں تو یہ جائز و درست ہے کہ حقیقت بیع پائی گئی ۔ یعنی مبادلة المال بالمال بالتراضی ۔ اور اگر سونا یا تیل ایک جگہ پڑا ہو تو بیع در بیع ہو کر کسی کا نفع یاب اور کسی کا خسارہ ہونا در حقیقت معنی غرر و خطر والی صورت ہی

ہے لہٰذا وہی حکم ہوگا کہ ماہر و مجرب کے لیے جائز ہے اور غیر ماہر کے لیے ناجائز۔ وجہ یہ ہے کہ سونا اور تیل کی ٹریڈنگ کا یہاں صرف ذکر ہی ہوتا ہے، واقعتاً تیل و سونا کچھ نہیں ہوتا ہے۔ ایک فرضی سونا و تیل پر بیع در بیع ہو کر نفع مطلوب ہوتا ہے اور یہی معنیٔ غرر و شبہۂ قمار ہے جو ناجائز و باطل ہے۔ (مقالہ مولانا قاضی فضل رسول صاحب، ص:۵)

چوتھی رائے: سونا اور تیل کی آن لائن ٹریڈنگ ماہر کے لیے جائز ہے بشرطے کہ نفع کا حصول مظنون ہو اور غیر ماہر کے لیے ناجائز۔

یہ رائے دو حضرات کی ہے: حضرت مولانا قاضی فضل احمد صاحب، حضرت مولانا محمد رفیق عالم صاحب۔

مولانا قاضی فضل احمد صاحب لکھتے ہیں:

"آن لائن سونا اور تیل کی خریداری کا بھی وہی حکم ہے جو کرنسی کی خریداری کا ہے کہ پہلی بیع تو صحیح ہے، مگر سونا اور تیل کی خرید کا مقصد یہاں یہ نہیں کہ مشتری سونا اور تیل پر قبضہ کرکے اسے اپنے استعمال میں لانا چاہتا ہے۔ اگر ایسا کرنا چاہے تو اس میں کافی لاگت آئے گی۔ بلکہ مقصد کرنسی کی طرح ان کی بھی بیع در بیع کرکے نفع کمانا ہے اور کرنسی کی طرح اس پر بھی قبضہ نہیں ہوتا، بلکہ یہ سامان اپنی جگہ پڑے رہتے ہیں اور خرید و فروخت کا عمل جاری رہتا ہے جیسا کہ سوال نامہ کی تفصیلات سے واضح ہے۔ تو جو لوگ اس میدان کے آدمی ہیں فاریکس کی تجارت کے نشیب و فراز سے بھلی بھانت واقف ہیں اور ان کے لیے نفع کا حصول مظنون ہو تو جائز ہے لیکن ان لوگوں کے لیے جن کے پاس سرمایہ بہت کم اور اس کاروبار کے اتار چڑھاؤ سے پوری طرح واقف نہیں ہیں تو ان کے لیے سونا اور تیل کی آن لائن ٹریڈنگ جائز نہیں ہے۔" (مقالہ مولانا قاضی فضل احمد صاحب، ص:۴)

مولانا محمد رفیق عالم صاحب لکھتے ہیں:

"جائز ہے، اس لیے کہ صحت و نفاذِ بیع کے لیے مبیع پر قبضہ ہونا ضروری ہے اور سونا اور تیل میں قبضہ پایا جاتا ہے جیسا کہ فاریکس ٹریڈنگ کی تشریح میں بتایا گیا ہے۔ نیز آن لائن اشیا کی بیع و شرا میں خریدار کو مبیع پر تصرف کا حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ چاہے تو اسے قبضہ کرکے اپنے کام میں لائے یا بیع و ہبہ کرے۔ بیع کی صحت و جواز کے لیے قدرت علی القبض بھی کافی ہوتی ہے۔"

آگے لکھتے ہیں: "علاوہ ازیں یہاں مبیع نوع جنس کے اعتبار سے متعیّن ہے، ذات و شخص کی حیثیت سے متعیّن نہیں۔ اس لیے یہاں مبیع کے ہلاک ہونے کا نہ خدشہ ہے اور نہ ہی انفساخِ عقد کا کوئی اندیشہ کہ جس کی وجہ سے عقد فاسد ہو جائے۔... البتہ یہ کاروبار اسی کے لیے جائز ہے جسے اس میں مہارت ہو ورنہ اپنا مال ضائع کرنا ہوگا اور یہ ناجائز ہے۔" (مقالہ مولانا محمد رفیق عالم صاحب، ص:۲)

ان کے پیش کردہ دلائل و جزئیات یہ ہیں:

فتاوی رضویہ میں ہے:

"کبوتر ہلے ہوئے کہ صبح کو اڑائے جاتے ہیں اور شام کو گھر پلٹ آتے ہیں ان کی غیبت میں بیع صحیح ہے کہ رجوع مرجو ہے تو قدرت علی التسلیم حکماً حاصل ہے، یوں ہی جب بینہ عادلہ موجود ہے تو ڈگری ملنے کی قوی امید ہے، تو یہاں بھی قدرت حکمیہ حاصل اور یہی بس ہے۔" (ج:۷، ص:۲)

ردالمحتار میں ہے:

و ما لا ينفسخ بهلاك العوض فالتصرف فيه قبل القبض جائز. (ج: ۷، ص: ۳۷۰)

قال الله عزّ و جلّ: «وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ»

و قال النبي ﷺ لا ضرر و لا ضرار في الإسلام.

یہ تھا ان حضرات کے مقالات کا خلاصہ۔ اب اس کی روشنی میں درج ذیل سوالات حل طلب ہیں:

تنقیح طلب سوالات

(۱) فاریکس ٹریڈنگ میں ایک ملک کی کرنسی کے بدلے دوسرے ملک کی کرنسی کی ٹریڈنگ ہوتی ہے یا کرنسی کے شیئرز کی؟

(۲) اگر کرنسی کے شیئرز کی ٹریڈنگ ہوتی ہے تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) اگر کرنسی کے بدلے کرنسی کی ٹریڈنگ ہوتی ہے تو کیا یہ بیع بالشرط ہے، اور اس میں ربا، ضرر، غرر، غبن فاحش، روح قمار، کمیشن خوری اور دلالی پائی جاتی ہے؟

(۴) اگر فاریکس ٹریڈنگ میں یہ مفاسد پائے جاتے ہیں تو کیا ماہر و غیر ماہر سب کے حق میں پائے جاتے ہیں یا صرف غیر ماہر کے حق میں؟

(۵) بہر صورت فاریکس ٹریڈنگ مطلقاً جائز ہے یا مطلقاً ناجائز یا ماہر کے لیے جائز اور غیر ماہر کے لیے ناجائز؟

(۶) اگر فاریکس ٹریڈنگ ناجائز ہے تو فاسد ہے یا باطل؟ اور اس کے جائز ہونے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

(۷) سونا اور تیل کی آن لائن ٹریڈنگ کا کیا حکم ہے؟

خلاصۂ مقالات

بعنوان

مٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ

مولانا دستگیر عالم مصباحی

مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے چوبیسویں فقہی سیمینار کے لیے منتخب تین موضوعات میں دوسرا موضوع ہے ”مٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ“۔ اس موضوع پر کل ۳۳؍ علماے کرام کے گراں قدر مقالات مجلس کو موصول ہوئے جو مجموعی طور پر ۱۰۴؍ صفحات پر مشتمل ہیں۔

اس موضوع سے متعلق مرتب سوال مولانا محمد ناصر حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے علماے کرام کی بارگاہ میں تین سوالات حل کرنے کے لیے پیش کیے ہیں۔

پہلا سوال اور اس کے جوابات

سوال (ا) : جس ٹھیکے میں اپنی طرف سے مٹیریل لگاکر کام کی ذمہ داری ہوتی ہے اور چیز مکمل طور سے تیار ہونے کے بعد قبول کی جاتی ہے، اُس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ وہ اجارہ ہے یا بیع استصناع؟

اس سوال کے جواب میں علماے کرام کے چار موقف سامنے آئے۔

پہلا موقف : یہ ہے کہ یہ **بیع استصناع** ہے اجارہ نہیں، یہ موقف ۲۳؍ علماے کرام کا ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس ٹھیکے میں سامان اور عمل دونوں صانع کی طرف سے معقود علیہ ہوتے ہیں اور یہی استصناع کی حقیقت ہے۔ اور چوں کہ استصناع خلاف قیاس ہے لہذا اس کے جواز کے لیے تعامل بھی ضروری ہے جو یہاں پایا بھی جاتا ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

الاستصناع لغة طلب عمل الصانع وشرعا أن يقول لصاحب خف أو مكعب أو صفار اصنع لي خفا طوله كذا وسعته كذا، أو دستا أي برمة تَسَع كذا و وزنها كذا على هيئة كذا بكذا و يعطي الثمن المسمى أو لا يعطي شيأ فيقبل الآخر منه. (ج: ٦، ص: ٢٨٣)

ردالمحتار میں ہے:

و أمّا شرعًا فهو طلب العمل منه في شىء خاص على وجه مخصوص يعلم مما يأتي. (ج: ٧، ص: ٤٧٤)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

و صورته أن يقول للخفاف اصنع لي خفا من أديمك يوافق رجلي و يريه رجله بكذا أو يقول للصائغ صغ لي خاتما من فضتك وَبَيَّنَ صفته و وزنه بكذا. (ج: ٣، ص: ٢٠٧)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”کسی سے کوئی چیز اس طرح بنوانا کہ وہ اپنے پاس سے اتنی قیمت کو بنادے یہ صورت استصناع کہلاتی ہے کہ اگر اس چیز کے یوں بنوانے کا عرف جاری ہے اور اس کی قسم وصفت وحال وپیمائش وقیمت وغیرہا کی ایسی صاف تصریح ہوگئی ہے کہ کوئی جہالت آئندہ منازعت کے قابل نہ رہے اور اس میں کوئی میعاد مہلت دینے کے لیے ذکر نہ کی گئی، تو یہ عقد شرعًا جائز ہوتا ہے۔“ (ج:۷، ص:۲۴۴)

بدائع الصنائع للامام الکاسانی میں ہے:

و أما صورة الاستصناع فهي أن يقول إنسان لصانع من خفاف أو صفار أو غيرهما : اعمل لي خفا ، أو آنية من أديم أو نحاس، من عندك بثمن كذا ، و يبين نوع ما يعمل وقدره وصفته، فيقول الصانع : نعم .

وأما شرائط جوازه (فمنها) : بيان جنس المصنوع ، ونوعه وقدره وصفته ؛ لأنه لا يصير معلوما بدونه. (ومنها) : أن يكون مما يجري فيه التعامل بين الناس. (ج:٤، ص: ٩٣/٩٤)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

إنما جاز الاستصناع فيما للناس فيه تعامل إذا بين وصفًا على وجه يحصل التعريف. (ج٣، ص: ٣٠٧)

ہدایہ میں ہے:

و فیما فیه تعامل إنما یجوز إذا كان إعلامه بالوصف لیمكن التسلیم. (ھدایہ ج:۳، ص: ۸۵)

ہدایہ اخیرین کے حاشیہ نمبر۱۵ پر ہے:

صورة الاستصناع أن یجيء إنسان إلی صانع فیقول اصنع لي شیئًا صورته كذا و كذا وقدره كذا بكذا درهمًا، و سلّم إلیه جمیعَ الدراهم أو بعضَها أو لا یُسَلّم. ع. (كتاب البیوع ص: ۸٤، مجلس بركات)

بہارِ شریعت میں ہے: "کبھی ایسا ہوتا ہے کاریگر کو فرمائش دے کر چیز بنوائی جاتی ہے اس کو استصناع کہتے ہیں۔"

(بہارِ شریعت: ج۲، ص:۸۰۷، دعوت اسلامی)

اس طرح کے ٹھیکوں میں عموماً ایک ماہ یا اس سے زائد کی لمبی لمبی میعادیں ذکر کی جاتی ہیں اس لیے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک ایسے ٹھیکے "بیع سَلَم" ہو جاتے ہیں اور حضرات صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تعامل کی وجہ سے "عقد استصناع" قرار پاتے ہیں کہ ان کے نزدیک استصناع کے لیے تعامل کافی ہے اگرچہ مدت ایک ماہ سے زیادہ ہو۔

البحر الرائق میں ہے:

قَوْلُهُ (وَمُؤَجَّلُهُ سَلَمٌ) أَيْ إذَا أَجَّلَهُ الْمُسْتَصْنِعُ صَارَ سَلَمًا وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَقَالَا إنْ ضَرَبَ الْأَجَلَ فِيمَا فِيهِ تَعَامُلٌ فَهُوَ اسْتِصْنَاعٌ وَإِنْ ضَرَبَ فِيمَا لَا تَعَامُلَ فِيهِ فَهُوَ سَلَمٌ لِتَعَذُّرِ جَعْلِهِ اسْتِصْنَاعًا وَيُحْمَلُ الْأَجَلُ فِيمَا فِيهِ تَعَامُلٌ عَلَى الِاسْتِعْجَالِ.

[باب السلم، ج: ٦، ص: ١٨٦، دار المعرفة، بيروت]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَإِنْ ضُرِبَ الْأَجَلُ فِيمَا لِلنَّاسِ فِيهِ تَعَامُلٌ صَارَ سَلَمًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى حَتَّى لَا يَجُوزُ إلَّا بِشَرَائِطِ السَّلَمِ وَلَا يَثْبُتُ فِيهِ الْخِيَارُ وَعِنْدَهُمَا يَبْقَى اسْتِصْنَاعًا وَيَكُونُ ذِكْرُ الْمُدَّةِ لِلتَّعْجِيلِ ، وَإِنْ ضُرِبَ الْأَجَلُ فِيمَا لَا تَعَامُلَ فِيهِ صَارَ سَلَمًا بِالْإِجْمَاعِ كَذَا فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ هَذَا إذَا كَانَ ضَرَبَ الْمُدَّةَ عَلَى وَجْهِ الِاسْتِمْهَالِ بِأَنْ قَالَ شَهْرًا أَوْ مَا أَشْبَهَ ذَلِكَ أَمَّا إذَا ذَكَرَ عَلَى وَجْهِ الِاسْتِعْجَالِ بِأَنْ قَالَ عَلَى أَنْ تَفْرُغَ مِنْهُ غَدًا أَوْ بَعْدَ غَدٍ لَا يَصِيرُ سَلَمًا فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا كَذَا فِي الصُّغْرَى. [الهندية، ج:۳، ص: ۲۰۸، الباب التاسع عشر في القرض والاستقراض والاستصناع]

اس طرح مذکورہ ٹھیکے کے استصناع ہونے پر ایک زبردست اعتراض سر ابھارے کھڑا تھا تو اکثر حضرات نے اس اعتراض کو ذکر کرکے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ:

چوں کہ آج بیشتر ٹھیکے اسی قسم کے ہو رہے ہیں اور اسی طریقے سے تعمیر کا کام انجام پا رہا ہے، خصوصًا حکومتی ٹھیکے، اور صاحبین کا مذہب بھی باقوت ہے؛ اس لیے فی زمانہ فتوی قول صاحبین پر ہونا چاہیے؛ جیسا کہ اسی کا اعتبار کرتے ہوئے مجلس شرعی نے گیارہویں فقہی سیمینار منعقدہ جولائی ۲۰۰۵ء میں فیصلہ کیا ہے، مجلس کے الفاظ یہ ہیں:

" الحاصل ان حالات میں ان کے لیے مذہب امام اعظم سے عدول کے لیے حاجت شرعیہ متحقق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ بہت سے شہروں میں اس طریقۂ خرید و فروخت پر عوام و خواص کا عمل درآمد ہے۔ ایسی صورت میں صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ایک ماہ یا زیادہ مدت ذکر ہونے کے باوجود استصناع جائز ہے اور قول صاحبین بھی باقوت ہے، اس لیے اس صورت کو استصناع کے دائرے میں رکھتے ہوئے قول صاحبین پر جائز ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔" (مجلس شرعی کے فیصلے، ص:۲۳۸، ۲۳۹)

(مقالہ مولانا اظہار النبی مصباحی ص:۲)

مولانا شیر محمد خاں مصباحی اس شبہے کا ازالہ کچھ یوں کرتے نظر آتے ہیں:

" آج کا عرف یہ ہے کہ بیع استصناع کی مدت عام ہو گئی ہے خواہ کئی مہینہ کی ہو یا کئی سال کی ہو، لہٰذا میری ناقص فہم کے مطابق مذکورہ ٹھیکہ داری بیع استصناع ہے۔"

دوسرا موقف : (میعاد نہ ہو، یا ایک ماہ سے کم ہو تو استصناع ہے) یہ ہے کہ **اگر اس ٹھیکے میں میعاد اصلاً مذکور نہ ہو یا ایک ماہ سے کم برائے استعجال مذکور ہو تو وہ استصناع ہے ورنہ بیع سلم ہو جائے گی** جس میں اس کی جملہ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ یہ موقف درج ذیل تین حضرات کا ہے:

(۱) مولانا محمد سلیمان مصباحی (۲) مولانا محمد صادق مصباحی (۳) مولانا قاضی شہید عالم رضوی

آخر الذکر مقالہ نگار نے اپنے موقف سے متعلق جو تحقیقی اور تفصیلی گفتگو کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

چوں کہ استصناع علامہ شامی علیہ الرحمہ کی تحقیق کے مطابق دونوں میں سے کسی کے حق میں عقد لازم نہیں ہوتا جب تک کہ سامان بننے کے بعد مستصنع دیکھ کر اپنی رضا ظاہر نہ کر دے —— اور مسئلۂ دائرہ میں کام شروع کرتے ہی عرفاً و قانوناً لازم ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی اس کے جواز کے لیے تعامل ضروری تھا جو یہاں مفقود ہے اس لیے عدم ذکر میعاد یا ایک ماہ سے کم کی میعاد کے ذکر کی صورت میں استصناع فاسد ہوگا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کے ٹھیکے طویل المیعاد ہوتے ہیں تو ایسے ٹھیکے استصناع سے نکل کر سلم میں داخل ہو جائیں گے اور چوں کہ شرائط سلم یعنی مسلم فیہ کا مثلی ہونا اور وقت عقد سے وقت استحقاق تک بازار میں اس کا دستیاب ہونا اور پورا راس المال مجلس عقد ہی میں ادا کر دیا جانا ان میں سے ایک بھی شرط نہیں پائی جاتی، اس لیے یہ عقد طویل المیعاد ہونے کی صورت میں سلم فاسد ہوگا۔

تیسرا موقف: یہ ہے کہ **یہ اجارہ ہے**، استصناع نہیں، یہ موقف ۶/ علماے کرام کا ہے۔

ان حضرات کی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ استصناع میں صانع اور مستصنع دونوں کو اختیار رہتا ہے مستصنع چاہے تو سامان کو لے اور چاہے تو نہ لے اسی طرح مستصنع کے پسند کرنے سے پہلے صانع چاہے تو دے اور چاہے تو نہ دے بلکہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے۔ لیکن مسئلۂ دائرہ میں عمارت مستصنع کی زمین پر تعمیر ہونے کی وجہ سے ایسا اختیار نہیں رہتا اس لیے یہ استصناع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اجارہ ہوگا جس میں اصل معقود علیہ منفعت یعنی عمل تعمیر ہوگا اور مٹیریل اس کے تابع ہوگا۔ اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے:

”کسی کام پر اجارہ منعقد ہوا تو اُس کے توابع میں عُرف کا اعتبار ہے، مثلاً درزی کو کپڑا سینے کو دیا تو تاگا سوئی درزی کے ذمہ ہے، اور اگر عرف یہ ہے کہ جس کا کپڑا ہے وہ تاگا دے تو درزی کے ذمہ نہیں، چناں چہ ہندوستان میں بھی بعض جگہ کا یہی عرف ہے اور اکثر جگہ پہلا عرف ہے۔ (بہار شریعت حصہ:۱۴ص:۱۸۲)

اسی میں ہے: ”کپڑے دھوبی کو دیے تو کلپ اور نیل دینا دھوبی کے ذمہ ہے کہ اس میں بھی یہی عرف ہے، جِلد ساز کو جلد بنانے کے لیے کتابیں دیں تو پٹھا، چمڑا، ابری، لئی اور ڈورا یہ سب چیزیں جِلد ساز کے ذمہ ہیں اور جس قسم کا سامان لگانا اور جس قسم کی جلد بنانا ٹھہرا ہے وہی کرنا ہوگا۔ (ایضاً ص:۱۸۳) (مقالہ مولانا محمد نظام الدین قادری)

موچی کو جوتے بنانے کے لیے اپنے پاس سے چمڑا دیا اور اس کی پیمائش دے دی اور یہ بتادیا کہ کیسا ہوگا اور کہہ دیا کہ استر اور تلا اپنے پاس سے لگا دینا اور اجرت بھی طے ہوگئی یہ جائز ہے۔ اور درزی کو ابرے کا کپڑا دے دیا اور کہہ دیا کہ اپنے پاس سے استر وغیرہ لگا دینا اس میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ جائز ہے دوسری یہ کہ ناجائز ہے۔ (بہار شریعت چہاردہم ص:۱۶۷، بحوالہ عالمگیری) (مقالہ مولانا منظور احمد عزیزی، ص:۱)

اس کے بعد نتیجے کے طور پر مولانا منظور احمد عزیزی صاحب لکھتے ہیں:

بالجملہ اجارات وغیرہ معاملات میں مدار تعارف پر ہے دور حاضر میں ٹھیکہ داری کی دو نوعیتیں ہیں ایک صرف صنعت اور دوسری صنعت مع مٹیریل اور یہاں دونوں کا عرف ہے اور دونوں کے تعلق سے مذکورہ بالا فقہی جزئیات سے جواز ہی کا حکم نکلتا ہے، فلہٰذا دونوں صورتوں میں جواز کا حکم ہونا چاہیے۔ ” هو أرفق بأهل هذا الزمان لئلا يقعوا في الفسق و العصيان“.

حاصل کلام یہ کہ جس ٹھیکہ میں اپنی طرف سے مٹیریل لگا کر کام کی ذمہ داری ہوتی ہے اور چیز مکمل طور سے تیار ہونے کے بعد قبول کی جاتی ہے وہ شریعت اسلامیہ میں اجارہ ہی ہے۔

(مقالہ مولانا منظور احمد عزیزی ص:۲)

مفتی عبد الرحیم اکبری اور مولانا نظام الدین مصباحی اس اجارہ کو اجارۂ فاسد قرار دیتے ہیں چناں چہ مفتی عبد الرحیم اکبری لکھتے ہیں:

” الحاصل یہاں ”زمین، مٹیریل، اور تعمیر“ میں سے زمین آمر کی ملکیت ہے جس پر تعمیر مقصود ہے اور وہی معقود علیہ ہے، مٹیریل آلہ اور تابع ہے معقود علیہ نہیں جس کی بنا پر یہ معاملہ اجارہ ہے۔ مگر یہ اجارہ فاسدہ ہے جیسا کہ مبسوط کی درج ذیل عبارت سے عیاں ہے:

وإن اشترط طيها بالآجر والجص من عند الأجير فهو فاسد لأنه مشترى للآجر والجص فهذا بيعٌ شرط في الإجارة وذلك مفسد للعقد. (مبسوط ج: ۸، حصه: ۱٦، ص: ۵۵، مطبوعه مكه مكرمه باب إجارة حفر الآبار و القبور)

المختصر اس عقد کی حیثیت اجارۂ فاسدہ کی ہے۔“

مولانا نظام الدین مصباحی لکھتے ہیں: ”لیکن سامانِ تعمیر کا مستاجر کے ذمہ ہونا اجارہ کو فاسد کر دیتا ہے۔“

چوتھا موقف: صرف ایک مقالہ نگار مفتی ابرار احمد اعظمی کا ہے کہ ٹھیکے کا یہ کاروبار نہ تو مطلق اجارہ ہے اور نہ ہی بیع استصناع بلکہ یہ **اجارہ اور بیع کی ایک مخلوط** شکل ہے جسے **"اجارہ در بیع"** بھی کہا جاسکتا ہے یہ عقد اصل حکم کے اعتبار سے فاسد اور بشرط تعامل جائز ہے۔

استصناع نہ ہونے کی دلیل ان کے نزدیک بھی وہی ہے جو تیسرے موقف کے حاملین نے دی ہے۔

یہ اجارہ در بیع ہے اجارۂ محضہ نہیں، اس کی دلیل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے:

وَفِي الْأَصْلِ رَجُلٌ دَفَعَ إِلَى الإسكافِ جِلْدًا لِيَخْرِزَ لَهُ خُفَّيْنِ عَلَى أَنْ يَنْعَلَهُمَا بِنَعْلٍ مِنْ عِنْدِهِ وَ يُبَطِّنَهُ وَوَصَفَ لَهُ ذَلِكَ جَازَ وَإِنْ كَانَ هَذَا بَيْعًا فِي إجَارَةٍ لِلتَّعَامُلِ اهـ قَالَ فِي الْمُحِيطِ وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ بِمَنْزِلَةِ مَا لَوْ دَفَعَ ثَوْبًا إلَى خَيَّاطٍ لِيَخِيطَهُ جُبَّةً عَلَى أَنْ يَحْشُوَهُ وَ يُبَطِّنَهُ مِنْ عِنْدِهِ بِأَجْرٍ مُسَمًّى فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ قِيَاسًا وَاسْتِحْسَانًا فَكَذَا هَذَا لَكِنْ تُرِكَ الْقِيَاسُ فِي الْخُفِّ لِلتَّعَامُلِ وَفِي الْمُنْتَقَى عَنْ مُحَمَّدٍ دَفَعَ إلَى خَيَّاطٍ ظِهَارَةً وَقَالَ بَطِّنْهَا مِنْ عِنْدِك فَهُوَ جَائِزٌ قَاسَهُ عَلَى الْخُفِّ فَصَارَ فِي الْمَسْأَلَةِ رِوَايَتَانِ وَلَوْ قَالَ ظِهَارَتُهَا مِنْ عِنْدِك فَهُوَ فَاسِدٌ بِاتِّفَاقِ الرِّوَايَاتِ ؛ لِأَنَّهُ لَا تَعَامُلَ فِيهِ اهـ .

(قال العلّامة الشامي) وَمُفَادُ هَذَا أَنَّ الْمَدَارَ عَلَى التَّعَارُفِ فَلَوْ جَرَى التَّعَارُفُ جَازَ ، وَ إِلَّا فَلَا كَمَا يَشْهَدُ بِذَلِكَ التَّعْلِيلُ فَتَأَمَّلْ وَمِنْ ذَلِكَ مَا ذَكَرُوهُ فِي اسْتِئْجَارِ الْكَاتِبِ لَوْ شَرَطَ عَلَيْهِ الْحِبْرَ جَازَ لَا لَوْ شَرَطَ عَلَيْهِ الْوَرَقَ أَيْضًا . (العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامديۃ ٥٢، ص: ٣٨، المكتبة الشاملة)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

دفع إلى إسكاف درهمين على أن يخرز له من جلد أعطاه خفين منعلين من عنده يجوز للتعامل والقياس أن لا يجوز كما لو أعطى الخياط ثوباً على أن يحشوه بقطن له بكذا لأنه **إجارة في بيع** و عن محمد: دفع ظهارة إلى الخياط على أن يكون منه القطن يصح كما في الخف فحصلت المسئلة على الروايتين ولو على أنّ الظهارة منه لا يصح على الروايات كلها لأنه لا تعامل ثم إن محمداً جوز هذا بلا رؤية النعل والبطانة حملاً على نعل يليق بالجلد وكذا لو شرط أن يخرز على خفه أربع قطع أو أن يرقع ثوبه وفي نوادر ابن سماعة شرط الإراءة فإذا في الرقع والخصف روايتان لأنه جعل هذا تبعاً للعمل فتعتبر العادة فيه وكذا لو أعطاه خرقة على أن البطانة والحشو من عنده ليجعلها له قلنسوة وكذا لو دفع إلى نداف ثوباً لينداف عليه من قطنه كذا بكذا ولم يبين الأجر من الثمن صح للتعامل.

(فتاوی بزازیه بر هامش هنديه ج: ٦، ص: ٧٢)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

في المنتقىٰ عن محمد رحمه الله: دفع إلى خياط ظهارة وقال بطنها من عندك فهو جائز و قاسه على الخف، ولو قال ظهارتها من عندك فهو فاسد باتفاق الروايات ؛ لأنه لا تعامل فيه. اهـ (خلاصة الفتاوى ج: ٣، ص: ١٢٦)(مقالہ مفتی ابرار احمد اعظمی ص:۵)

ان جزئیات کے علاوہ کچھ اور کتب سے فقہا کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان تفصیلات کی روشنی میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: زیر بحث ٹھیکوں میں چونکہ مقصود بالذات کاریگر کا تعمیری عمل ہوتا ہے جو اجارہ ہی کی ایک شکل ہے مگر اس کے ساتھ ہی تعمیری مراحل سے گزرنے کے لیے مٹیریل کی ذمہ داری کاریگر پر عائد کر دی جاتی ہے۔ اس لیے کاریگر کے پاس سے لگنے والا مٹیریل معنیً بیع کو مستلزم ہے۔ لہٰذا قیاس کی رو سے یہ ٹھیکہ **اجارہ در بیع** پر مشتمل اور فاسد ہے۔ تاہم اس طرح کے ٹھیکوں پر اب تعامل ہو چکا ہے۔ اس لیے حکم جواز ہونا چاہیے۔ جیسا کہ صبّاغ، اسکاف اور نداف وغیرہا کے مسائل سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

ٹھیکہ کے اس کاروبار کو مطلق اجارہ سے شمار کرنا **اولاً** اس لئے درست معلوم نہیں ہوتا کہ: مطلق اجارہ میں جہاں کاریگری مطلوب ہوتی ہے۔ وہاں کاریگر صرف کام کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ مٹیریل

فراہم کرنے کی ذمہ داری مستاجر پر عائد ہوتی ہے۔ جبکہ اس ٹھیکے میں تعمیری کام کے ساتھ مٹیریل فراہم کرنے کی ذمہ داری بھی کاریگر پر عائد کردی جاتی ہے۔ جو اجارۂ مطلقہ کے بالکل خلاف ہے۔

ثانیاً۔ اس لیے کہ مطلق اجارہ کسی بھی جائز کام کے لیے ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے تعامل کی کوئی شرط نہیں۔ جبکہ اس ٹھیکہ میں تعمیری کام کے ساتھ مٹیریل لگانے کی ذمہ داری کاریگر پر عائد کرنے اور ”اجارہ در بیع“ کا رخ اپنانے کی وجہ سے اس کے جواز کے لیے تعامل شرط ہے۔ (مقالہ مفتی ابرار احمد اعظمی ص:۷،۸)

مذکورہ ٹھیکے پر تعامل نہ ہونے کی صورت میں اس کے فساد پر صریح جزئیات بھی پیش کیے ہیں:

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

تقبّل من رجل بناء حائط بلبن و طینٍ من عند البانی فسد۔اھ

(فتاوٰی بزازیه مع هندیه ،ج ٥ ص ٧٣)

مبسوط السرخسی میں ہے:

لو اشترط علی البنّاء ان یکون الآجر والجص من عنده، وکل شئی من هذا الجنس یشترط فیه علی العامل شیٔا من قبله بغیر عینهٖ فهو فاسد إلّا فیما بینا للعرف. فإذا عمله فالعمل لصاحب المتاع و للعا مل أجر مثله مع قیمة ما زاد لأنه صار قابضا لما اشتراه بعقد فاسد و تعذر رده حین صار وصفا من أوصاف ملکه و استو فیٰ عمله بعقد فاسد فکان له أجر مثله.اھ

(مبسوط السرخسي ج ١٨ ص ٦٥ المکتبة الشاملة)

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

ولو شرط علی الخیاط أن یکون کم القمیص من عنده کان فاسدا لانعدام العرف فیه، و کذلك لو شرط علی البنّاء أن یکون الآجر و الجص من عنده و کل شیء من هذا الجنس یشترط فیه علی العامل شیئاً من قبله بغیر عینهٖ فهو فاسد، فإذا عمله فالعمل لصاحب المتاع و للعامل أجر مثله مع قیمة مازاد کذا في المبسوط.اھ (فتاوٰی عالم گیر ی ج ٤ ص ٥٢١ فی الاستصناع والاستیجار للعمل)

دوسرا سوال اور اس کے جوابات

سوال(۲): مٹیریل کی قیمت میں اضافہ کی صورت میں ٹھیکہ دار پر خسارہ برداشت کرکے کام کی تکمیل ضروری ہے یا رقم میں اضافہ کرائے یا معاملہ فسخ کرے۔؟

اس سوال کے جواب میں بنیادی طور پر علمائے کرام کے تین نظریات سامنے آئے:

پہلا نظریہ: یہ ہے کہ یہ ٹھیکہ، ٹھیکہ دار کے ذمہ مٹیریل کے ہونے کی شرط کے ساتھ مشروط ہے جس کی وجہ سے یہ عقد شرعاً صحیح نہیں ہے اس لیے اس کو فسخ کرنا واجب ہے۔ یہ نظریہ درج ذیل دو علمائے کرام کا ہے:

(۱) مفتی عبدالرحیم اکبری (۲) مولانا محمد نظام الدین قادری

اول الذکر کے نزدیک از خود فسخ ہوجاتا ہے وہ لکھتے ہیں:

” المختصر یہ اجارہ فاسدہ ہے جس میں ٹھیکہ دار پر خسارہ برداشت کرکے کام کی تکمیل ضروری نہیں بلکہ اتلاف عین کے عذر سے یہ اجارہ از خود فسخ ہوجاتا ہے۔“

مولانا نظام الدین مصباحی لکھتے ہیں:

”لیکن مٹیریل اگر ٹھیکہ دار کی طرف سے مشروط ہو تو چوں کہ یہ ٹھیکہ بطورِ استصناع اور بطور اجارہ شرعاً صحیح نہیں ہے، اس لیے اس کو فسخ کرنا واجب ہے، لیکن اگر تعمیر کی تکمیل ہوگئی تو تعمیر کرانے والے پر لازم ہوگا کہ ٹھیکہ دار کو استعمال شدہ مٹیریل کی قیمت اور اس طرح کے مکان کی تعمیر کی اجرت (اجرتِ مثل) ادا کرے، جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ کے حوالے سے بیان ہوچکا ہے۔ ہاں اگر یہ ٹھیکہ کسی غیر مسلم کو دیا تو اس کے جواز کا حکم ہوگا، کیوں کہ اُن کا مال عقودِ فاسدہ سے حاصل کرنا جائز ہے۔“ (مقالہ مولانا نظام الدین مصباحی ص:۲)

دوسرا نظریہ: یہ ہے کہ اگر باہمی رضامندی سے رقم میں اضافہ یا فسخ ہوجائے تو ٹھیک ہے ورنہ ٹھیکے دار پر خسارہ برداشت کرتے ہوئے کام کی تکمیل لازم وضروری ہے۔ یہ نظریہ اکیس علمائے کرام کا ہے جنھوں نے مذکورہ ٹھیکہ کو پہلے سوال کے جواب میں بیع استصناع قرار دیا ہے۔

اس نظریہ پر عام طور سے جو دلیل دی گئی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ عقد استصناع تام ہوجانے کے بعد لازم ہوجاتا ہے اور پھر صانع کو یہ اختیار نہیں رہ جاتا ہے کہ وہ سامان نہ بنائے۔

بہار شریعت میں ہے: ”عقد کے بعد کاریگر کو یہ اختیار نہیں کہ نہ بنائے۔ عقد ہو جانے کے بعد بنانا لازم ہے۔“ ہدایہ۔

(بہار شریعت، حصہ:۱۱، استصناع کا بیان)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

”و لا خيار للصانع بل يجبر على العمل.“

(فتاوى هنديه ج: ٤، ص: ٢٠٨)

اس لیے خسارہ برداشت کرتے ہوئے کام کی تکمیل ضروری ہوگی۔

مولانا محمد صادق مصباحی کام کی تکمیل اس لیے لازم قرار دیتے ہیں کیوں کہ عدم تکمیل کی صورت میں معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی جو شرعاو قانوناً جرم ہے۔ ساتھ ہی ٹھیکہ دار کو مستقبل میں مزید خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا جس کی تفصیل انھی کے الفاظ میں یہ ہے:

”ٹھیکہ قانونی طور پر ایک قابل نفاذ معاہدہ ہے، اور چوں کہ سرکاری ٹھیکوں میں معاہدہ ہو جانے کے بعد ٹھیکہ دار کو بہر حال تعمیر کرنی پڑتی ہے، اور یہاں اجارے کو فسخ کرنے یا رقم میں اضافہ کرانے کی گنجائش نہیں ہوتی، کیوں کہ اس میں تمام تر مالی اخراجات کی تفصیل و فہرست اور نفع کی شرح کا اندازہ کرکے اسٹمٹ بنایا جاتا ہے، (سوال نامہ) اس لیے معاہدہ کے پیش نظر مٹیریل کی قیمت میں اضافہ کی صورت میں ٹھیکہ دار پر خسارہ برداشت کرکے کام کی تکمیل ضروری ہے کہ معاہدہ کی خلاف ورزی شرعًا و قانونًا جرم ہے۔ کما لا یخفیٰ

نیز ٹھیکہ دار کو کام نہ کرنے کی صورت میں کئی طرح کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں ناچیز کو ایک ٹھیکہ دار کے ذریعہ مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) آئندہ کسی ٹھیکہ کے لیے ایسا شخص قابل اعتماد نہیں سمجھا جاتا، جو کام کی تکمیل نہ کرے۔ اور اسے بلیک لسٹیڈ کر دیا جاتا ہے۔

(۲) دس فی صد زرِ ضمانت جو پیشگی ٹھیکہ دار نے جمع کیا، ضبط کر لیا جاتا ہے، جو ایک زبردست مالی خسارہ ہے۔

ہاں اگر ٹھیکے میں کسی طرح کی لچک ہو کہ معاہدہ منسوخ ہو جائے یا رقم میں اضافہ کی گنجائش ہو تو بہر حال ٹھیکہ دار رقم میں اضافہ کرائے یا معاملہ فسخ کر دے، تاکہ اسے مالی خسارہ نہ برداشت کرنا پڑے کہ بلا وجہ اضاعت مال معصیت ہے، لہذا جہاں تک ہو سکے اس سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

تیسرا نظریہ: یہ ہے کہ ٹھیکہ دار پر خسارے کے ساتھ کام کی تکمیل لازم نہیں بلکہ رقم میں اضافہ کروائے اور اگر باہمی رضامندی سے اضافہ نہ ہو سکے تو اس عقد کو فسخ کر سکتا ہے۔ یہ نظریہ دس علمائے کرام کا ہے۔

ان میں پانچ حضرات اسے بیع استصناع مانتے ہوئے نظریہ ثانی کے حاملین کے بالکل خلاف دلیل یہ دیتے ہیں کہ استصناع عقد لازم نہیں ہوتا جب تک کہ مستصنع سامان کو دیکھ کر اپنی منظوری نہ دے دے۔ اس لیے اس سے قبل صانع کو حق فسخ حاصل ہے۔

بدائع الصنائع (ص:۴۴۴، ج:۴) میں ہے:

(وأما) كيفية جوازه فهي أنه عقد غير لازم في حق كل واحد منهما قبل رؤية المستصنع والرضا به حتى كان للصانع أن يمتنع من الصنع وأن يبيع المصنوع قبل أن يراه المستصنع، وللمستصنع أن يرجع أيضا.

الفقه الاسلامی وأدلته ج:۴، ص:۳۹۸ پر ہے:

صفة هذا الحكم أوصفة عقد الاستصناع: أنه عقد غير لازم قبل الصنع، وبعد الفراغ من الصنع، في حق الصانع والمستصنع معاً، فيكون لكل من العاقدين الخيار في إمضاء العقد أوفسخه والعدول عنه قبل رؤية المستصنع الشيء المصنوع،فلو باع الصانع الشيء المصنوع قبل أن يراه المستصنع، جاز؛ لأن العقد غير لازم، والمعقود عليه ليس هو عين المصنوع وإنما مثله في الذمة.

رد المحتار جلد:۷، ص:۴۷۵ پر ہے:

(فيجبر الصانع على عمله) تبع في ذلك الدرر ومختصر الوقاية، وهو مخالف لما ذكرناه آنفا عن عدة كتب من أنه لا جبر فيه ولقول البحر، وحكمه الجواز دون اللزوم ولذا قلنا للصانع أن يبيع المصنوع قبل أن يراه المستصنع لأن العقد غير لازم اهـ ولما في البدائع. وأما صفته: فهي أنه عقد غير لازم قبل العمل من الجانبين بلا خلاف حتى كان لكل واحد منهما خيار الامتناع من العمل كالبيع بالخيار للمتبايعين، فإن لكل منهما الفسخ، وأما بعد الفراغ من العمل قبل أن يراه المستصنع فكذلك حتى كان للصانع أن يبيعه

ممن شاء، وأما إذا أحضره الصانع على الصفة المشروطة سقط خياره وللمستصنع الخيار، هذا جواب ظاهر الرواية وروي عنه ثبوته لهما وعن الثاني عدمه لهما والصحيح الأول اھ.

الفقہ الاسلامی وادلتہ ج:۴، ص:۳۹۰، ۳۹۱ پر ہے:

وأما المستصنع فحكم العقد بالنسبة إليه إذا أتى الصانع بالمصنوع على الصفة المشروطة: هو ثبوت الملك غير لازم في حقه، فإذا رآه فله الخيار: إن شاء أخذه، وإن شاء تركه، وفسخ العقد عند أبي حنيفة ومحمد، لأنه اشترى شيئاً لم يره، فكان له خيار الرؤية، بخلاف الصانع فهو بائع ما لم يره، فلا خيار له.

البحر الرائق میں ہے:

ولذا قلنا للصانع أن يبيع المصنوع قبل أن يراه المستصنع لأن العقد غير لازم وأما بعد ما رآه فالأصح أنه لا خيار للصانع بل إذا قبله المستصنع أجبر على دفعه له لأنه بالآخرة بائع له.

(باب المتفرقات، ج: ٦، ص: ١٨٧)

مبسوط سرخسی میں ہے:

ثُمَّ اخْتَلَفَا فِي الْأَجْرِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْإِسْكَافِ وَلَا يَمِينَ عَلَى الْمُسْتَصْنِعِ وَلَكِنَّهُ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ أَخَذَهُ بِمَا قَالَ الْإِسْكَافُ ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ لِمَا بَيَّنَّا أَنَّ الْعَقْدَ غَيْرُ لَازِمٍ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا. (باب الرجل يستصنع الشيء ، ج: ٦، ص: ٣٢١)

اور پانچ حضرات جو اسے اجارہ مانتے ہوئے عقد لازم کہتے ہیں پھر بھی ضرر مال کے عذر کی وجہ سے ٹھیکہ دار اجیر کو حق فسخ دیتے ہیں۔

مولانا ابرار احمد اعظمی پوری تحقیق و تفصیل کے ساتھ رقم طراز ہیں:

جواب:۔ شرعی نقطۂ نظر سے اجارہ اگرچہ عقد لازم ہوتا ہے تاہم شرعی عذر کی بنیاد پر اسے فسخ بھی کیا جا سکتا ہے۔ پھر اجارہ کو فسخ کرنے کے لئے شرعاً وہ عذر معتبر ہے جس کے پائے جانے کی صورت میں عزت و آبرو چلی جانے یا جانی و مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ جیسے کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دیا بعد میں حجت شرعیہ سے معلوم ہوا کہ اس پر دین ہے جس کی ادائیگی کے لیے واحد راستہ یہ بچا ہے کہ مکان بیچ کر دین ادا کرے ورنہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں گی، یا کرائے کے مکان میں جنات و شیاطین خشت باری کرتے ہوں جس سے کرائے دار کو جانی و جسمانی ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ یا نہر کے کنارے کاشت کے لیے کوئی زمین کرایہ پر لی بعد میں نہر کا پانی خشک ہو گیا جس کی وجہ سے کاشت کار کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ پانی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں فصل برباد ہو جائے گی اور مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا، تو ان سب صورتوں میں صاحب عذر کو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

☆ بدائع الصنائع میں ہے:

واماصفة الاجارة:. فالاجارة عقدلازم اذا وقعت صحيحة عرية عن خيارالشرط والعيب والرو ية عند عامة العلماء، فلاتفسخ من غير عذر، وقال شريح : انهاغير لازمة، وتفسخ بلا عذر، لانهاباحة المنفعة فاشبهت الاعارة ، ولنا: انها تمليك المنفعة بعوض فاشبهت البيع، وقال سبحانه وتعالىٰ: ﴿اوفوا بالعقود﴾ والفسخ ليس من الايفاء بالعقد، وقال عمر رضى الله عنه: البيع صفقة اوخيار، جعل البيع نوعين: نوعاً لا خيار فيه، ونوعاً فيه خيار، والاجارة بيع فتجب ان يكون نوعين: نوعاليس فيه خيارالفسخ، ونوعاً فيه خيارالفسخ.اھ (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع ج ٤ ص ٥٨ كتاب الاجارة)

☆ غمز عیون البصائر میں ہے:

قال فى الو لوالجية:. وان كان عليه دين حبس فيه فهذا عذرو بيعه جائز اذا كان الدين بحال لا يقدر على قضائه الا ببيع المستاجرِ، لانه لايمكنه ايفاء المعقود عليه الا بضرر يلحق نفسه وهو الحبس. اھ (غمز عيون البصائر شرح الاشباه والنظائر، ج: ٣، ص: ١١٨، بيروت)

☆ عقود الدریہ میں ہے:

سئل فيما اذا كان لهنددار جار ية فى ملكها فآجرتها من رجل مدة سنة باجرة معلومة اجارة صحيحة ثم لحقها دين ثابت با لبينة ولا مال لها غير الدار وتر يد هند بيع الدار ووفاء الدين من ثمنها قبل تمام السنة فهل لها ذلك وتفسخ الاجارة؟

الجواب: نعم، والمسئالة فی التنویر والملتقیٰ وغیرھما، و فی الاختیار: والاصل فیه متی تحقق عجز العاقد عن المضی فی موجب العقد الا بضرر یلحقه، وھولم یرض به یکون عذرًا لفسخ الاجارة دفعاللضرر.اھ (العقود الدریة فی تنقیح الفتاوٰی الحامدیة، ج: ٥، ص: ٢٦٣، المکتبة الشاملة)

☆ تحفۃ الفقہامیں ہے:

ثم الاجاره تفسخ بالاعذار المخصوصة عندنا، وان وقعت الا جارة صحیحة لازمة بان لم یکن ثمه عیب ولامانع من الا نتفاع، ثم العذرمایکون عارضا یتضرر به العاقد مع بقاء العقد ولا یندفع بدون الفسخ.اھ (تحفة الفقهاء،ج:٢،ص:٣٦٠ ،المکتبة الشاملة)

☆ ردالمحتار میں ہے:

والحاصل : ان کل عذر لا یمکن معه استیفاء المعقود علیه الابضرر یلحقه فی نفسه اوماله یثبت له حق الفسخ، قال البیری : و یوخذمنه ان الرجم الذی یقع کثیرا فی البیوت و یقال انه من الجان عذر فی فسخ الا جارة لما یحصل من الضرر.اھ

(ردالمحتار، ج: ٨، ص: ٥٥ ،باب فسخ الا جارة)

☆ فتاوٰی خانیہ میں ہے:

رجل استاجر أرضا للزراعة فخرب النهر الا عظم و عجز عن السقی کان له ان یفسخ الا جارة.اھ (خانیہ مع سراجیہ، ج:٣ ،ص: ٤٠، مکتبہ حقانیہ پشاور)

☆ فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

ان اضره قطع الماء عن زرعه ضررًا عظیما بحیث یذھب زرعه و یضر بماله ضررا عظیما جعل ھذا عذرا.اھ (بزاز یہ مع ھند یہ، ج: ٥، ص: ١١٢، کتاب الاجارات، مسائل العذر)

☆ فتاوٰی سراجیہ میں ہے:

صاحب العذر یفسخ الا جارة اذا کان لا یمکنه المضی الا بضرر ولا یشترط قضاء القاضی.اھ (فتاوٰی سراجیہ مع خانیہ، ج: ٣ ،ص:٢٤٧، مکتبہ حقانیہ پشاور)

☆ عقودالدریہ میں ہے:

إذا اعترض شی من الا عذار ھل تفسخ بنفسھا او یحتاج الی الفسخ وھل یحتاج فیه الی فسخ القاضی او التراضی؟ خلاف طویل ذکره أئمتنا شروحا و فتاوی فلیرا جع ذلك فی البدائع. (قال العلامة الشامی) اقول والذی حررته فی حاشیتی ردالمحتار تصحیح ما وفق به بعض المشایخ، وھو :ان العذر ان کان ظاھرًا لم یحتج الی القاضی والاکالدین الثابت باقراره یحتاج الیه لیصیر العذر ظاھرا بالقضا وقال قاضی خان والمحبوبی: القول بالتو فیق ھو الاصح، وقواه الشیخ شرف الدین الغزی بان فیه اعمال الروایتین مع مناسبه فی التوز یع فینبغی اعتماده، وفی تصحیح العلامة قاسم : ما یصححه قاضی خان مقدم علی ما یصححه غیره فانه فقیه النفس.اھ (العقودالدر یة فی تنقیح الفتاوٰی الجامدیہ ج ٥ ص ٢٦٣ المکتبة الشامله)

الغرض مالی ضرر سے بچنے کے لیے بھی صاحب عذر کو اجارہ فسخ کرنے کی اجازت ہے۔ اس لیے بازار کے اتار چڑھاو کی وجہ سے اگر میٹریل کی قیمت میں اس قدر اضافہ ہوگیا کہ اجارہ کو باقی رکھنے میں ٹھیکے دار کا سراسر نقصان ہے تو اسے مالی ضرر سے بچنے کے لیے اجرت میں اضافہ کرانے یا ٹھیکہ کو فسخ کر دینے کی اجازت ہونی چاہیے۔ فإن الضرر یُزال. (مقالہ مفتی ابرار احمد اعظمی ص:٩، ١٠، ١١)

مولانا رفیق عالم رضوی مصباحی نے اپنے مقالے میں دونوں قسم کے جزئیات پیش کیے ہیں یعنی اس بات پر بھی کہ یہ استصناع ہے جو لازم نہیں ہوتا اس لیے دونوں کو حق فسخ ہے اور اس بات پر بھی کہ استصناع ابتداءً اجارہ ہوتا ہے اور اجارے کو عذر کی بنیاد پر فسخ کیا جا سکتا ہے۔(دیکھیے ان کے مقالے کا ص:٣،٣،٤)

تیسرا سوال اور اس کے جوابات

سوال(٣) : جس ٹھیکے میں بہر صورت کام کی تکمیل ہی ضروری ہو ایسا ٹھیکہ لینا شرعًا کیسا ہے؟

اس سوال کے جواب میں ۴ر موقف ہیں:

پہلا موقف: یہ ہے کہ اس قسم کا ٹھیکہ لینا شرعًا جائز ہے۔

یہ موقف گیارہ مقالہ نگار حضرات کا ہے:

مولانا ساجد علی مصباحی لکھتے ہیں:

" اس قسم کا ٹھیکہ لینا شرعاً جائز ہے۔ اور عموماً ٹھیکوں میں کام کی تکمیل لازم ہی ہوتی ہے، چناں چہ جہاں صرف کام کا ٹھیکہ ہوتا ہے، اس میں بھی عقد ہوجانے کے بعد کام کرنا لازم ہوجاتا ہے اگرچہ معاملہ ٹھیکہ دار کے اندازہ کے خلاف ہوجائے اور اس کام میں وقت زیادہ صرف ہو اور مشقت بھی اس کے اندازے سے زائد اٹھانی پڑے۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

رجل استأجر حفارًا و بين له مكان الحفرة و عمقها و دورها بأجر معلوم جاز و إن حفر بعض ما شرط عليه فاستقبله جبل إن كان يمكنه الحفر مع ذلك إلّا أنه يشتد عليه العمل يجبر على العمل، و كذا لو ظهر الماء في البئر قبل أن يبلغ منتهى ما أمر به فإن كان يستطيع الحفر مع ذلك لزمه و إن كان لا يستطيع يكون عذرًا ... و إن استقبل الحفار في حفر البئر أو القبر صخرة لا يزاد له في أجره كما لا ينقص من أجره بسبب لين المكان. [الفتاوى البزازيه على هامش الهندية، كتاب الإجارات، فصل في الحفار، ج:٢، ص: ٣٤٣، نوراني كتب خانه، پاكستان)

اسی طرح جس ٹھیکہ میں عمل کے ساتھ عین بھی ٹھیکہ دار کے ذمہ ہوتا ہے، اس میں بھی عقد ہوجانے کے بعد کام کی تکمیل امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک لازم ہے۔

المحیط البرہانی میں ہے:

روى أبو يوسف عن أبي حنيفة رحمه الله: أن الصانع لا يجبر على العمل بل يتخير إن شاء فعل وإن شاء لم يفعل، وذكر الكرخي في «كتابه»: أن هذا العقد ليس بلازم ولم ينسب هذا القول إلى أحد، وقال أبو يوسف رحمه الله أولاً: يجبر المستصنع دون الصانع وهو رواية عن أصحابنا رحمهم الله، ثم رجع أبو يوسف عن هذا وقال: لا خيار لواحد منهما بل يجبر الصانع على العمل ويجبر المصنوع (المستصنع)على القبول.

وجه ما وري عن أبي يوسف: أنه يجبر كل واحد منهما، أما الصانع فلأنه ضمن العمل فيجبر عليه وأما المستصنع؛ فلأنه لو لم يجبر على القبول يتضرر به الصانع؛ لأنه عسى لا يشتريه غيره منه أصلاً، أو لا يشتري بذلك القدر من الثمن فيجبر على القبول دفعاً للضرر عن البائع.

یوں بھی دور حاضر کا عرف یہی ہے کہ کسی قسم کا ٹھیکہ مکمل ہو جانے کے بعد اس کی تکمیل ضروری ہوتی ہے، اور کسی ایک کو اس عقد کے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا، اور اس میں امن بھی ہے، ورنہ اگر یوں ہی ٹھیکہ دار یا کاری گر کو عقد استصناع کے فسخ کرنے کا اختیار ہو جب تو امن ہی ختم ہوجائے اور لوگ حرج و مشقت میں پڑجائیں گے۔ ایک آدمی کسی کام کا آرڈر دے گا، کاری گر قبول کرلے گا اور جب مقررہ وقت پر آرڈر دینے والا سامان لینے جائے گا تو کاری گر کہہ دے گا کہ ہم سے یہ کام نہیں ہوپائے گا۔ اس لیے اگر ٹھیکہ مکمل ہو چکا ہے تو ٹھیکہ دار کو اس کے فسخ کا اختیار نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر فریقین اس کے فسخ کرنے پر راضی ہوں تو اس کے فسخ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مقالہ مولانا ساجد علی ص:٣،٤)

دوسرا موقف: یہ ہے کہ اگر ضرر کا یقین یا ظن غالب ہو تو جائز نہیں۔ یہ موقف چھ علمائے کرام کا ہے۔

مولانا رفیق عالم رضوی مصباحی رقم طراز ہیں:

" اگر اس کی تکمیل میں ضرر و نقصان لاحق ہونا متیقن یا مظنون بظن غالب ہو تو ایسا ٹھیکہ لینا ناجائز ہے۔ قال الله عزّ و جلّ: وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ. وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:لا ضرر و لا ضرار في الإسلام.

مولانا جنید احمد مصباحی لکھتے ہیں:

" پہلے سوال کے جواب سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مٹیریل کے ساتھ کام کا ٹھیکہ لینا بیع استصناع ہے اور یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ بیع استصناع میں مبیع صانع کے ذمہ لازم ہو جاتی ہے خواہ صانع کا نفع ہو یا نقصان۔

اور بیع استصناع استحساناً جائز ہے تو مذکورہ ٹھیکہ لینا بھی جائز ہوگا اس کے جزئیات پیچھے گزر چکے، البتہ اگر اسے نقصان کا گمان ہو تو ٹھیکہ نہ لے اور یقین ہو کہ اس میں فائدہ ہی ہوگا تو لے لے۔"

تیسرا موقف: یہ ہے کہ ٹھیکے میں زیادہ تر فائدہ ہی ہوتا ہے

خسارہ نادر ہے جو معدوم کے درجے میں ہے اس لیے جائز ہے۔ یہ موقف چھ حضرات کا ہے۔

مولانا منظور احمد عزیزی لکھتے ہیں:

”عام طور پر ٹھیکے داروں کو فائدہ ہی ہوتا ہے اور خسارہ ہونا نادر ہے، لہٰذا الشاذ کالمعدوم کے پیش نظر خسارے کو نظر میں نہ رکھ کر رنج کو مد نظر رکھ کر شرعی طور پر یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ جس ٹھیکہ میں بہر صورت کام کی تکمیل ہی ضروری ہو ایسا ٹھیکہ لینے میں شرعًا کوئی ممانعت نہیں۔ (مقالہ مولانا منظور احمد عزیزی ص:۲)

مولانا عارف اللہ فیضی لکھتے ہیں:

”جب یہ ٹھیکے بیع استصناع ہیں اور بیع ان عقود میں ہے جن میں نفع و ضرر دونوں کا احتمال ہوتا ہے، کبھی خرید و فروخت کا کام کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے تو کبھی اسے نقصان سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے اس کے باوجود ہماری شریعت نے اس کی اجازت دی تو یہ کام وہی مسلمان کریں جو ٹھیکوں اور بازاروں کے نشیب و فراز سے اچھی طرح آگاہ ہوں اور انھیں کم از کم ظن غالب ہو کہ فلاں ٹھیکے میں کام کی تکمیل کے بعد نفع ہوگا، خسارہ نہیں ہوگا۔ پھر اگر نفع کا ظنّ غالب ہونے کی بنا پر ٹھیکہ لے لیا اور اچانک مٹیریل کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ کے سبب ایک کام میں گھاٹا ہو گیا تو کیا ہوا، یہ اضافہ تو کبھی کبھار ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ کے ٹھیکوں میں وہ گھاٹا نہ صرف بھر جائے گا بلکہ اسے دونا دون نفع بھی ہوگا۔“ (مقالہ مولانا عارف اللہ فیضی ص:۳)

چوتھا موقف: یہ ہے کہ ایسا ٹھیکہ لینا شرعًا جائز نہیں۔ یہ موقف آٹھ حضرات کا ہے۔

ان میں استصناع کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ استصناع عقد لازم نہیں ہوتا لہٰذا فسخ کا اختیار ختم کر کے بہر صورت کام کی تکمیل کی شرط، شرط فاسد ہے جس سے استصناع بھی فاسد ہو جائے گا۔ اور اجارہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ اجارہ عقد لازم ہوتا ہے مگر ضرر نفس و مال کے عذر کی صورت میں صاحب عذر کو خیار فسخ حاصل ہوتا ہے لہٰذا اس خیار کو ساقط کرنے کی شرط، شرط فاسد ہے تو یہ عقد بھی فاسد ہوگا۔

مفتی ابرار احمد اعظمی لکھتے ہیں:

مالی ضرر کا پہنچنا ایک ایسا شرعی عذر ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس عذر کے پائے جانے کی صورت میں صاحب عذر اجارہ کو فسخ کر دے۔ کما اوضحناہ فیما قبل۔ لہٰذا مالی ضرر کے عذر کو یکسر نظر انداز کر دینا اور میٹریل کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہونے کے باوجود کام پورا کرنے کی شرط لگانا مقتضائے عقد کے خلاف ایسی شرط ہے جس میں ایک فریق (ٹھیکے دار) کا سراسر نقصان ہے تو دوسرے فریق یعنی ٹھیکہ دینے والے کا نفع ہے۔ اور مقتضائے عقد کے خلاف ہر وہ شرط جس میں احد المتعاقدین کا نفع ملحوظ ہو عقد کو فاسد کر دیتی ہے۔ اس لیے جس ٹھیکہ میں فسخ اجارہ کے عذر کا لحاظ کیے بغیر بہر صورت کام کی تکمیل ضروری ہو ایسا ٹھیکہ فاسد و ناجائز قرار دیا جانا چاہیے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

وقایہ امام برھان الشریعہ، و شرح امام صدر الشریعہ، و اصلاح متن وایضاح شرح علامہ کمال باشا میں بے تفاوت حرفے ہے: (الشرط یفسدھا)المراد شرط یفسد البیع، شرط اجارے کو فاسد کر دیتی ہے۔ مراد وہ شرط جو بیع کو فاسد کرتی ہے۔ اھ

(فتاویٰ رضویہ ج۸ ص ۱۵۱ رضا اکیڈمی)

در مختار میں ہے:

تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد، فکل ما افسد البیع یفسدھا. اھ (درمختار و ردالمحتار ج ۵ ص ۳۲ باب الاجارۃ الفاسدۃ)

یہ تھا تمام مقالات کا خلاصہ، جس کی روشنی میں درج ذیل سوالات تنقیح طلب معلوم ہوتے ہیں۔

تنقیح طلب سوالات

(۱) استصناع کی جامع اور مانع تعریف کیا ہے؟ اور کیا وہ تعریف اس تعمیری ٹھیکہ پر صادق آتی ہے جب کہ زمین مستصنع کی ہوتی ہے؟ یا یہ اجارہ در بیع ہے؟

(۲) بیع استصناع ہونے کے لیے جو یہ شرط ہے کہ میعاد کا ذکر نہ ہو یا ہو تو ایک ماہ سے کم ہو اور وہ بطور استعجال ہو۔ تو اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر وہ کام ایسا ہے کہ اس کی تکمیل میں ایک ماہ یا زائد درکار ہو تو کیا اس کی وجہ سے وہ استصناع نہ رہے گا۔

(۳) آج سرکاری کاموں کی ٹھیکہ داری حاصل کرنے کے لیے ٹھیکہ داروں کو بطور رشوت بھاری رقم حکّام کو دینا پڑتی ہے اور اس اضافی خرچ کی وجہ سے وہ کام مقررہ معیار کے مطابق نہیں کیے جاتے تو کیا اس طرح ٹھیکہ حاصل کرنا اور مقررہ معیار سے کم تر کام کروانا جائز ہوگا؟

☆☆☆

خلاصۂ مقالات

بعنوان

لائف سپورٹ سسٹم

مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی

بسم الله الرحمٰن الرحيم ، نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم، أما بعد :

مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ارباب حل وعقد نے پچیسویں فقہی سیمینار میں بحث ومذاکرہ کے لیے جن تین موضوعات کو منتخب کیا ان میں ایک اہم اور ضروری موضوع ہے: ”لائف سپورٹ سسٹم“ یعنی ”زندگی کا حمایتی نظام“ سوال نامہ کی ترتیب کا کام مولانا حسیب اختر مصباحی، استاذ شعبۂ کمپیوٹر، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے انجام دیا ہے، اس موضوع سے متعلق تیس مقالات مجلس شرعی کو موصول ہوئے، جو ملک کے مختلف خطوں سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اور مفتیان عظام کے فکر وقلم کا نتیجہ ہیں۔ یہ مقالات فل اسکیپ سائز کے ۳۷ صفحات کو حاوی ہیں۔ فاضل مرتب نے سوال نامہ میں ”لائف سپورٹ سسٹم“ کے مثبت اور منفی گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی چار صورتوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے مقاصد پر بھی روشنی ڈالی ہے:

(۱)نظام تنفس کو بہتر بنانا۔(۲)دل اور پھیپھڑوں کو مصنوعی طریقے سے بحال کرنا۔(۳)ڈائلیسس۔(۴)مصنوعی سیال غذا فراہم کرنا۔

مقاصد:

- تنفس، حرکت قلب اور دوران خون کے نظام کو درست کرنا۔
- مریض کو بنیادی بیماری اور اس کے علاج کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھنا۔
- جسم کے اندرونی کیمیکل اور جسمانی توازن کو بحال کرنا۔

اور اس عنوان کے تحت علمائے کرام سے ایک سوال کیا ہے کہ:

لائف سپورٹ سسٹم کے ذریعے مریض کا علاج اور اس کو لمبے عرصے تک موت وحیات کی کشمکش میں رکھنے کی کوشش شرعا جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں تمام علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ:

اسلام اپنے ماننے والوں کو جان بچانے کی تدابیر اختیار کرنے، اور دوا علاج کرنے سے منع نہیں کرتا ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد ارشادات میں اپنے ماننے والوں کو اس کی ترغیب دی ہے اور خود بھی اُس دور میں رائج علاج کے طریقوں کو اپنا کر یہ درس دیا ہے کہ نہ تو یہ توکل کے خلاف ہے اور نہ ہی ممنوع وحرام۔

لیکن ان سب کے باوجود اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ جب کوئی شخص حقیقت میں مر چکا ہو، اس وقت مرض کا بہانا بنا کر اسے طویل مدت تک وینٹی لیٹر (Ventilator) پر رکھ کر زر کثیر حاصل کیا جائے، انسانی جسم کی بے حرمتی کی جائے، اور مریض کے متعلقین اور رشتے داروں کو ذہنی تناؤ میں رکھا جائے، کیوں کہ موت کا کوئی علاج نہ اب تک دریافت ہو سکا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

لائف سپورٹ سسٹم کا عارضی استعمال، یوں ہی ڈائلیسس اور مصنوعی سیال غذا فراہم کرنے کے لیے اس کا سہارا لینا اکثر مقالہ نگار علمائے کرام کے نزدیک جائز ہے؛ کیوں کہ اگرچہ یہ کوئی مستقل طریقۂ علاج نہیں مگر دوسری بیماریوں کے علاج کا ذریعہ اور وسیلہ بنتا ہے جس کے بعد مریض فطری زندگی گزارنے لگتا ہے، اور جب اصل علاج جائز ہے تو جو اس کا ذریعہ اور وسیلہ ہے وہ بھی جائز رہے گا؛ لأن الوسائل لها حكم المقاصد.

ایک مریض کا کوئی عضو دوسرے مریض کو دینے کے لیے ”لائف سپورٹ سسٹم“ کا سہارا لینا تمام مقالہ نگار علمائے کرام کے نزدیک ناجائز ہے۔

لیکن اگر کوئی مریض ایسا ہے کہ اس کے شفایاب ہونے کی امید تقریباً معدوم ہو گئی ہے اور ڈاکٹر اس کے لیے طویل مدت تک لائف سپورٹ سسٹم ”وینٹی لیٹر“ کا طریقۂ علاج تجویز کرے اور اسے مفید وکار آمد بتائے، اس کے بارے میں علمائے کرام کی رائیں مختلف ہیں۔

پہلی رائے: لائف سپورٹ سسٹم اپنی تمام تر صورتوں کے ساتھ جائز ہے، اور اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ علاج کرانا جائز ہے، اور یہ علاج ہی کے قبیل سے ہے لہذا یہ بھی جائز رہے گا، بعض مقالہ نگار علمائے کرام نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اس حالت میں مسلمانوں کو علاج کرانے سے احتراز کا مشورہ دینا چاہیے۔ یہ رائے درج ذیل مقالہ نگار علمائے کرام کی ہے:-

۱-مفتی قاضی فضل احمد مصباحی، بنارس - ۲-مفتی محمد رفیق عالم رضوی، بریلی شریف- ۳-مفتی عبدالسلام رضوی تلسی پور - ۴-مولانا مسیح احمد قادری بلرام پور - ۵- مولانا قاضی فضل رسول مصباحی، مہراج گنج - ۶- مولانا منظور احمد خان عزیزی - ۷- مولانا عبدالرحمن مصباحی - ۸ -مفتی ازہار احمد امجدی ازہری -۹- مولانا توفیق احسن برکاتی - ۱۰ -مفتی خالد ایوب شیرانی راجستھان - ۱۱- مولانا شہروز عالم مصباحی ۱۲- مولانا محمد سعید رضا مصباحی -۱۳ - مولانا محمد سلیمان مصباحی - ۱۴-مفتی ابرار احمد اعظمی - ۱۵ -مفتی عبد الرحیم اکبری راجستھان - ۱۶- مولانا انوار احمد مصباحی -۱۷-مفتی محمد معین الدین اشرفی۔

مولانا محمد سلیمان مصباحی لکھتے ہیں:

"لائف سپورٹ سسٹم" کو عدم جواز کے زمرے میں داخل کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی بلکہ "لائف سپورٹ سسٹم" کا استعمال شرعا جائز ہے البتہ جب مریض میں حتمی موت کی علامات ظاہر ہو جائیں تو ایسی صورت میں اس سسٹم کو اپنانا مناسب نہ ہوگا۔" (ص:۱۵)

مفتی ابرار احمد اعظمی لکھتے ہیں:

"حمایتی نظام زندگی" میں بالخصوص وینٹی لیٹر کے تعلق سے اکثریت ان غیر مخلص ڈاکٹروں کی پائی جاتی ہے جو مریض کو وینٹی لیٹر پر رکھ کر بھاری رقمیں وصول کرتے ہیں، حالاں کہ وینٹی لیٹر پر رکھا ہوا شخص ایک دو روز قبل ہی داعی اجل کو لبیک کہہ چکا ہوتا ہے؛ اس لیے امت مسلمہ کی خیر خواہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مریض کے لواحقین کو یہ مشورہ دینا چاہیے کہ لاعلاج اور مایوس کن بیماریوں میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے صبر سے کام لیں اور صحت یابی کی محض امید موہوم پر "لائف سپورٹ سسٹم" کے ذریعے علاج کرانے اور بے دریغ سرمایہ صرف کرنے سے گریز کریں۔" (ص:۴۸)

مولانا توفیق احسن برکاتی لکھتے ہیں:

"جب بچہ پیدائشی طور پر کمزور ہوتا ہے اور اسے آکسیجن کی سخت ضرورت ہوتی ہے تو ڈاکٹر یا نرس اس بچے کو کانچ کی ایک مشین میں رکھ کر طبی قوت فراہم کرتے ہیں، گردے کے ناکارہ ہونے کی صورت میں ڈائلیسس کا مشورہ دیا جاتا ہے، یہ طریقہ گردہ کی خرابی کا علاج تو نہیں لیکن ایسا کرنے کی صورت میں مریض ایک زمانے تک اچھی زندگی گزار تا رہتا ہے اور اس کی صحت بہتر رہتی ہے، ایسے کئی لوگ ہمارے آس پاس مل جائیں گے جنھیں ہفتہ میں ایک دو بار، ہر ماہ دو تین بار ڈائلیسس کرانے کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اس کے سہارے اچھی طرح زندہ رہتے ہیں۔ رہ گئی بات وینٹی لیٹر کی تو یہ بھی اسی طرح کا ایک آلہ ہے جو مریض کو سانس لینے میں مدد دیتا ہے، اگرچہ اس مشین پہ مریض کے پہنچ جانے کے بعد زندہ بچ جانا انتہائی مشکل ہوتا ہے لیکن اب بھی بیمار کے زندہ بچ جانے کی ایک امید ضرور ہوتی ہے اس لیے اس کے ناجائز ہونے کا قول نہیں کیا جاسکتا۔" (ص:٦۵)

مولانا خالد ایوب شیرانی نے طویل مقالہ سپرد قرطاس کیا ہے، اور کئی پہلوؤں سے موضوع کا جائزہ لیا ہے، ان کے مقالے کے چند اقتباسات یہ ہیں:

"لائف سپورٹ سسٹم" کے جواز کی راہ میں ایک بڑا مانع اسراف ہو سکتا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس علاج کے نام پر خرچ کی جانے والی رقم غرض صحیح جائز میں صرف ہے جس کا نتیجہ جواز نکلتا ہے،... "لائف سپورٹ سسٹم" کا سہارا اسی وقت لیا جاتا ہے جب میڈیکل سائنس عملا ہار چکی ہو، اب صرف ایک امید موہوم پر سانسوں کا تسلسل جاری رکھنے کی تکنیکی کوشش ہوتی ہے جس کا آغاز ہی ہر ناکامی کے بعد ہوتا ہے تاہم اس حالت میں بھی کبھی کامیابی ہاتھ لگ جاتی ہے اور کامیابی کی امید بہر حال قائم رہتی ہے، شرعا اسے ناجائز قرار دے کر اس آخری امید کا بھی چراغ گل کر دینا اسلام کے مزاج یسر کے خلاف معلوم ہوتا ہے ... یہ علاج صرف وہی لوگ کروائیں جو صاحب استطاعت ہیں، اسی طرح ہر مریض کا یہ علاج نہ کروائیں، اسی مریض کا کروائیں جس کی حیات متوقع ہو جیسے جوان مریض یا ایسی بیماری والا مریض جس بیماری میں صحت کی توقع غالب ہو، یا ایسا مریض جس کی حالت اس سسٹم کی وجہ سے رو بصحت ہو رہی ہو مریض کو اس سسٹم سے ریلیف ہے یا نہیں؟ یہ بات ڈاکٹر مسلسل اہل خانہ کو بتاتے رہتے ہیں اس لیے اس صورت حال کا تعین اور اس پر عمل کرنا کچھ مشکل نہیں ... اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ علاج غیر

مستحکم ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ کوئی علاج نہیں، مریض کو علی حالہ باقی رکھنے کی محض ایک تکنیکی تدبیر یا شفایاب ہونے کی ایک امید موہوم ہے جو ناکام بھی ہو سکتی ہے اور کامیاب بھی، لیکن اس عدم استحکام کے باوجود اس طریق علاج کو علی العموم غیر مؤثر قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ یہ باعتبار مریض اپنا اثر دکھاتا ہے۔ اگر مریض توانا، کم عمر، یا قوت مدافعت کا حامل ہے تو یہ طریقہ کارگر بھی ہو جاتا ہے اور ایسا نہیں تو ناکام بھی، ڈاکٹروں سے گفتگو کرنے پر پتہ چلا کہ نوجوان مریضوں کے لیے "لائف سپورٹ سسٹم" اکثر کامیاب ہو جاتا ہے اور نہایت ضعیف العمر لوگوں کے لیے اکثر ناکام؛ اس لیے علی الاعم تو یہ ناجائز نہیں قرار پا سکتا، ہاں! مریض کی حالت کے اعتبار سے اباحت اصلیہ پر قائم رہتے ہوئے مفید یا غیر مفید ہو سکتا ہے سو جس کے لیے مفید ہو اپنائے، جس کے لیے مناسب نہ ہو بچے۔" (ص: ۲۰/۲۱/۲۲)

مفتی ازہار احمد امجدی ازہری لکھتے ہیں:

" اصل یہی ہے کہ مباح چیزوں سے علاج کرانا جائز ہے اور لائف سپورٹ سسٹم انھیں میں سے ایک ہے؛ لہٰذا جب تک اس سے کوئی ناجائز قصد نہ کیا جائے مثلاً مریض کو تکلیف پہنچانا، یا اس کے اندر دوسری بیماری پیدا کرنا، یا ریاکاری اور دکھاوے کے طور پر روپے خرچ کرنا۔ اس وقت تک اس سے مریض کی زندگی بچانے کی امید کے ساتھ استعمال کرنا جائز و درست ہونا چاہیے ... "لائف سپورٹ سسٹم" سے علاج نہ کرانے کی شرعی قباحت: تجربہ شاہد ہے کہ اگر کسی مریض کو "لائف سپورٹ سسٹم" یا دوسرے مہنگے اسباب سے علاج کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر اس کے ذریعے علاج نہ کیا گیا اور مریض دنیا سے رخصت ہو گیا؛ تو اہل خانہ یا رشتے دار کہتے نظر آتے ہیں کہ اگر "لائف سپورٹ سسٹم" سے علاج کرا دیا جاتا؛ تو شاید جان بچ جاتی یا موت نہیں آتی، یہ وہ بات ہے جس کے ذریعے شیطان کا دروازہ کھلتا ہے... بلکہ عموماً لوگوں کی عادت بن چکی ہے کہ اگر "لائف سپورٹ سسٹم"، یا اس طرح کا دوسرا مہنگا علاج قدرت کے باوجود نہ کیا جائے؛ تو کہتے ہیں کہ روپیہ بچانے کے لیے علاج نہیں کیا اور مریض کو موت کے منھ میں جانے دیا، اس طرح سے لوگ بدگمانی کے شکار ہوتے ہیں حالاں کہ لوگوں کو بدگمانی سے بچانا اور خود کو بدگمانی کی جگہ سے محفوظ رکھنا مطلوب شرعی ہے۔" (ص: ۶۲/۶۳)

مولانا محمد سعید رضا مصباحی لکھتے ہیں:

" اس نظام میں ہر صورت میں بہت زیادہ پیسہ نہیں خرچ کرنا پڑتا، ہاں! بعض صورتوں میں زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے تو اہل خانہ کو اختیار ہے کہ چاہے علاج کرائیں چاہے نہ کرائیں مگر ناجائز نہیں، ان کا پیسہ ہے، ان کی ملک ہے اور علاج کے لیے خرچ کر رہے ہیں تو فضول بھی نہیں اور نفس انسانی کے مقابل مال کی حیثیت کم ہوتی ہے لہٰذا اس کو بچانے کے لیے اپنا سارا سرمایہ خرچ کرنا بھی جائز ہونا چاہیے۔ "لائف سپورٹ سسٹم" کوئی مستقل علاج نہیں بلکہ بعض صورتوں میں علاج کا معاون ہے جیسے آپریشن کے وقت بے ہوش کرنے، یا آکسیجن پہنچانے، یا خود سے کھانے پینے سے عجز کی صورت میں غذا یا دوا پہنچانے کے لیے ان حالات میں اصل علاج آپریشن یا دوا وغیرہ ہے۔ اور بعض صورتوں میں عارضی علاج ہے جیسے پھیپھڑے بالکل خراب ہو گئے ہوں یا دل کام بند کرنے کے قریب ہو تو جب تک اس نظام کا استعمال ہو گا زندہ رہے گا اور منقطع کرنے پر مریض مر جائے گا، تو یہ نظام علاج میں معاون ہونے کی حیثیت سے مؤثر اور مستحکم بھی ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ نظام نہ بہت زیادہ تکلیف کا باعث ہے نہ دیگر امراض کا اضافہ کرتا ہے اور نہ ہی بہت زیادہ مہنگا اور نہ ہی یکسر غیر مؤثر اور غیر مستحکم، ہاں بعض صورتوں میں ضرور ہے لہٰذا جائز ہونا چاہیے۔" (ص: ۴۱)

مفتی محمد معین الدین اشرفی لکھتے ہیں:

"ایسی بیماریوں کا علاج جائز ہے اگرچہ اس کا ترک افضل ہے۔" (ص: ۲۷)

مفتی قاضی فضل احمد مصباحی لکھتے ہیں:

"لائف سپورٹ سسٹم کے ذریعے مریض کا علاج شرعاً جائز ہے کہ علاج کرانے والے اہل خانہ کا مقصد اس سے صرف یہ ہوتا ہے کہ مریض کو شفا مل جائے۔ ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ مریض کو موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رکھا جائے اور جہاں شفایابی کا امکان ہو یا امید نظر آتی ہو اگرچہ موہوم ہی سہی شرعاً اس علاج کی اجازت ہے۔" (ص: ۲)

اس رائے کے حامل دوسرے مقالہ نگار علمائے کرام نے بھی اختصار کے ساتھ یہی بات تحریر کی ہے۔

ان علمائے کرام نے درج ذیل فقہی عبارات کو بطور استدلال ذکر کیا ہے:-

ہدایہ آخرین میں ہے:

قال: "ولا بأس بالحقنة يريد به التداوي" لأن التداوي مباح بالإجماع، وقد ورد بإباحته الحديث. ولا فرق بين الرجال والنساء إلا أنه لا ينبغي أن يستعمل المحرم كالخمر ونحوها؛ لأن الاستشفاء بالمحرم حرام. (كتاب الكراهية ، مسائل متفرقة، ص: ٤٦٠، مجلس بركات)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

اعْلَمْ بِأَنَّ الْأَسْبَابَ الْمُزِيلَةَ لِلضَّرَرِ تَنْقَسِمُ إلَى مَقْطُوعٍ بِهِ كَالْمَاءِ الْمُزِيلِ لِضَرَرِ الْعَطَشِ وَالْخُبْزِ الْمُزِيلِ لِضَرَرِ الْجُوعِ، وَإِلَى مَظْنُونٍ كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ وَشُرْبِ الْمُسْهِلِ وَسَائِرِ أَبْوَابِ الطِّبِّ أَعْنِي مُعَالَجَةَ الْبُرُودَةِ بِالْحَرَارَةِ وَمُعَالَجَةَ الْحَرَارَةِ بِالْبُرُودَةِ وَهِيَ الْأَسْبَابُ الظَّاهِرَةُ فِي الطِّبِّ، وَإِلَى مَوْهُومٍ كَالْكَيِّ وَالرُّقْيَةِ. أَمَّا الْمَقْطُوعُ بِهِ فَلَيْسَ تَرْكُهُ مِنْ التَّوَكُّلِ بَلْ تَرْكُهُ حَرَامٌ عِنْدَ خَوْفِ الْمَوْتِ، وَأَمَّا الْمَوْهُومُ فَشَرْطُ التَّوَكُّلِ تَرْكُهُ إذْ بِهِ وَصَفَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْمُتَوَكِّلِينَ، وَأَمَّا الدَّرَجَةُ الْمُتَوَسِّطَةُ وَهِيَ الْمَظْنُونَةُ كَالْمُدَاوَاةِ بِالْأَسْبَابِ الظَّاهِرَةِ عِنْدَ الْأَطِبَّاءِ فَفِعْلُهُ لَيْسَ مُنَاقِضًا لِلتَّوَكُّلِ بِخِلَافِ الْمَوْهُومِ وَتَرْكُهُ لَيْسَ مَحْظُورًا بِخِلَافِ الْمَقْطُوعِ بِهِ بَلْ قَدْ يَكُونُ أَفْضَلَ مِنْ فِعْلِهِ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ وَفِي حَقِّ بَعْضِ الْأَشْخَاصِ فَهُوَ عَلَى دَرَجَةٍ بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ، كَذَا فِي الْفُصُولِ الْعِمَادِيَّةِ فِي الْفَصْلِ الرَّابِعِ وَالثَّلَاثِينَ. (ج : ٥، ص :٣٥٥، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات ، دار الفكر بيروت)

اسی میں ہے:

لَا بَأْسَ بِقَطْعِ الْعُضْوِ إنْ وَقَعَتْ فِيهِ الْآكِلَةُ لِئَلَّا تَسْرِيَ، كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ. لَا بَأْسَ بِقَطْعِ الْيَدِ مِنْ الْآكِلَةِ وَشَقِّ الْبَطْنِ لِمَا فِيهِ، كَذَا فِي الْمُلْتَقَطِ. إذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَقْطَعَ إصْبَعًا زَائِدَةً أَوْ شَيْئًا آخَرَ قَالَ نُصَيْرٌ - رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى - إنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى مَنْ قَطَعَ مِثْلَ ذَلِكَ الْهَلَاكَ فَإِنَّهُ لَا يَفْعَلُ وَإِنْ كَانَ الْغَالِبُ هُوَ النَّجَاةَ فَهُوَ فِي سَعَةٍ مِنْ ذَلِكَ ...وَلَا بَأْسَ بِشَقِّ الْمَثَانَةِ إذَا كَانَتْ فِيهَا حَصَاةٌ. وَفِي الْكَيْسَانِيَّاتِ فِي الْجِرَاحَاتِ الْمَخُوفَةِ وَالْقُرُوحِ الْعَظِيمَةِ وَالْحَصَاةِ الْوَاقِعَةِ فِي الْمَثَانَةِ وَنَحْوِهَا إنْ قِيلَ قَدْ يَنْجُو وَقَدْ يَمُوتُ أَوْ يَنْجُو وَلَا يَمُوتُ يُعَالَجُ وَإِنْ قِيلَ لَا يَنْجُو أَصْلًا لَا يُدَاوَى بَلْ يُتْرَكُ كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ. (الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات ، ج :٥ ، ص : ٣٦٠ ، دار الفكر بيروت)

فتاوی رضویہ میں ہے:

"ہندوؤں کی طب عقلی اصولوں کے خلاف اور اکثر مضر ہوتی ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔" (ج:۹ نصف آخر، ص:۶۵، رضا اکیڈمی)

سوال نامہ میں مذکور "لائف سپورٹ سسٹم" کے مضر اثرات اور منفی پہلو اس درجے کے نہیں جس کی وجہ سے اس کے ناجائز، یا ممنوع ہونے کا حکم دیا جائے؛ بلکہ اس طرح کے منفی پہلو اور نقصانات علاج کے دوسرے طریقوں میں بھی پائے جاتے ہیں، جیسے ہارٹ کا آپریشن، برین ہیمرج ہونے کی صورت میں برین کا آپریشن، کینسر کا آپریشن، یہ طریقے انتہائی مہنگے بھی ہوتے ہیں اور کافی ذہنی تناو کا سبب بھی۔ موت و حیات کی کشمکش "لائف سپورٹ سسٹم " کے بغیر بھی دیکھنے کو ملتی ہے، ایک کینسر کا مریض بھی اسی کشمکش سے دوچار رہتا ہے، آخری اسٹیج پر برین ہیمرج کا مریض آپریشن کے بعد بھی اسی پوزیشن میں نظر آتا ہے، نہ جیتا ہے نہ مرتا ہے۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی بنیاد پر اپنے مسلمان بھائیوں کو اس سے احتراز کا مشورہ دیا جائے۔

دوسری رائے : یہ طریقۂ علاج جائز ہے، ہاں! اگر شفایابی کی امید بالکل معدوم ہو جائے، ڈاکٹروں نے اس نظام کو بالکل ہی بے نتیجہ اور غیر مؤثر قرار دے دیا ہو اور مقصد صرف اہل خانہ کے قلب کی تسکین ہو تو ضیاع مال اور ایذاے مریض کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔

یہ راے درج ذیل تین علماے کرام کی ہے:

۱- مولانا ساجد علی مصباحی - ۲- مفتی محمد ناصر حسین مصباحی - ۳- مفتی رئیس اختر مصباحی

مولانا ساجد علی مصباحی لکھتے ہیں:

"لائف سپورٹ سسٹم کی چار صورتیں سوال نامہ میں مذکور ہیں... ان میں سے کوئی بھی بذات خود بیماری کا علاج نہیں ہے، لیکن

یہ سب صورتیں علاج میں معاون اور ازالۂ ضرر میں مفید ہیں؛ اس لیے ان طریقوں سے مریض کا علاج کرنا جائز ہے۔ ہاں! اگر کسی صورت میں وینٹی لیٹر کا استعمال صرف مریض کے اہل خانہ کی تسکین کے لیے کیا جائے اور اس سے شفایابی کی امید بالکل معدوم ہو، یا اس لیے کیا جائے کہ یہ طریقہ اس کے عضو کو بطور عطیہ دوسرے شخص کو دینے میں معاون ہوگا تو اس طرح کا علاج کرانا جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس میں مال کا ضیاع اور بدن انسان کی اہانت ہے۔"(ص:۳۶)

مفتی محمد ناصر حسین مصباحی لکھتے ہیں:

"لائف سپورٹ سسٹم" بالکل ہی بے کار اور بے فائدہ نہیں، خصوصاً "نمونیا" یا کسی دوسری بیماری کے آپریشن جیسے علاج میں؛ کیوں کہ ان صورتوں میں یہ نظام بہت ہی مفید ہے، اگرچہ یہ نظام بذات خود علاج نہیں مگر علاج میں معاون ہے، یعنی اس نظام کے سہارے مریض کا آپریشن یا دوسرا کوئی علاج کیا جاسکتا ہے۔ یعنی یہ نظام آپریشن جیسے علاج کا ذریعہ اور وسیلہ بنتا ہے، اور جب اصل علاج یا آپریشن جائز ہے تو اس کا وسیلہ اور ذریعہ بھی جائز ہوگا۔ لأن الوسائل لها حكم الأصل كما هو مقرر أصوليا. لہٰذا اس صورت میں اس نظام کے عدم جواز، یا ممنوعیت کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی؛ اس لیے اسے ناجائز یا ممنوع نہیں قرار دیا جاسکتا... اس نظام کے منفی پہلوؤں کے اعتبار سے یہ نظام غیر مفید بے نتیجہ، باعث کرب وتکلیف وباعث ضرر ہے، اس سے تندرستی کی امید محض تسلی قلب، اس سے شفا کا حصول موہوم ہے، اور امور موہومہ میں جواز وعدم جواز کچھ بھی ثابت نہیں ہوتے بلکہ وہم کے مثبت ومنفی ہونے کے لحاظ سے فعل وترک کا استحباب ثابت ہوتا ہے؛ اس لیے اس صورت میں لائف سپورٹ سسٹم کو ترک کرنا بہتر اور اولی ہونا چاہیے۔ چناں چہ رد المحتار میں ہے:

إن القدرة حال قيام العجز بالفقر والكبر والمرض الذي لايرجى زواله أمر موهوم، وباعتبار الأمور الموهومة لاتثبت الأحكام ابتداء بل يثبت الاستحباب. نهر و فتح. (رد المحتار ج : ، ص : ، كتاب الطلاق / باب كفارة الظهار ، دار الفكر بيروت . فتح القدير ج: ، ص: ، فصل في الكفارة)

ہاں! اگر ڈاکٹروں نے اس نظام کو بے سود، بے نتیجہ، غیر مؤثر قرار دے کر اسے ترک کرنے کا مشورہ دیا ہو تو ایسی صورت میں اس نظام کو اختیار کرنا ناجائز ہونا چاہیے، اس لیے کہ اس میں مال کا ضیاع اور مریض کو دانستہ تکلیف دینا ہے۔"(ص:۶۷/۶۸)

مفتی محمد رئیس اختر مصباحی لکھتے ہیں:

"پھیپھڑوں کی خرابی کی دو صورتیں ہیں:

(۱) پھیپھڑے عارضی طور پر کام کرنا بند کردیں، یا کم کردیں۔

(۲) پھیپھڑے بالکل ہی بے کار ہوجائیں اور ان کے بحال ہونے کی بظاہر کوئی امید نہ ہو۔—— پہلی صورت میں اگر مریض اور اس کے اہل خانہ کے اندر اس گراں مشین کے استعمال کرنے کی وسعت ہو تو ان کے لیے اس پر مریض کو اس وقت تک رکھنے کی اجازت ہوگی جب تک دوا وغیرہ دوسرے علاج کے ذریعے اس کے پھیپھڑے صحیح طور پر کام نہ کرنے لگیں مثلاً نمونیا جیسے مرض میں عارضی طور پر اس کا استعمال کیا جاتا ہے، پھر جب پھیپھڑے صحیح طور پر کام کرنے لگتے ہیں تو اسے ہٹا دیا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں اگر ماہر اطبا کی رائے میں وینٹی لیٹر پر رکھنے کی وجہ سے مریض کے بچ جانے کا گمان غالب ہو اور مریض کے اندر اس مصنوعی آلے سے استفادے کی مالی استطاعت بھی ہو تو اس کی اجازت ہونی چاہیے... ڈائلیسس کرانا جائز ہے... مصنوعی سیال غذا والا حمایتی نظام بھی جائز ہے۔" (ص:۵۵/۵۶)

ان علماے کرام نے درج بالا فقہی عبارات کے ساتھ فتاوی رضویہ کی یہ عبارت بھی پیش کی ہے:

"عمل ٹیکا در دفع چیچک باذن اللہ تعالیٰ نفع می دہد، وہم چوں تداوی اگرچہ مشتمل بر چیزے الم بود ممنوع نیست، مثل داغ نہادن، آرے متوکلاں را نباید۔ الذين لايسترقون ولايكتوون ولايتطيرون وعلى ربهم يتوكلون. جعلنا الله منهم.

(۹/۱۸۷ نصف اول)

ان علماے کرام کی راے بھی یہی ہے کہ سوال نامہ میں مذکور نقصانات کی بنیاد پر اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا؛ کیوں کہ "لائف سپورٹ سسٹم" علاج میں معاون ہے، اور مریض کو گھر تڑپتا ہوا دیکھنا، یا بے حس و حرکت نیم مردہ حالت میں اس کی نگہ داشت کرنا اہل خانہ کے لیے "لائف سپورٹ سسٹم" کی تکلیف اور کرب سے کہیں زیادہ تکلیف دہ اور باعث کرب ہوگا؛ کیوں کہ علاج کی صورت میں مرض کے ختم ہونے اور شفا ملنے کی امید ہوتی ہے اور یہاں صرف اس کے مرنے کا انتظار۔

تیسری راے: یہ طریقۂ علاج ناجائز وممنوع ہے۔ یہ راے

درج ذیل مقالہ نگار علماے کرام کی ہے:-

۱- مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی -۲- مفتی جنید احمد مصباحی -۳-مفتی محمد صادق مصباحی -۴-مفتی آل مصطفی مصباحی -۵- مولانا دستگیر عالم مصباحی -۶- مولانا رقیب سنجر مصباحی -۷- مولانا ممتاز احمد گھوسی -۸-مولانا رضاء المصطفیٰ برکاتی، -۹-راقم الحروف محمود علی مشاہدی

مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی لکھتے ہیں:

علاج کا مقصد، مریض کی راحت رسانی اور اصلاح بدن ہے۔ جب کہ لائف سپورٹ کا یہ سسٹم مریض کے لیے نہ مستقل علاج ہے اور نہ ہی عارضی راحت رسانی کا کام کرتا ہے بلکہ یقینی طور پر اس کے فوائد کم اور نقصانات زیادہ ہیں۔ اس لیے مریض جب موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہو تو ایسی صورت میں "لائف سپورٹ سسٹم" پر مریض کو رکھنے کی شرعا اجازت نہیں دی جائے گی کہ اس سے مریض ذہنی پریشانی اور جسمانی کرب میں مبتلا رہتا ہے جو مقصد علاج کے بالکل خلاف ہے۔ حمایتی نظام مریض کے لیے راحت کے بجائے تکلیف کا باعث ہوتا ہے، مزید یہ کہ حمایتی نظام کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کہ موت کے منھ سے نکلنے کی مریض کو کوئی امید نہیں ہوتی ہے، ایسے وقت میں حمایتی نظام سے مریض کا سانس جاری رکھنا در حقیقت مریض کی پریشانیوں میں مزید اضافہ کرنا ہے... ہاں ایسا مریض جس کے لیے "لائف سپورٹ سسٹم" تھوڑی دیر استعمال کیا جائے پھر مریض خود بخود قدرتی نظام سے سانس لینا شروع کر دے تو اس کے لیے "لائف سپورٹ سسٹم" کا استعمال جائز ہے جیسا کہ عموماً بڑے آپریشن وغیرہ کے دوران استعمال کیا جاتا ہے۔" (ص:۱۰/۱۱)

مفتی آل مصطفی مصباحی لکھتے ہیں:

"جن امراض میں حمایتی نظام کا عارضی استعمال ہوتا ہے اور وہ بہت حد تک کامیاب بھی ہے جیسے نمونیا جیسے مرض کے لیے اس کا استعمال کر کے پھیپھڑوں کے اندر ہوا پہنچا کر جسم کو آکسیجن فراہم کیا جاتا ہے اور ڈائی اکسائڈ کو دور کیا جاتا ہے، ایک گردے کی خرابی خصوصاً جزوی خرابی کی صورت میں ہیموڈائلیسس کے ذریعے خون کو صاف کیا جاتا ہے اور نقصان دہ اضافی نمک اور پانی کو خون سے علاحدہ کیا جاتا ہے، اسی طرح پیری ٹونیل ڈائلیسس جس سے اضافی مادہ کو صاف کیا جائے، یہ طریقہ گردوں کی خرابی کا علاج نہ سہی مگر اس میں مریض کی صحت بہتر اور زندگی طویل ہو سکتی ہے اگر وارثین میں مالی استطاعت ہے اور تجربہ کار ڈاکٹر اس طریقہ کو متعلقہ مریض کی حالت وکیفیت کے پیش نظر مفید بتاتے ہوں تو یہ شرعا ممنوع نہیں بشرطے کہ مریض کو زیادہ اذیت نہ ہو، نہ اس میں مال کا اسراف ہو۔ ہاں دونوں گردے خراب ہو جائیں تو اس لاحاصل حمایتی نظام کی اجازت نہ ہوگی، یوں ہی "لائف سپورٹ سسٹم" کی دیگر صورتیں ہیں جس میں لمبے عرصے تک موت وحیات کی کشمکش میں رکھنے کی بے جا کوشش کی جاتی ہے وہ ممنوع قرار پائے گی۔" (ص:۴۶)

مولانا جنید احمد مصباحی لکھتے ہیں:

"عام حالات میں اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے... ہاں جب کہ یہ یقین ہو کہ کچھ وقت ان آلات کی مدد کے بعد انسان اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا تو جائز ہے، رہا گردے کا ڈائلیسس تو چوں کہ اس میں طویل وقت کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی ہے بلکہ کم وقت میں ہو جاتا ہے اور اس کے بعد انسان معمول کی زندگی گزارنے لگتا ہے اس لیے اس کی اجازت ہونی چاہیے... ڈاکٹر سید ذوالفقار سرجن سہارا ہاسپیٹل، گولڈ میڈلسٹ اپولو ہاسپیٹل، دہلی سے معلوم ہوا کہ کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ مریض جاں بحق ہو چکا ہوتا ہے مگر ظالم وخائن ڈاکٹر اہل خاندان سے جھوٹ بول کر مریض کی زندگی کا بہانا کر کے بھی کچھ رقم وصول کر لیتے ہیں اور اس طرح سے مال کا ضیاع ہوتا ہے۔" (ص:۳۲)

مفتی محمد صادق مصباحی لکھتے ہیں:

"لائف سپورٹ سسٹم کے ذریعے علاج کا عدم جواز ہی راجح نظر آتا ہے کہ یہ زبردستی مریض کو موت وحیات کی کشمکش میں رکھنے کی کوشش اور اس کے اہل خانہ کو اذیت پہنچانا ہے جو شرعا جائز نہیں... البتہ مخصوص صورتوں میں "لائف سپورٹ سسٹم" کے ذریعے مریض کے علاج کی اجازت ہونی چاہیے: (۱) نمونیا کے مریض کے لیے اس کی اجازت ہوگی جب کہ سانس کے لیے تھوڑی دیر استعمال کیا جائے، پھر مریض قدرتی نظام سے سانس لینا شروع کر دے۔ (۲) آپریشن کے دوران جب تک کہ نظام تنفس قدرتی طور پر درست اور بحال نہ ہو جائے۔ (۳) مریض نوجوان ہو اور ظاہری طور پر مرنے کے قابل نہ ہو، اس کو بچانے کی کوشش کے لیے۔ (۴) گردوں کی خرابی کی صورت میں ڈائلیسس کے لیے جب کہ مریض کی بہتر صحت اور طویل زندگی کی امید ہو۔" (ص:۳۴/۳۵)

مولانا دستگیر عالم مصباحی لکھتے ہیں:

" لائف سپورٹ سسٹم کے ذریعے علاج کی جن صورتوں میں مرض زائل ہو جاتا ہو، یا زائل ہونے کی امید رہتی ہو تو ان صورتوں میں اس کی اجازت ہونی چاہیے کیوں کہ بلاشبہ وہ ان صورتوں میں علاج ہے یا

علاج میں معاون ہے۔ اور جن صورتوں میں اس کے ذریعے مریض کو لمبے عرصے تک صرف موت وحیات کی کشمکش میں رکھنے کی کوشش ہو اور خود ڈاکٹروں کے مطابق موت کے چنگل سے باہر نکل آنے کی کوئی امید نہ ہو صرف اس سسٹم کے ذریعے جسم کے اعضا کو چلایا جاتا ہو اور اس سے الگ کرتے ہی مریض موت کی آغوش میں چلا جائے تو ان صورتوں میں اس کے استعمال کی شرعا اجازت نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ یہ تو موت یا بڑھاپے کا علاج کرنے کی ناکام کوشش ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دوا پیدا نہیں کی ہے، اس طرح اپنے مال کو بے فائدہ ضائع کرنا ہے جس کی شرع اجازت نہیں دیتی۔ لہذا آج کے بددیانتی کے ماحول میں اگر ڈاکٹر کسی نازک مریض کو اس سسٹم پر لے جانے کی اجازت مریض کے ذمہ داروں سے مانگے تو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے کسی مخلص طبیب سے مشورہ کرے اگر وہ اس حالت میں اس سسٹم کو مفید بتائے تو علاج کروائے ورنہ ترک کرکے اللہ تعالیٰ پر توکل کرے۔"(ص:۵۰)

راقم الحروف کے مقالے میں ہے:

"مصنوعی سیال غذا کے طریقۂ علاج میں کوئی محظور شرعی نہیں؛ کیوں کہ بھوک پیاس کا ازالہ ہر جائز طریقے سے روا ہے، بلکہ بعض حالات میں بقدر ضرورت حرام اشیا کے بھی استعمال کی اجازت ہے، اگر اس طرح بھوک پیاس کے ازالے پر قدرت ہے اور نہیں کیا یہاں تک کہ مرگیا تو گناہ گار بھی ہوگا۔ تیسرا طریقہ ڈائلیسس کا ہے اس میں بھی شرعا ممانعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی... پہلا اور دوسرا طریقہ یعنی "نظام تنفس" اور "دل اور پھیپھڑوں کو مصنوعی طریقے سے بحال کرنا" یہ دونوں طریقے محض روپے پیسے کا ضیاع اور مریض کی اذیت کا سبب ہیں؛ اس لیے ان کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔" (ص:۵۳/۵۴)

مولانا رقیب سنجر مصباحی لکھتے ہیں:

"اگر اعضاے مریض کے صحت مند ہونے کے کچھ آثار نظر نہیں آرہے ہیں بلکہ صرف ایک موہوم سی امید ہے جس کی وجہ سے مریض کو لمبے عرصے تک وینٹی لیٹر پر رکھنا پڑے گا، تو اس طرح ایک موہوم امید پر وینٹی لیٹر کے ذریعے مریض کے نظام تنفس کو برقرار رکھنے کی کوشش شرعا ناجائز ہے۔"(ص:۵۲)

یہ علماے کرام فرماتے ہیں کہ دوا علاج یقینا جائز اور مباح ہے لیکن یہ جواز مریض کی راحت رسانی اور اس کے بدن کی اصلاح کے لیے جائز ہے، مریض کی ایذا رسانی اور اسے موت وحیات کی کشمکش میں رکھنا نہ اس کے بدن کی اصلاح ہے اور نہ ہی راحت رسانی بلکہ یہ طریقہ صرف مریض کے اہل خانہ کی تسکین کے لیے اختیار کیا جاتا ہے، وینٹی لیٹر پر پہنچنے کے بعد کوئی مریض زندہ نہیں بچتا ہے؛ اس لیے یہ خروج عن الحد اور فضول ہے، اور فضول مباح، مکروہ تنزیہی و تحریمی سے حرام تک ساری ہوتا ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

پنجم باختلاف مراتب مباح ومکروہ تنزیہی وتحریمی سے حرام تک۔

قال المحقق على الإطلاق في الفتح ثم السيد الحموي في الغمز : قاعدة الضرر يزال ههنا خمسة مراتب ضرورة و حاجة ومنفعة وزينة وفضول ، والفضول التوسع بأكل الحرام والشبهة ، إلخ . (۱/۱۵۸)

فتاوی عالم گیری میں ہے:

ولا بأس بشق المثانة إذا كانت فيها حصاة ، وفي الكيسانيات في الجراحات المخوفة والقروح العظيمة والحصاة الواقعة في المثانة إن قيل قد ينجو وقد يموت أو ينجو ولا يموت يعالج ، وإن قيل لا ينجو أصلا لا يداوي بل يترك ، كذا في الظهيرية. (الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات، ج:۵، ص:۳٦۰، دار الفكر، بيروت)

مولانا شبیر احمد مصباحی فرماتے ہیں:

"کسی صورت میں اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، وہ لکھتے ہیں: اس علاج میں مریض کو صحت یابی کا نہ تو یقین ہے اور نہ ہی ظن غالب ہے علاوہ اس کے تکلیف کی انتہا ہے لہذا اس نظام کے ذریعے مریض کا علاج اور اس کو لمبے عرصے تک موت حیات کی کشمکش کی شرعا اجازت نہیں ہونی چاہیے۔"(ص:۲۹)

یہ تھا اس موضوع سے متعلق مقالات وآرا کا خلاصہ، اب درج ذیل گوشے تنقیح طلب معلوم ہوتے ہیں۔

تنقیح طلب امور:

(۱) لائف سپورٹ سسٹم کی تمام صورتیں ناجائز ہیں یا جائز؟

(۲) لائف سپورٹ سسٹم مستقل علاج ہے، یا علاج میں معاون ہے، یا ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے؟

(۳) وینٹی لیٹر علاج میں معاون ہے یا نہیں؟

(۴) وینٹی لیٹر کا استعمال مطلقا ناجائز ہے، یا بعض صورتوں میں جائز اور بعض صورتوں میں ناجائز؟☆☆☆

خلاصۂ مقالات

بعنوان

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

مولانا نفیس احمد مصباحی

مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ کے پچیسویں فقہی سیمینار میں بحث و مذاکرہ کے لیے جن موضوعات کا انتخاب ہوا ان میں ایک اہم موضوع ہے: "پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت" اس موضوع سے متعلق ملک کے مختلف خطوں میں تدریس وافتا کی خدمت انجام دینے والے ۳۵ علمائے کرام و مفتیان عظام کے مقالات موصول ہوئے جو فل سکیپ سائز کے ۱۷۵ ر صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں بعض مقالات بہت مفصل اور تحقیقی ہیں، بعض متوسط، اور بعض مختصر اور جامع ہیں۔

اس موضوع سے متعلق سوال نامہ حضرت مولانا مفتی محمد ناصر حسین مصباحی استاد جامعہ اشرفیہ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے تیار کیا ہے جس میں موضوع سے متعلق فنی، قانونی اور فقہی معلومات فراہم کرنے کے بعد درج ذیل دو سوالات مندوبین کرام کی خدمت میں پیش کیے ہیں:

(۱)- قانونی مقدمات حل کرنے کے لیے شریعت میں کسی مُردے کے پوسٹ مارٹم کا کیا حکم ہے؟

(۲)- اگر پنشن، جمع شدہ رقم، یا سرکاری امداد کی وصولی پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو تو کیا وارثین اور رشتہ داروں کو پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا درست ہے؟

جوابات سوال (۱)

پہلے سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کی پانچ رائیں ہیں:

پہلی رائے: یہ ہے کہ قانونی مقدمات حل کرنے کے لیے کسی مردے کا پوسٹ مارٹم جائز نہیں۔ یہ رائے مفتی از ہار احمد امجدی مصباحی مرکز تربیت افتا، اوجھا گنج، بستی کی ہے۔ ان کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اس میں مردے کی بے پردگی کے ساتھ مُثلہ اور انسان کی بے حرمتی بھی ہے۔ (دیکھیے ان کا مقالہ کا صفحہ :۱)

آگے لکھتے ہیں:

"یہاں پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ "مردہ عورت کے پیٹ کو چاک کر کے زندہ بچہ نکالنے کی شریعت اسلامیہ میں صراحت موجود ہے اسی طرح اگر کوئی کسی کا مال نگل جائے اور ہلاک ہو جائے تو بھی شرع مطہر نے حق دار کو اس کا پیٹ پھاڑ کر نکالنے اور اپنا حق لینے کی اجازت دی ہے۔ اس لیے قانونی مقدمات خاص کر ناحق خون کے الزام کی وجہ سے پھانسی کی سزا پانے والے کو بچانے کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت ہونی چاہیے۔" مگر یہ درست نہیں کیوں کہ دونوں مسئلوں کی نوعیت الگ ہے۔ پہلے مسئلے میں مردہ انسان کی کرامت و شرافت پر زندہ انسان کی کرامت کو فوقیت دی گئی ہے، کیوں کہ زندہ بچہ جو مردہ ماں کے پیٹ میں ہے، اس کا حق ثابت ہے کہ وہ باہر آکر زندگی گزارے اور اللہ تعالی کی نعمت سے لطف اندوز ہو۔ اور دوسرے مسئلے میں چوں کہ انسان نے بذات خود مال نگل کر تعدی کی اور اپنی حرمت پامال کی؛ اس لیے اس کا پیٹ چیر کر مال نکالنے کی اجازت دی گئی۔ اسی لیے اگر کسی کے پیٹ میں کسی کا مال بلا قصد چلا جائے تو پیٹ چیر کر اسے نکالنے کی اجازت نہیں۔ (جیسا کہ در مختار اور اس کی شرح ردالمحتار ج: ۲، ص: ۲۳۸ مطلب في د فن الميت میں ہے) اور قانونی مقدمات کی صورت میں نہ تو مردے پر کسی زندہ شخص کا حق ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اپنی حرمت پامال کیے ہوتا ہے، جس کی بنا پر کہا جائے کہ ان میں اس کے پوسٹ مارٹم کی اجازت ہے۔

(دیکھیے مقالہ مفتی از ہار احمد امجدی، ص: ۲، ۳)

دوسری رائے: یہ ہے کہ اصل کے لحاظ سے تو شریعت کی نظر میں پوسٹ مارٹم ناجائز و حرام ہے لیکن قانونی مجبوری کی صورت میں اور بے قصور کو سزا سے بچانے کے لیے اس کی اجازت ہے۔ یہ موقف بیش تر علمائے کرام کا ہے جن کی تعداد ۲۷ ر ہے۔

ان میں سے چھ حضرات نے یہ صراحت بھی فرمائی ہے کہ عام قانونی مقدمات کو حل کرنے کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں۔ صرف انہیں صورتوں میں اجازت ہے جو ضرورت کے دائرے میں آتی ہیں۔

مفتی آل مصطفیٰ مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

”قانونی مقدمات میں ایسا مقدمہ جس کا تعلق قتل سے ہو اور کسی بے گناہ سنی صحیح العقیدہ کو غلط اور خلاف واقع طور پر پھنسا دیا گیا ہو کہ اسی نے قتل کیا ہے، اور ماہرین قانون نے اس مظلوم بے گناہ کو مقدمے اور قانونی کارروائی سے بچنے کی یہی صورت بتائی کہ مقتول کا پوسٹ مارٹم کیا جائے جس کی رپورٹ کے بعد ہی اس مظلوم کا بری ہونا یقینی یا مظنون بہ ظنِّ غالب ہے، ورنہ مظلوم تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے گا یا حبس دوام میں رہے گا، تو ایسی صورت میں ایک زندہ انسان کو بچانے کی خاطر مردہ لاش کی چیر پھاڑ ممنوع نہ ہوگی۔ **اولاً:** پوسٹ مارٹم سے جرم کا انکشاف ہوتا ہے اور اصل مجرم تک رسائی مظنون بظنِ غالب ہوتی ہے۔ **ثانیاً:** مسلمان بحیثیت مسلمان مکرم و محترم ہے، خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ فتح القدیر میں ہے: ”الاتفاق علیٰ أنّ حرمة المسلم میتًا کحرمته حیًاً.“ (ج:۳، ص:۱۵۱، کتاب الجنائز) لیکن زندہ کا حق بنسبت مردہ کے زیادہ ہے، جس پر کثیر شواہد و جزئیات موجود ہیں ـــــ یوں ہی جن مقدمات یا جن صورتوں میں ملکی قانون کی رو سے پوسٹ مارٹم لازمی و ضروری ہے اور اسے روک پانا وارثین اور رشتہ داروں کے دائرۂ اختیار سے باہر کی بات ہے تو ایسی مجبوری کی صورت میں وارثین رشتہ داروں کا میت کو انتظامیہ و ارباب حکومت کے حوالے کرنا حرام نہ ہوگا، دائرۂ رخصت میں رہے گا کہ یہ صورت ضرور اکراہ شرعی کی ہے، جس سے جواز فی نفسہٖ تو نہیں ہوتا، البتہ رفعِ اثم ہوتا ہے، اور ”إِلَّا مَنۡ أُكۡرِهَ وَقَلۡبُهُ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡإِيۡمَانِ“ کے دائرۂ اثر میں آجاتا ہے، قانونی مقدمات کی وہ صورتیں جو ضرورت یا اکراہِ شرعی کے دائرے میں نہیں، ان کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا بھی جائز نہیں، بلکہ یہ صورتیں بھی شدید حرام ہوں گی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

(مقالہ مفتی آل مصطفیٰ مصباحی، ص:۳۶)

قاضی فضل احمد مصباحی لکھتے ہیں:

”بے شک پوسٹ مارٹم کے کچھ فوائد و مصالح ہیں مگر ان سے کہیں بڑھ کر اس کے مفاسد ہیں: میت کی اہانت، کشف عورت، نظر و مسِّ عورت، لاش کو مثلہ بنانا اور ان سب کے علاوہ ایک عظیم مفسدہ تو یہ ہے کہ اس طرح ایک دروازہ کھل جائے گا اور پوسٹ مارٹم کے بہانے انسانی حرمت کی پامالی عام ہو جائے گی، مرتے ہی انسانی لاشیں کالجوں، یونیورسٹیوں میں تحقیق اور ریسرچ کے بہانے بھیج دی جائیں گی۔ یہ اتنا زبردست فساد ہے کہ تمام مصالح جو اس سے متعلق ہو سکتے ہیں مغلوب و مرجوح ہو جائیں گے، لہٰذا یہ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔“

پھر آگے لکھتے ہیں:

”اس کے برخلاف پوسٹ مارٹم نہ کرنے میں نہ تو اس طرح کا ضرر ہے (جو ضرر مردہ عورت کے پیٹ میں زندہ بچے کو چھوڑ دینے سے ہوتا ہے) اور نہ تو پوسٹ مارٹم کرنے میں ضرورت کا تحقق و تعین ہے۔ کیا کسی متہم شخص کو بچانے کے لیے پوسٹ مارٹم کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں؟ کیا یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بے قصور شخص کے حق میں جائے گی؟ جب کہ تجربات شاہد ہیں کہ یہ رپورٹ کبھی حقیقتِ واقعہ کے خلاف بھی ہو جاتی ہے، بلکہ اثر و رسوخ والے حضرات تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کو بڑی آسانی سے اپنی خواہش و طبیعت کے موافق بنوا لیتے ہیں۔ ایسے میں متہم شخص کی براءت پوسٹ مارٹم کے ذریعہ کیسے یقینی ہو سکتی ہے؟ علاوہ ازیں پوسٹ مارٹم کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ قتل کا پتا چل سکے گا، لیکن اس کے قتل کی تعیین تو نہیں ہو سکتی، تو کیا محض سببِ قتل معلوم کرنے کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ مردہ بے چارہ تو یوں ہی ظلم کا شکار ہو کر مقتول ہوا، اب کیا مزید اس پر ظلم روا رکھا جائے کہ خود اس میں چیر پھاڑ کر کے سببِ قتل اور قاتل کا سراغ لگایا جائے؟ پوسٹ مارٹم میں انسانی لاش کی کس قدر توہین ہے اس کا اندازہ تو صرف اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ عام لوگ بھی اس فعل میں انسانی حرمت کی پامالی اور اس کی اہانت سمجھتے ہیں، گویا اس کے ذریعے ”موہوم فائدہ“ سے کہیں زیادہ ”یقینی نقصان“ ہے، لہٰذا محض منفعت کے پیشِ نظر پوسٹ مارٹم کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ہاں! اگر تحقیق کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ پوسٹ مارٹم نہ کرنے کی صورت میں کسی بے گناہ شخص کو مجرم ٹھہرا کر مار دیا جائے گا اور اس کو بچانے کی صرف یہی ایک صورت باقی رہ گئی ہو تو ایسی خاص اور ضرورت متحققہ (نہ ضرورتِ موہومہ) میں پوسٹ مارٹم کیا جا سکتا ہے، جب کہ اس بات کا ظنِ غالب ملحق بالیقین ہو کہ اس پوسٹ مارٹم کے ذریعہ متہم شخص کی جان بچ جائے گی۔ بہ ایں ہمہ سدِّ بابِ فتنہ کے لیے عدم جواز ہی کا حکم اور فتویٰ دیا جائے گا۔“

(مقالہ قاضی فضل احمد مصباحی، ص:۶،۷)

مفتی ابرار احمد اعظمی نے اس مسئلے پر کچھ نئے انداز میں بحث کی

ہے، وہ رقم طراز ہیں:

"اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ قیام قضا کا بنیادی مقصد مقدمات کی گتھیوں کو سلجھانا اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی محافظت کر کے امنِ عالم کو برقرار رکھنا ہے۔ البتہ شرعی نقطۂ نگاہ سے یہ پہلو ضرور قابلِ غور ہے کہ کیا پوسٹ مارٹم کی رپورٹ حلِّ مقدمات میں قابلِ حجت ہے جس کی بنا پر پوسٹ مارٹم کے جواز یا عدم جواز کا قول کیا جا سکے؟ اس لیے سب سے پہلے اس کا تعین ضروری ہے کہ پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

کسی لاش کا داخلی یا خارجی معاینہ کر کے اسبابِ موت پر کوئی نتیجہ اخذ کرنا "علامات و قرائن سے استدلال" کی قبیل سے ہے۔ اس لیے وجوہاتِ موت کو ظاہر کرنے میں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ایک "علامت اور قرینہ" کا درجہ رکھتی ہے۔ اور علامات و قرائن سے استدلال دیانات و معاملات کے ہر اس باب میں معتبر ہے جہاں "الزام علی الغیر" کی صورت نہ ہو۔ فقہی کتابوں میں اس کے بہت سے شواہد ہیں۔

بابِ قضا میں علامات و قرائن کی بنیاد پر اگرچہ کوئی دعویٰ ثابت نہیں کیا جا سکتا، مگر فریقِ ثانی کے دعوے کو خارج اور مسترد ضرور کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ علامات و قرائن سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ بابِ قضا میں غیر کے دعوے کو مسترد کرنے کے لیے حجت قرار پاتا ہے۔ اس کی دلیلیں مندرجہ ذیل ہیں:

● رسائل ابنِ عابدین میں ہے:

"الظاهر يَصلُح للدفع لا للإثبات"

(ج:١، ص:١٢٦)

● البحر الرائق میں ہے:

"الظاهر حجة في الدفع لا للاستحقاق."

(ج:٦، ص:١٥٤، مطبوعه بيروت)

● عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

"إذا وُجِدَ مع اللقيط مال مشدود عليه، أو علىٰ دابّة هو عليها فهو له، وكذا الدّابّة، اعتباراً للظاهر، فإن قيل: الظاهرُ يكفى للدفع، لا للاستحقاق، فلو ثبت المِلكُ لِلَّقِيْطِ بهذا الظاهرِ كان الظاهرُ حجةً مُثبِتَةً، وليس كذلك. أجيب: بأنّ هذا الظاهر يدفع دعوىٰ الغير." (عناية مع الفتح، ٥/ ٣٤٧)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"شریعت مطہرہ نے قاضی کے حضور ثبوت دعویٰ کے صرف تین طریقے رکھے ہیں: بیّنہ، اقرار، نکول، اور جہاں تینوں معدوم ثبوت معدوم، اور قضا بحق مدعی ناممکن۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے: القاضى انما يقضي بالحجةِ. والحجةُ: هى البيّنةُ أو الإقرار أوالنكول۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ص:۵۲۵، رضا اکیڈمی، ممبئی)

اب مثال کے طور پر کسی بے قصور شخص پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ اس نے فلاں شخص کو زہر دے کر قتل کر دیا ہے، اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ موت کا سبب، فطری اور طبعی یا کچھ اور ظاہر کر رہی ہے تو اس ظاہر کی بنیاد پر زہر دے کر قتل کیے جانے کا دعویٰ مسترد ہو جائے گا اور بے قصور شخص قتل کے الزام سے بری ہو جائے گا۔ فإن الظّاهر حجّة للدفع.

اس توضیح کی روشنی میں پوسٹ مارٹم رپورٹ بعض صورتوں میں "حجت دافعہ" بن سکتی ہے اور مدعیٰ علیہ قتل سے بَری ہو سکتا ہے۔ مگر مدعیانِ قتل کے حق میں یہ رپورٹ "حجت مثبتہ" نہیں ہو سکتی۔ اس لیے قتل کے ورثہ کا دعویٰ قتل ثابت کرنے کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا ایک "سعیِ لا حاصل" ہے، جس کے جواز کی صورت مضمحل نظر آتی ہے، تاہم یہ پہلو ضرور قابلِ غور ہے کہ اگر مقتول کے ورثہ کے پاس قتل کے چشم دید گواہ موجود ہوں تو کیا وہ قاتل کے خلاف ایف. آئی. آر. درج کرائیں یا پوسٹ مارٹم کے خوف سے قانونی چارہ جوئی سے باز رہیں؟ کیوں کہ جیسے ہی قاتل کے خلاف ایف. آئی. آر. درج ہوگی، فوراً پولیس لاش کو اپنی تحویل میں لے کر پوسٹ مارٹم کرائے گی۔ راقم الحروف کی رائے میں قانونی مجبوری کی صورت میں ایف. آئی. آر درج کرانے اور پوسٹ مارٹم کی اجازت دینے میں جہاں حقِ ورثہ ملحوظ ہے وہیں "ضررِ عام کا ازالہ" بھی مقصود ہے۔ ورنہ قاتل قانونی گرفت سے آزاد ہو کر قتل کی مزید وارداتیں انجام دینے پر جَری ہو جائے گا، اور امنِ عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لیے "حقِ ورثہ" اور "دفعِ ضررِ عام" کو ملحوظ رکھتے ہوئے قانونی مجبوری میں پوسٹ مارٹم کی اجازت ہونی چاہیے۔ لأن دَفع الضرر العامّ أهمُّ من ارتكابِ الضررِ الخاص، وحقّ الحيِّ مقدّمٌ علىٰ حقّ الميّتِ."

(مقالہ مفتی ابرار احمد اعظمی، ص:۱۴-۱۷، ملخصًا)

مولانا محمد سلیمان مصباحی اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بعض حالات میں پوسٹ مارٹم کا ہونا لازمی ہو جاتا ہے اور بعض حالات میں پوسٹ مارٹم ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔ اگر ورثہ اجازت دے دیں تو پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، ورنہ یوں ہی بغیر پوسٹ مارٹم کے لاش کی تدفین ہو جاتی ہے اور سرکاری عملہ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے اس لیے اس میں وارثین کو گنہ گار نہیں ہونا چاہیے اور صورتِ ثانی میں ان وارثین پر گناہ کا حکم ہونا چاہیے جن کی اجازت سے یہ غیر ضروری پوسٹ مارٹم کیا گیا۔"

(مقالہ مولانا محمد سلیمان مصباحی، ص:۳)

تیسری رائے: یہ ہے کہ مقدّمات کو حل کرنے کی دو صورتیں ہیں (۱) کسی کو سزا سے بچانے کے لیے (۲) کسی کو سزا دلانے کے لیے۔ پہلی صورت میں اگر بے قصور مسلمان کو سزا سے بچانا مقصود ہو تو پوسٹ مارٹم جائز ہے کہ مسلمان کی جان کی حفاظت مُردے کے احترام سے بڑھ کر ہے لیکن اگر کوئی "غیر مسلم" مقدّمے میں پھنسا ہوا ہے تو اس کو سزا سے بچانے کے لیے مسلمان کی لاش کا پوسٹ مارٹم جائز نہیں ہے۔ اور دوسری صورت میں قاتل کو سزا دلانے کے لیے پوسٹ مارٹم کرانے کی اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ پوسٹ مارٹم سے اس کی سزا کا یقین ہو۔ اس لیے کہ اگر قاتل کو سزا نہ دلائی جائے اور اس کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ اور جری ہو جائے گا اور اس کے بعد اور زیادہ جرم کرے گا۔ ساتھ ہی اسے دیکھ کر دوسرے شریروں کے حوصلے بلند ہوں گے اور وہ بھی فتنہ و فساد پھیلائیں گے، اس سے قوم کو ضررِ عام ہوگا اور امن و امان خطرے میں پڑ جائے گا، فقہ کا قاعدہ ہے کہ "ضررِ عام کو دفع کرنے کے لیے ضررِ خاص کو برداشت کر لیا جاتا ہے۔"

الاشباہ والنظایر میں ہے:

"يُتَحَمَّل الضررُ الخاصّ لأجل دفع الضرر العامّ، وعليه فروع كثيرة." (ج:۱، ص:۸۷، الفن الأوّل)

یہ رائے مولانا شہروز عالم مصباحی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی ہے۔

چوتھی رائے: یہ ہے کہ قانونی مقدمات کی جن صورتوں میں ضرورت پائی جاتی ہے، ان میں نہ صرف پوسٹ مارٹم کرانا جائز بلکہ واجب ہے۔ یہ رائے درج ذیل اہلِ علم کی ہے:

۱- مفتی عبد الرحیم اکبری، جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان -۲- مفتی عبد السلام رضوی مصباحی، جامعہ انوار العلوم، تلسی پور، بلرام پور -۳- مفتی شیر محمد خان مصباحی، دار العلوم وارثیہ، لکھنؤ -۴- مفتی محمد رئیس اختر مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

ان حضرات کی دلیل (دیگر جزئیاتِ فقہ کے ساتھ خاص طور سے) یہ فقہی جزئیات ہیں:

● "امرأة ماتت وفي بطنها ولد يَضْطَرِبُ . قالَ محمد : يُشقّ من الجانب الأيسر، واللهُ خَلَقَ حَوَّاءَ من آدم من ضِلعِه الأيسر. وحُكِيَ عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ فعلوا كذلك بامرأةٍ فعاش الولدُ، وصيانةُ الولد عن الهلاكِ واجبٌ، بخلاف ما إذا ابتَلَعَ دُرَّةَ غيرِه ثمّ مات ولم يَتْرُكْ مَالًا لَا يُشَقُّ بَطْنُه."

(فتاویٰ النوازل للفقيه أبي الليث السمرقنديؒ، ص:۲۰۱، مطبوعہ کوئٹہ)

● "ومختصرُ المسئلة إن رُجّيَ حياةُ الجنين وجب شقُّ جوفِهَا."

(شرح المهذب مع المجموع، ج:۵، ص:۳۰۲، بيروت)

پانچویں رائے: مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی، جے پور، راجستھان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جن صورتوں میں فصلِ مقدمات کے لیے قانونی طور پر پوسٹ مارٹم ضروری ہے، وہاں شرعاً بھی اجازت ہوگی؛ کیوں کہ ہماری شریعت کی بنا تیسیر و تسہیل کے ساتھ حکمتِ بالغہ پر ہے۔ اور ایسا منع جس سے قانونی اور معاشرتی دونوں سطح پر دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے، شرعاً باعثِ تخفیف ہوتا ہے۔ آئینی، معاشرتی اور تہذیبی طور پر یہ حکم اس لیے دشوار ہے کہ ہندوستان غیر مسلم اکثریتی آبادی والا جمہوری ملک ہے اور ایسے ملک میں فصلِ مقدمات جیسے اہم مسئلے کے لیے بھی پوسٹ مارٹم کو ناجائز قرار دینا، در اصل جہاں شریعتِ مطہرہ کی حکمت بالغہ کا فہم اور فراستِ مومنانہ نہیں، وہیں تجربات کی روشنی میں بات کی جائے تو عصرِ حاضر میں یہ طرزِ عمل اسلام اور مسلمانوں کی تضحیک کا سامان بھی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ پہلو بجائے خود محظور شرعی ہے۔

یہاں اس صورتِ حال کی بحث تھی جہاں فصلِ مقدمات کے لیے

قانونی طور پر پوسٹ مارٹم ضروری ہوتا ہے، لیکن جہاں فصلِ مقدمات کے لیے قانونی طور پر پوسٹ مارٹم ضروری نہیں، مُعاون ہوتا ہے، ہماری شریعت وہاں بھی مانع نہیں ہوگی۔ کیوں کہ بنیادی طور پر پوسٹ مارٹم کے عدم جواز کی دو وجہیں ہیں: ایذاے میت اور ہتکِ حرمت۔ جب کہ فصلِ مقدمات کے لیے پوسٹ مارٹم کروانے کی وجہ سے یا تو کسی مظلوم کو اس کا حق ملتا ہے، یا کسی بے گناہ کی براءت ہوتی ہے، یا پھر شرحِ جرائم کم کرنے میں مدد ملتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں ہر ایک کام مہتم بالشان ہے اور لگ بھگ سبھی کام وہ ہیں جن کے سامنے ایذاے موتی اور ہتکِ حرمت کا پہلو کم زور ہو جاتا ہے اور جب ایسی صورت حال ہو تو درج ذیل فقہی اصولوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے:

- "إذا تعارَضَ مَفسَدَتَانِ رُوعِيَ أَعْظَمُهَا ضررًا بارتكابِ أَخفِّهِمَا."
- "يُتَحَمَّلُ الضررُ الخاصّ لأجل دفع الضرر العامّ."
- "الضررُ الأَشَدُّ يُزَالُ بِالأَخَفِّ."

(الاشباه والنظائر، الفن الأوّل، القاعدة الرابعة)

(مقالہ مولانا خالد ایوب مصباحی، ص: ۱، ۲)

جوابات سوال (۲)

اس موضوع کے تعلق سے دوسرا سوال یہ تھا کہ "اگر پنشن، جمع شدہ رقم، یا سرکاری امداد کی وصولی پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو تو کیا وارثین اور رشتہ داروں کو پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا درست ہے؟"—— اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات مندرجہ ذیل نظریات رکھتے ہیں:

پہلا نظریہ: یہ ہے کہ عام حالات میں پنشن، جمع شدہ رقم، یا سرکاری امداد کی وصولی کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا جائز نہیں، ہاں اگر ان کی وصولی مُردے کی لاش کے پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو ضرورت یا اکراہ شرعی کی وجہ سے وارثین اور رشتہ داروں کو اس کی اجازت دینا جائز ہے۔ یہ نظریہ دو مقالہ نگاروں کا ہے۔

- مفتی ناصر حسین مصباحی اپنے موقف کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"اگر شوہر کا انتقال ہو گیا ہو اور اس کی پنشن اس کی بیوی حاصل کرنا چاہتی ہو، یا مورث، بینک میں رقم جمع کر کے مر گیا ہو اور وارثین اس کی جمع شدہ رقم حاصل کرنا چاہتے ہوں، یا ٹرین حادثے وغیرہ میں کسی کا انتقال ہو جائے اور اس کے اولیا سرکاری امداد کی شکل میں خون بہا حاصل کرنا چاہتے ہوں تو ان صورتوں میں موت کے تصدیق نامے کی ضرورت پڑتی ہے اور ایکسیڈنٹ وغیرہ پولیس کیس یا ہاسپٹل میں موت ہونے کی صورت میں موت کا تصدیق نامہ پوسٹ مارٹم کے بغیر حاصل نہیں ہوتا ہے۔ (ویسے مختلف صوبوں اور ملکوں کے مختلف قانون ہو سکتے ہیں) قانونی لحاظ سے شوہر کے انتقال کے بعد اس کی بیوی پنشن کی حق دار ہے، مورث کی جمع کردہ رقم وارثین کی ملکیت ہے، اور ایکسیڈنٹ یا علاج کی وجہ سے موت ہونا "قتلِ خطا" کے درجے میں ہے، جس کے خون بہا کے مستحق میت کے اولیا ہیں۔ لہٰذا اگر ایسی صورت در پیش ہو جس میں پوسٹ مارٹم کے بغیر ان مالی حقوق کا حصول ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا جائز ہونا چاہیے۔" (مقالہ مفتی ناصر حسین، ص: ۳، ۴)

- مولانا عارف اللہ مصباحی اپنے نظریے کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پنشن اور جمع شدہ رقم کی وصولی پوسٹ مارٹم پر موقوف ہونے کا کھلا مطلب یہی ہے کہ حکومتی قانون کے مطابق وارثین کو ان کا یہ حق اسی شرط پر ملے گا کہ وہ اپنی میت کا پوسٹ مارٹم کرائیں تو یہ "اکراہ" کی صورت ہوئی، اس لیے اس کے لیے پوسٹ مارٹم کرانا جائز ہوگا۔—— اور سرکاری امداد محض ایک مالی فائدہ ہے، ورثہ کا حق نہیں، اس لیے اس صورت میں پوسٹ مارٹم کرانا اسی وقت جائز ہوگا جب مثلاً میت کے پس ماندگان چھوٹے چھوٹے بچے ہوں، جن کو وراثت میں اتنا مال نہ ملے جس سے ان کی کفالت ہو سکے اور اس طرح معاشرتی طور پر ان کے ضائع اور برباد ہو جانے کا صحیح اندیشہ ہو۔ کیوں کہ اس صورت میں پوسٹ مارٹم نہ کرانے پر انھیں شدید ترین ضرر کا سامنا ہوگا۔"

(مقالہ مولانا محمد عارف اللہ مصباحی، ص: ۴، ۵)

دوسرا نظریہ: یہ ہے کہ پنشن، جمع شدہ رقم اور سرکاری امداد کی وصولی کے لیے وارثین اس کی اجازت دے سکتے ہیں، یہ نظریہ دو علماے کرام کا ہے۔ (۱) مفتی ابرار احمد اعظمی (۲) مفتی خالد

ایوب مصباحی۔

مفتی ابرار احمد اعظمی سرکاری عملے کے ذریعہ ہونے والی موت کے بدلے میں سرکاری امداد کو "دیت" اور "خون بہا" مانتے ہیں، اور پنشن وغیرہ کے حصول کے پوسٹ مارٹم پر موقوف ہونے پر ورثہ کے لیے اجازت دینا اس لیے روا مانتے ہیں کہ "حق العبد یقدم علی حق اللہ" اور "الضررُ الأَشدُّ یُزَالُ بِالأَخفِّ."

تیسرا نظریہ: یہ ہے کہ کچھ شرطوں کے ساتھ ان کے لیے اجازت دینا جائز ہے ـــــ مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی، مولانا رقیب سنجر مصباحی، مولانا شمیم اختر مصباحی، مولانا عابد رضا مصباحی اور مفتی شیر محمد مصباحی اس شرط کے ساتھ وارثین کے اجازت دینے کو روا مانتے ہیں کہ وارثین ضرورت مند اور مفلس ہوں، ان کی زندگی گزارنے کا صرف وہی سہارا ہو، یا وارثین کم عمر اور نابالغ ہوں، یا لڑکیاں غیر شادی شدہ ہوں، بیوہ ماں کے پاس زندگی گزارنے اور بچوں کی شادی بیاہ کرنے کے لیے کوئی ذریعہ نہ ہو ـــــ اور مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی لکھتے ہیں:

"اگر میت پر دَین ہو اور متروکہ جائداد بھی اتنی نہ ہو جس سے دَین ادا کیا جا سکے اور نہ ہی میت کے ایسے ورثہ ہوں جو کما کر اُسے ادا کر سکیں تو ایسی صورت میں ورثہ اور رشتہ داروں کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا درست ہے۔"

چوتھا نظریہ: یہ ہے کہ بعض صورتوں میں ورثہ کو اس کی اجازت دینا صحیح ہے اور بعض صورتوں میں نہیں۔

● مولانا ازہار احمد امجدی کا نظریہ یہ ہے کہ "اگر مرنے والے نے وارثین کو محروم کرنے کے لیے بینک میں روپیہ رکھا تھا اور انتقال کر گیا تو اس صورت میں وارثین کا پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا درست ہونا چاہیے، کیوں کہ اس صورت میں اس نے زیادتی کر کے خود اپنی حرمت ختم کر دی۔ اس لیے یہاں وارثین کو اپنا حق حاصل کرنے کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا جائز ہونا چاہیے۔ لیکن اگر اس نے اپنا مال محفوظ رکھنے کے لیے بینک میں جمع کر رکھا تھا تو اس صورت میں اس کو حاصل کرنے کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا درست نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہی حکم پنشن اور حکومتی امداد حاصل کرنے کا بھی ہونا چاہیے۔"

● مفتی محمد معین الدین اشرفی مصباحی کی رائے یہ ہے کہ ـــــ

"پنشن اور جمع شدہ رقم کی وصولی اگر پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو تو وارثین یا رشتہ داروں کو پوسٹ مارٹم کرانے کی اجازت ہونی چاہیے۔ کیوں کہ اس سے وارثین کا ذاتی اور شرعی حق وابستہ ہو چکا ہے۔ لیکن سرکاری امداد اور عطیے کے حصول کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت دینے کی گنجائش نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ ان کا واجبی حق نہیں ہے۔"

● مولانا محمد الیاس مصباحی کا موقف یہ ہے:

"پنشن اور حکومتی امداد کے لیے پوسٹ مارٹم کرانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے اور جمع شدہ رقم حاصل کرنے کے لیے اگر قانونی طور پر پوسٹ مارٹم ضروری ہو تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔"

پانچواں نظریہ: یہ ہے کہ کسی صورت میں وارثین اور رشتہ داروں کے لیے جائز نہیں کہ وہ ان مقاصد کے لیے پوسٹ مارٹم کی اجازت دیں۔ کیوں کہ پنشن، جمع شدہ رقم یا سرکاری امداد کی وصولی قانونی طور پر پوسٹ مارٹم پر موقوف نہیں ہے اور موقوف بھی ہو تو بھی یہ جائز نہیں؛ کیوں کہ انسان کا مرتبہ اور اس کی اہمیت مال سے بڑھ کر ہے۔ اور ادنیٰ کی حفاظت یا تحصیل کے لیے اعلیٰ کی حرمت کو پامال کرنا درست نہیں ـــــ یہ نظریہ باقی تمام مقالہ نگاروں کا ہے۔

● حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ ناظم مجلسِ شرعی نے نفسِ موضوع سے متعلق بہت بصیرت افروز گفتگو فرمائی ہے جس کے اہم اجزا یہ ہیں:

(ا)—اسلام نے زندہ اور مردہ دونوں طرح کے انسانوں کو واجب الاحترام گردانا ہے اور چیر پھاڑ کی اجازت نہیں دی ہے اِلّا یہ کہ کوئی اضطرار شرعی پایا جائے۔ اسلام کی نگاہ میں جن چیزوں سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے ان سے مردہ کو بھی ایذا پہنچتی ہے۔

مگر اب دنیا نے پوسٹ مارٹم کو قانونی شکل دے دی ہے اور شریعت، قانون کی خلاف ورزی کو ممنوع قرار دیتی ہے اس لیے "ضابطۂ فوجداری" (Cr.P.C.) دفعہ 174 اور دفعہ 176 کے تحت پوسٹ مارٹم لازمی اور ناگزیر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان دفعات کے تحت آنے والے حادثات میں مقتول کے اولیا اور وارثین کو خاموش رہنا چاہیے۔ ماضیِ قریب کے عبقری فقیہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملکی قانون کے تعلق سے یہ ارشاد فرماتے ہیں:

”من الصُّوَر المباحة ما يكون جرمًا فى القانون، ففى اقتحامه تعريض النفس للأذى و الإذلال و هو لا يجوز، فيجب التحرز عن مثله و ماعدا ذلك مباح سائغ لا حجر فيه.“ (الفتاوى الرضوية ج: ٧، ص: ١١٥، كتاب البيوع، باب الربا، سنى دار الاشاعت)

(۲)– جہاں باہمی صلح سے کام چل جائے مثلاً قتل خطا میں قاتل اور اس کے اولیا خوں بہا ادا کر دیں، یا کسی وجہ سے مقتول کے اولیا خوں بہا معاف کر دیں تو فریقین کوشش کریں کہ پنچ نامہ کے ذریعہ کام چل جائے اور لاش کا پوسٹ مارٹم نہ ہو۔

ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ [البقرۃ:۱۷۸، ۱۷۹]

پنچ نامہ میں کوئی جھوٹی بات نہیں لکھی جاتی، نہ ایسا کوئی معمول ہے بلکہ یہ عفو یا صلح کی ایک قسم ہے جس کی اجازت کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ اس لیے بلا دغدغہ عفو یا صلح کا پنچ نامہ پولیس کے حوالے کر کے مقتول کو پوسٹ مارٹم سے بچا لینا چاہیے، اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔ ”اتر پردیش پولیس ریگولیشن“ میں پنچ نامہ بھی شامل ہے اور پولیس اس سے صرفِ نظر نہیں کرتی۔

(۳)– جہاں قاتل خوں بہا دینے پر راضی نہ ہو یا اِدھر اُدھر بھاگ کر بچنے کی کوشش کرے وہاں امن عامہ کو برقرار رکھنے اور دفع شرور و فتن کے لیے ایف آئی آر درج کرا دینا چاہیے، ایسا نہ ہو تو بے رحم لوگ جب چاہیں کسی کو گاڑی سے دبا کر چلے جائیں یا کسی اور طریقے سے انسانی جان تلف کر کے بے خوف رہیں اور امن عامہ درہم برہم ہو جائے۔ اس کے بعد پولیس جو کچھ کاروائی کرے گی وہ قانون کے ماتحت ہوگی جس سے کوئی مفر نہیں مثلاً مجرم کی تلاش، میت کی کیفیات وغیرہ سے خصوصی رپورٹ کے ذریعہ اپنے پولیس افسر کو اطلاع دینا اور پوسٹ مارٹم کا حکم ملے تو اس کی تعمیل، وغیرہ۔

شریعت اسلامی نے انسانوں کو ضرر عام سے بچانے کا خاص لحاظ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے کوئی انفرادی ضرر برداشت کرنا پڑے۔ ”يتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام“. اور ایف آئی آر میں تو ایسا کوئی انفرادی ضرر بھی نہیں بلکہ اس کا سبب تام یا غیر تام بھی نہیں، ہاں! سببِ محض ہو سکتا ہے جس پر شریعت کا قلم جاری نہیں ہوتا، سبب کی تعریف سے– جو کتاب التعریفات اور بدائع کتابُ الرضاع میں مذکور ہے– یہ امر ظاہر و روشن ہے۔

(۴)– ” ایف آئی آر“ در اصل سبب ہے مجرم کی تلاش اور اس کی گرفتاری وغیرہ کا، رپورٹ دینے والے کا مقصود بھی یہی ہے اب اگر ”پوسٹ مارٹم“ سے اس کا کوئی دور کا لگاؤ بھی ہو تو اس کی حیثیت سبب محض سے زیادہ نہیں جو شرعًا ممنوع یا گناہ نہیں۔ اس بندۂ عاجز کی رائے میں حق یہ ہے کہ حادثاتی موت بھی سبب ہے اور ایف آئی آر بھی۔ مگر یہ دونوں دو حیثیتوں سے الگ الگ دو چیزوں کا سبب بنتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ مثلاً حادثاتی موت سبب ہے متعلقہ حاکم یا افسر کے فرمان کا۔ اور اس کا فرمان سبب ہے پوسٹ مارٹم کا، اس واسطے سے حادثاتی موت پوسٹ مارٹم کا سبب ہوئی۔

ہدایہ میں ہے: کہ کسی شخص نے کوئی ایسا غلام خریدا جس نے کسی کی چوری کی تھی، مگر خریدار کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ بعد میں اسی چوری کے باعث اس کا ہاتھ خریدار کے یہاں کاٹ دیا گیا، تو خریدار کو یہ حق حاصل ہے کہ غلام کو واپس کر کے بائع سے پورا دام وصول کر لے۔ یہ مذہب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ کاٹے جانے کا سببِ وجوب بائع کے یہاں پایا گیا اور یہ وجوب کٹنے کا سبب بنا لہٰذا ہاتھ کٹنے کی نسبت سببِ سابق یعنی چوری کی طرف ہوگی۔

کفایہ شرح ہدایہ میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں ہے:

قوله: ”مضافًا“ و هذا أن السّبب الموجود عند البائع أوجَبَ استحقاقَ الفعل واستحقاقُه أوجَبَ وجودَه و وجودُه أوجَبَ فوته، فصار ذلك مضافًا إليه بهذه الوسائط.

(حاشية الهداية ج: ٣، ص: ٣٢)

قطعِ ید حاکم کے حکم سے ہوتا ہے تو یہاں سرقہ سبب ہوا قطع ید کے وجوب کا اور یہ وجوب سبب ہوا حاکم کے حکمِ قطع کا، پھر اس پر مامور افراد نے اس کی تعمیل کی۔ یوں ہی زیر بحث مسئلہ میں مثلاً: اکسیڈنٹ

سبب ہوا پوسٹ مارٹم کے وجوب کا اور یہ وجوب سبب ہوا حاکم کے فرمان کا، پھر متعلقہ افراد نے اس کی تعمیل کی۔ اس طرح دیکھا جائے تو پوسٹ مارٹم کی نسبت اس کے سبب سابق ایکسیڈنٹ کی طرف ہوگی۔

ایف آئی آر کا سبب بھی ناگہانی یا حادثاتی موت ہی ہے مگر اس کی حیثیت الگ ہے۔ ایف آئی آر سے مقصود قاتل کا سراغ لگانا، اپنے عزیز کی موت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا، پھر خوں بہا اور موت سے وابستہ دوسرے فوائد و مصالح حاصل کرنا ہے، اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو کسی انسان کی مشکوک یا حادثاتی موت سبب ہے ایف آئی آر کا اور وہ سبب ہے موت سے وابستہ مصالح اور فوائد کے حصول کا۔ مشکوک موت کو اس حیثیت سے دیکھا جائے تو وہ اَصالۃً پوسٹ مارٹم کا سبب نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ضمن میں وہ مرحلہ بھی سامنے آئے مگر یہ ایف آئی آر سے مقصود نہیں اور کم از کم کسی مسلمان کے ایف آئی آر کا یہ مقصود ہونا بھی نہیں چاہیے۔ اور پہلی حیثیت سے دیکھا جائے تو مشکوک یا حادثاتی موت اَصالۃً پوسٹ مارٹم کا سبب بنتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس کے ضمن میں موت سے جڑے دوسرے فوائد اور مصالح بھی حاصل ہو جائیں۔

یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہدایہ اور کفایہ میں جس سبب کا ذکر ہے وہ "سببِ وجوب" ہے یعنی چوری کی وجہ سے غلام "قطعِ ید" کا اور قتلِ ناحق کی وجہ سے "قتل" کا سزاوار لازمی طور پر ہو جاتا ہے اور سزاوار ہونے کے باعث اس کا ہاتھ لازمی طور پر کاٹ دیا جاتا ہے اور قتلِ ناحق کے باعث اسے وجوبی طور پر قصاص میں قتل کر دیا جاتا ہے۔ مگر ہمارے مسئلۂ دائرہ میں مثلاً حادثاتی موت پوسٹ مارٹم کا سبب وجوب نہیں ہے کیوں کہ پنچ نامہ دینے کی صورت میں کچھ حادثات میں پوسٹ مارٹم نہیں ہوتا، یوں ہی خوں بہا پر رضامندی اور عفو کی صورت میں بھی پوسٹ مارٹم نہیں ہوتا، تو دونوں سبب الگ الگ ہیں پہلا سببِ وجوب ہے دوسرا سببِ غیر وجوب۔

لیکن غور فرمائیے تو عیاں ہو جائے گا کہ دونوں سبب ایک ہی نوع کے ہیں کیوں کہ سرقہ میں بھی معاملہ حاکم تک پہنچنے سے پہلے سارق مال واپس کر دے یا معاف کرا لے یا کم و بیش پر صلح کر لے تو قطعِ ید سے محفوظ رہے گا، یوں ہی قتلِ ناحق میں خوں بہا پر رضامندی یا عفو کی صورت میں قصاص سے محفوظ ہو جائے گا۔

حق یہ ہے کہ سرقہ کی وجہ سے سارق قطعِ ید کا اور قتلِ ناحق کی وجہ سے قاتل قصاص کا مستحق و سزاوار ہوتا ہے اور یہ استحقاق وجوبی ہے۔ اس حیثیت سے دیکھا جائے تو حادثاتی موت پوسٹ مارٹم کے استحقاق کا سببِ وجوب ہے تو سرقہ، قتلِ ناحق اور حادثاتی موت تینوں ہی استحقاق کے لیے سببِ وجوب ہیں۔ والعلم بالحق عند العلیم الخبیر.

(۵)– شریعت اسلامی کی نگاہ میں انسان کی عزت و حرمت کا عالم یہ ہے کہ موت کے بعد بھی وہ انسان کے جسم کے کاٹنے اور اس کی بے وقعتی کو ایذا و بے حرمتی کا سبب مانتی ہے قرآن حکیم نے مطلقاً فرمایا: لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ۔ ہم نے انسان کو مکرم بنایا۔

اس لیے ڈاکٹر حضرات کو چاہیے کہ پوسٹ مارٹم کی ناگزیر صورتوں میں بھی انسانی حقوق کی رعایت و احترام ملحوظ رکھیں، مثلاً:

(الف)–ضرورت سے زیادہ کوئی عضو بالخصوص شرم گاہ نہ کھولیں۔

(ب)–ممکن ہو تو عورت کا پوسٹ مارٹم عورت ڈاکٹر کرے کہ عورت کے اعضا کی طرف عورت کی نظر کا حکم ہلکا ہے۔

(ج)–کم سے کم جتنی چیر پھاڑ سے کام چل سکے، اسی پر اکتفا ہو۔

(۶)– جب لاش بوسیدہ ہو چکی ہو تو ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کے بعد اسے پلاسٹک میں لپیٹ کر پیک کر دیتے ہیں اور پھر اسے کھولنے کی اجازت نہیں دیتے، تو دیکھ لیں، اگر اسے کھول کر بدن پر پانی بہانا ممکن ہو تو پورے بدن پر صرف پانی بہادیں ورنہ پلاسٹک کے اوپر سے ہی پانی بہا کر اس کے چاروں طرف دُھلا ہوا ہاتھ پھیر دیں، یہ در اصل پٹی پر مسح کے جیسا مسئلہ ہے۔ دھونے کا حکم اس احتیاط کی وجہ سے ہے کہ ممکن ہے پیک کرنے میں پلاسٹک کا کوئی حصہ کسی غیر طاہر چیز سے آلودہ ہو گیا ہو۔ پھر مسنون طریقہ پر کفن پہنا کر نمازِ جنازہ پڑھیں اور مقبرۂ مسلمین میں دفن کریں۔

دُرِ مختار کتاب التیمم میں ہے:

و"بعكسه" يغسل الصحيحَ و يمسحُ الجريح، وكذا إن استويا، اهـ.

ردالمحتار حاشیۂ دُرِ مختار میں ہے:

قولهُ: "وبِعَكسِهِ" وهو مالو كان اكثرُ الأعضاء صحيحاً يغسل الخ.

....فلو كانت الجراحة بظهره مثلا وإذا صب

الماء سال عليها يكون ما فوقها في حكمها ، فيضم إليه كما بحثه الشرنبلالي في الإمداد...

قوله: "ويمسح الجريح" أي إن لم يضره وإلّا عَصَّبها بخرقة ومسح فوقها، خانية وغيرها . ومفادُه كما قال ط أنهُ يلزمه شدُّ الخرقة إن لم تكن موضوعة اهـ.

(رد المحتار على الدّر المختار، ج:١، ص:١٨٨، كتاب التيمم، ماجديه/ رد المحتار على الدّر المختار، ج:١، ص:٤٣٠، كتاب التيمم، بيروت)

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی ترجمانی وتشریح یوں فرمائی:

کسی زخم پر پٹی وغیرہ بندھی ہو کہ اس کے کھولنے میں ضَرر یا حَرَج ہو، یا کسی جگہ مرض یا درد کے سبب پانی بہنا ضرر کرے گا تو اس پورے عضو پر مسح کریں اور نہ ہو سکے تو پٹی پر مسح کافی ہے اور پٹی موضعِ حاجت سے زیادہ نہ رکھی جائے ورنہ مسح کافی نہ ہوگا اور اگر پٹی موضعِ حاجت ہی پر بندھی ہے مثلاً بازو پر ایک طرف زخم ہے اور پٹی باندھنے کے لیے بازو کی اتنی ساری گولائی پر ہونا اس کا ضرور ہے تو اس کے نیچے بدن کا وہ حصہ بھی آئے گا جس کے نیچے پانی ضرر نہیں کرتا، تو اگر کھولنا ممکن ہو تو کھول کر اس حصہ کا دھونا فرض ہے اور اگر ناممکن ہو اگرچہ یوں ہی کہ کھول کر پھر ویسی نہ باندھ سکے گا اور اس میں ضرر کا اندیشہ ہے تو ساری پٹی پر مسح کرلے کافی ہے، بدن کا وہ اچھا حصہ بھی دھونے سے معاف ہو جائے گا۔

(بہارِ شریعت، ج:۱، ص:۳۱۸، غسل کے مسائل، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

قرائن سے ظاہر ہونے والے اندرونی تغیرات کا احکام پر اثر:

میت کے بدن پر پائے جانے والے نشانات کا شریعت میں بھی ایک حد تک لحاظ کیا جاتا ہے اور قرائن سے اندرونی تغیّرات اور اسبابِ مرض پر بھی نظر رکھی جاتی ہے جن کا احکام پر نمایاں اثر پڑتا ہے۔

حضرت موصوف نے اس کی تائید میں فتح القدیر اور ہدایہ "بابُ خیار العیب" سے چار فقہی جزئیات پیش کیے ہیں۔ ان میں فتح القدیر سے مذہب امام اعظم پر نقض اور اس کا جواب بھی ذکر کیا ہے، جو کچھ اس طرح ہے:

و نوقض بمسائل :

الأولىٰ : إذا اشترى جارية محمومة فلم يردها حتى ماتت عنده بالحمّى لا يضاف إلى السبب السابق حتى لا يرجع بكل الثمن، بل بالنقصان مع أن موتها بسبب الحمّى التي كانت عند البائع.

أجيب: بأن الجارية لا تموت بمجرد الحُمّى، بل **بزيادة الألم** وذلك بسبب آخر عند المشتري ، لا في يد البائع فليس مما نحن فيه.

(فتح القدير ص: ٣٦١، ج: ٦، باب خيار العيب)

باقی جزئیات کا ذکر بھی اسی اسلوب میں ہے۔

پوسٹ مارٹم سے ظاہر ہونے والے اسباب وعلامات کا احکام پر اثر:

پوسٹ مارٹم کا جو بھی حکم ہو وہ اپنی جگہ ہے مگر اس کے نتیجے میں موت کے جو اسباب وعلامات سامنے آتے ہیں وہ یک گونہ حجت بنتے ہیں اور شرعاً بھی ان کا اعتبار ہے کہ یہ علامات حجت دافعہ قرار پاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقتول کسی محلہ میں پایا جائے تو اہل محلہ پر قسامت واجب ہوتی ہے۔

اس کے جزئیات احکام القرآن للجصاص اور تفسیر قرطبی میں زیرِ آیت: "وَجَاءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ" ہیں اور ہدایہ "باب القسامۃ" میں اس کے کثیر جزئیات ہیں۔

(دیکھیے مقالہ مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظمِ مجلس شرعی)

یہ ہے فل سکیپ سائز کے ایک سو چھتّر صفحات کا خلاصہ اور پینتیس مقالات کا جائزہ۔ اب اس کی روشنی میں درج ذیل امور تنقیح طلب معلوم ہوتے ہیں۔

تنقیح طلب امور

(۱)- قانونی مقدمات کو حل کرنے کے لیے شریعت کی نگاہ میں کسی مُردے کا پوسٹ مارٹم کرانا مطلقاً جائز ہے یا ناجائز، یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

(۲)- اور بہر حال پنشن، جمع شدہ رقم یا سرکاری امداد کی وصولی کے لیے وارثین یا رشتہ داروں کو میت کی لاش کے پوسٹ مارٹم کی اجازت دینا کیسا ہے؟

☆☆☆

خلاصۂ مقالات

بعنوان

علم تشریح الاعضاء کے لیے لاش کی چیر پھاڑ

مولانا نفیس احمد مصباحی

مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ کے پچیسویں فقہی سیمینار میں بحث و مذاکرہ کے لیے جن موضوعات کا انتخاب ہوا ان میں ایک اہم موضوع ہے: "علمِ تشریح الاعضاء کے لیے لاش کی چیر پھاڑ"۔ اس موضوع سے متعلق ملک کے مختلف صوبوں اور خطوں میں تدریس و افتا کی خدمت انجام دینے والے ۳۲؍ علماے کرام و مفتیانِ عظام کے مقالات موصول ہوئے جو فل سکیپ سائز کے تقریباً ۷۵؍ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

اس موضوع سے متعلق سوال نامہ حضرت مولانا مفتی محمد ناصر حسین مصباحی استاد جامعہ اشرفیہ نے بڑی محنت اور توجہ سے تیار کیا ہے جس میں موضوع سے متعلق مختلف قسم کی ضروری معلومات فراہم کرنے کے بعد یہ سوال مندوبین کرام کی خدمت میں پیش کیا ہے کہ

"کیا علمِ تشریح الاعضاء کے لیے انسانی لاش کی چیر پھاڑ کی جا سکتی ہے؟"

جوابات

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات مختلف موقف رکھتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

پہلا موقف:

یہ ہے کہ علم تشریح الاعضاء کی تعلیم و تربیت کے لیے انسانی لاش کی چیر پھاڑ جائز ہے۔ یہ موقف دو علماے کرام کا ہے:

(۱) مولانا محمد عابد رضا مصباحی، پونے

(۲) مولانا انوار احمد مصباحی، خلیل آباد۔

مولانا عابد رضا مصباحی لکھتے ہیں:

"علمِ تشریح اعضا کے لیے انسانی لاش کی قطع و برید جائز ہے۔ جس طرح کسی مُردے کے پوسٹ مارٹم سے دوسرے انسان کو مقدمات اور دیگر پریشانیوں اور دشواریوں سے محفوظ رکھنا جائز ہے، اسی طرح جینیاتی بیماریوں کا بھی پتا چلتا ہے جس سے خاندان کے دوسرے افراد کو بھی موت سے بچایا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح میڈیکل کالج کے طلبہ اگر سرجری کی مشق نہ کریں تو وہ مستقبل میں سرجری کے ذریعہ علاج نہ کر سکیں گے اور پھر ہزاروں افراد کی جان داؤں پر لگ جائے گی۔ لہٰذا اس پریشانی سے بچنے کے لیے اور علمِ تشریح الاعضاء کی تحصیل کے لیے اس چیر پھاڑ کی اجازت ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس دورِ ترقی میں پلاسٹک ماڈل پر بھی سرجری کے ذریعہ ریسرچ جاری ہے۔ تاہم جو تجربات انسانی بدن پر ہو سکتے ہیں، وہ وہاں کما حقّہ نہیں ہو سکتے۔" (مقالہ مولانا عابد رضا مصباحی، ص:۲)

مولانا انوار احمد مصباحی لکھتے ہیں:

"فتاویٰ شامی میں ہے کہ اگر مشتری باندی خریدنا چاہتا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک باندی کو چھونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"لَمْ یَرَ أبو حنیفة بذلك بأساً لضرورة العلم ببشرتها." (ج:۹، ص:۵۳۱)

یہاں پر غرضِ صحیح صرف کھال کی نرمی کی معرفت اور جان کاری حاصل کرنا ہے۔ علمِ طب کی تعلیم، تشریحِ اعضاء، تفتیشِ امراض اور طبّی تجربات یہ سب امور معرفتِ بشرہ سے بڑھ کر اغراضِ صحیحہ ہیں۔ لہٰذا ان سب اغراض کی بنیاد پر پوسٹ مارٹم کی ضرورت واضح ہے۔ اور ضرورت کی تاثیر اشیاے محرّمہ کی اباحت ہے۔"

(مقالہ مولانا انوار احمد مصباحی، ص:۲)

دوسرا موقف:

یہ ہے کہ علم تشریح الاعضا کی تعلیم و تربیت کے لیے مطلقاً انسانی لاش کی چیر پھاڑ جائز نہیں اور اس سلسلے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کا حکم یکساں ہے، کیوں کہ انسان ہونے میں سب شریک اور برابر ہیں۔ یہ موقف درج ذیل علماے کرام کا ہے:

(۱) مفتی توفیق احسن برکاتی، جامعہ اشرفیہ (۲) مفتی محمد رفیق عالم رضوی، بریلی شرف (۳) مفتی محمد معین الدین اشرفی مصباحی، فیض آباد

(۴) مولانا محمد انور نظامی، ہزاری باغ (۵) مولانا منظور احمد خاں عزیزی، سلطان پور (۶) مولانا رقیب سنجر مصباحی، جامعہ اشرفیہ (۷) مولانا محمد رضوان مصباحی، جامعہ اشرفیہ (۸) مولانا محمد ذیشان مصباحی، جامعہ اشرفیہ (۹) مولانا جنید احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ (۱۰) مولانا محمد رئیس اختر مصباحی، جامعہ اشرفیہ (۱۱) مولانا محمد رضاء المصطفیٰ برکاتی مصباحی، پڈرونہ (۱۲) مولانا محمد شمیم اختر مصباحی، جمشید پور (۱۳) مولانا ازہار احمد امجدی مصباحی، اوجھاگنج، بستی۔

ان حضرات میں سے کچھ نے یہ صراحت کی ہے کہ اس سلسلے میں مسلم و غیر مسلم کا حکم یکساں ہے، اور کچھ لوگوں کی عبارت سے اس کا اشارہ ملتا ہے، جب کہ کچھ لوگوں نے حکم کو مطلق رکھا ہے جس سے دونوں کے حکم کی یکسانیت معلوم ہوتی ہے۔

یہ حضرات اپنے موقف کے ثبوت کے لیے کہتے ہیں کہ علمِ تشریح الاعضاء کی تعلیم و تربیت میں ضرورت شرعیہ پائی جاتی ہے، نہ اکراہِ شرعی۔ اس لیے ان مقاصد کے لیے انسانی لاش کی چیر پھاڑ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

• مفتی توفیق احسن برکاتی لکھتے ہیں :

”جب علم طب کے قواعد ظنی ہیں اور علاج کرانا شرعًا ضروری نہیں تو طبی تجربات بدرجۂ اولیٰ ضروری نہ ہوں گے کہ ان کے لیے کسی محظور شرعی کو جائز قرار دیا جائے۔ لہذا تشریح اعضا کے لیے کسی حرام کام کی قطعًا اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ اور وہ بھی ایسے عہد میں جب کہ طبی تجربات کے لیے بہت سارے وسائل و آلات پیدا ہو چکے ہیں جن سے بآسانی تشریح اعضا کی تعلیم بھی دی جا سکتی ہے اور مروجہ چیر پھاڑ سے کہیں آسان ٹسٹ کے ذریعے امراض کی تحقیق و تفتیش کی جا سکتی ہے، خواہ وہ اپنی میٹیڈ ویڈیوز ہوں یا فائبر اور پلاسٹک کی سالم مصنوعی انسانی لاشیں ہوں جنھیں انٹرنیٹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔“

(مقالہ مفتی محمد توفیق احسن برکاتی ص:۳)

• مفتی محمد رفیق عالم مصباحی طبی تحقیقات اور علاج و معالجہ کے جائز اور مستحب ہونے کے متعلق امام ابو حامد غزالی علیہ الرحمۃ کی عبارت پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”لاش کی چیر پھاڑ میں کئی شرعی حرمتوں اور قباحتوں کا ارتکاب لازم آتا ہے، مثلاً میت کو عریاں کرنا، اس کی حرمت و شرافت کو پامال کرنا، مثلہ کرنا، اسے تکلیف و اذیت پہنچانا اور یہ سارے امور ناجائز و حرام ہیں۔ لہذا ایک امر جائز و مستحب کے لیے فعل حرام کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی۔“

(دیکھیے: مقالہ مفتی محمد رفیق عالم رضوی مصباحی، ص:۱، ۲)

مذکورہ بالا مقاصد کے لیے مسلم اور غیر مسلم دونوں کی لاش کی چیر پھاڑ ناجائز ہے اور دونوں کا حکم یکساں ہے، اس کا ثبوت درج ذیل دلیلوں سے ہوتا ہے:

(۱)- آیت کریمہ: ”لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ“ کا عموم یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلق اولادِ آدم کو عزت و شرافت سے سرفراز فرمایا ہے، ان میں زندہ، مردہ، مرد، عورت، مسلم اور غیر مسلم سبھی شامل ہیں۔

(۲)- البحر الرائق میں ہے:

"ان الآدمی مکرم وإن كان كا فراً.

(ج:۲ص:۸۱، مطبوعہ کراچی)

(۳)- فتح القدیر میں ہے:

”والآدمي مكرم شرعًا و إن كان كافرًا فإيراد العقد عليه وإبداله به و إلحاقهُ بالجمادات إذلال له.“

(ج:٦، ص: ٤٢٥، باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الفكر، بيروت، لبنان)

(۴)- در مختار میں ہے:

”وشعور الانسان لكرامة الآدمي ولو كا فرًا.“

اسی کے تحت رد المحتار میں علامہ ابن شامی علیہ الرحمۃ ”مطلب: الآدمي مكرم شرعًا ولو كافرًا“ کا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”قوله (ذكره المصنف) حيث قال: والآدمي مكرم شرعا وإن كان كافرا، فإيراد العقد عليه و ابتذاله به و إلحاقه بالجمادات إذلالٌ له. أي: وهو غير جائز وبعضه في حكمه، و صرح في فتح القدير ببطلانه. قلتُ: وفيه أنه يجوز استرقاق الحربي وبيعه وشرائه وإن أسلم بعد الاسترقاق إلا أن يجاب بأن المراد تكريم صورته و خلقته، ولذا لم يجز كسر عظام ميّت كافر، وليس ذلك محل الاسترقاق والبيع والشراء، بل محله النفس الحيوانية، فلذا لا يملك

بيع لبن أمته في ظاهر الرواية."(الدر المختار مع رد المحتار، ج:۷، ص:٢٤٥، دار المعرفة، بيروت)

تیسرا موقف: یہ ہے کہ علمِ تشریح الاعضا کی تعلیم و تربیت کے لیے غیر مسلم کی لاش نہ ملنے کی صورت میں مسلم کی لاش کا پوسٹ مارٹم اور چیر پھاڑ جائز ہے۔

یہ موقف مندرجہ ذیل اہل علم کا ہے:

(۱)-مولانا شبیر احمد مصباحی، مہراج گنج (۲)-مولانا خالد ایوب مصباحی، جے پور (۳)-مولانا محمد عارف اللہ مصباحی، محمد آباد گوہنہ، مئو—— اس موقف کے ساتھ یہ حضرات مسلم اور غیر مسلم کے درمیان فرق کے بھی قائل ہیں۔

● مولانا عارف اللہ مصباحی اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سوال میں مذکور امور کی تعلیم کے لیے غیر مسلم کی لاش دست یاب ہونے کی صورت میں مسلم لاش کی چیر پھاڑ جائز نہیں۔ کیوں کہ غیر مسلم لاش کی حرمت، مسلم لاش کی حرمت کی طرح نہیں ہے۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو احتراز چاہیے۔ ہاں! جب غیر مسلم کی لاش نہ مل سکے تو ضرورتاً مسلم لاش کی چیر پھاڑ جائز ہوگی۔ کیوں کہ اگر میڈیکل کالجز کے طلبہ تشریح اعضا، تشخیص امراض اور طبی تجربات کی تعلیم حاصل نہ کریں تو وہ اپنی نظری تعلیم مکمل کرنے کے بعد جب بیماریوں کے علاج معالجے کے لیے عملی میدان میں قدم رکھیں گے تو ہزاروں لاکھوں مریضوں کو نہ صرف اندھا، بہرا اور لولا لنگڑا بنا دیں گے، بلکہ ہزاروں لاکھوں زندگیوں کو لقمۂ اجل بھی بنا ڈالیں گے۔ ہاں! یہ شرط ضرور ملحوظ رہے کہ لاش خواہ مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی، اس کی چیر پھاڑ صرف بقدر حاجت ہو، مثلاً ہاتھ کی چیر پھاڑ کی حاجت ہو تو باقی جسم کی چیر پھاڑ، یا سر کی چیر پھاڑ کی ضرورت ہو تو باقی جسم کی چیر پھاڑ نہ کی جائے۔—— ہم نے سوال میں مذکور امور کی تعلیم کے لیے انسانی لاش کی چیر پھاڑ کو اس شرعی ضابطے کے تحت جائز قرار دیا ہے کہ "ضرر عام کو دفع کرنے لیے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔"

جیسے مالک پر لازم ہے کہ وہ عام راستے کی طرف جھکی ہوئی اپنی دیوار ڈھا دے، کیوں کہ دیوار گر پڑنے پر ضرر عام ہے اور گرا دینے میں خاص مالک کا ضرر ہے۔ (الاشباہ والنظائر، ج:۱، ص:۷۴، ۷۵)

پھر مسلم اور غیر مسلم کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

"تفسیر ماتریدی اور ہدایہ کے حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ تمام انسانوں کو اللہ تعالی نے مذکورہ کرامتوں میں مساوی اور یکساں رکھا ہے، مگر ان سب کے باوجود غیر مسلم چوں کہ سب سے اہم و اعظم نعمت "نعمتِ ایمان" سے محروم ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ خدائے واحد و یکتا کی عبادت اور اس کے در سے دور ہے، اور یہ وہ شقاوت و محرومی ہے جس نے اسے ایک مومن کی عظمت و حرمت کے مقابلے میں فروتر کر دیا ہے۔ اس لیے جہاں شریعت کے اسباب تخفیف جاری ہوں گے، وہاں مسلم کو غیر مسلم پر ترجیح ہوگی۔"

(مقالہ مولانا عارف اللہ مصباحی، ص:۲، ۳، بحوالہ تاویلات اہل السنۃ، ج:۱، ص:۴۰۱، ملخصًا)

مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی اس کے تعلق سے اپنا موقف واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عام حالات میں علمِ تشریح الاعضا کے لیے لاش کی چیر پھاڑ کی اجازت نہیں، کیوں کہ بالاتفاق مسلمان میت کا بھی اتنا ہی احترام ہے جتنا ایک زندہ مسلمان کا ہے۔ موجودہ حالات اور ہندوستان کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہاں اس عدم جواز کی ایک معقول وجہ یہ بھی ہے کہ ضروری طبی تجربات غیر مسلم لاشوں پر کیے جا سکتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اب پلاسٹک کے انسانی ڈھانچوں کے ذریعے بہت سے وہ تمرینی تجربات کیے جا سکتے ہیں جن کے لیے پہلے انسانی لاش کی چیر پھاڑ کی جاتی تھی۔ اس لیے اب ان دو قوی متبادلوں کے بعد عام طبی ضروریات و تجربات کے لیے مسلم لاش کی بے حرمتی جائز نہیں ہو سکتی—— ہاں اگر کسی خاص صورتِ حال میں کوئی ضروری طبی تجربہ مقصود ہو، جیسے کسی جینیاتی بیماری کی تشخیص مقصود ہو، تاکہ آئندہ اس خاندان کے افراد کو اس بیماری میں مبتلا ہونے سے بچایا جا سکے، یا کسی خاص قسم کے مریض کی کوئی نامعلوم بیماری دریافت کرنا مقصود ہو، تاکہ آئندہ اس نئی بیماری کا علاج تلاش کیا جا سکے تو ایسے مخصوص حالات میں حسب ضرورت اور حسب مرتبہ یہ جائزہ لینے کے بعد کہ ایذائے موتی کا مسئلہ زیادہ اہم ہے یا اس مخصوص صورتِ حال سے نپٹنا زیادہ اہم ہے۔ اس عمل کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ ایسے مخصوص حالات کے تعین کی بنیاد ڈاکٹروں کی باتیں بھی ہو سکتی ہیں اور مشینوں کی رپورٹ بھی"۔ (مقالہ مولانا خالد ایوب مصباحی، ص:۷—۱۰، ملخصًا)

چوتھا موقف:

یہ ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کے حکم میں واضح فرق ہے اور طبی تحقیقات اور سرجری کی تعلیم و تربیت کے لیے مسلم لاش کی چیر پھاڑ کسی طرح جائز نہیں ـــــ یہ موقف باقی تمام مقالہ نگاروں کا ہے۔

ان حضرات کی دلیل وہ جزئیات ہیں جن میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان فرقِ احکام کیا گیا ہے، مثلاً ان کی تکفین و تدفین کے احکام۔

اور یہ حضرات اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے "درر الحکام شرح غرر الأحکام" سے بھی استناد کرتے ہیں:

قوله ولا يكسر عظام اليهود الخ. كذا في الخانية ، وعلّله في البحر عن الواقعات بقوله: لان الذمي لما حرّم إيذاءه في حياته لذمّته فتجب صيانته عن الكسر بعد موته" وهو يفيد أنّه خاص بأهل الذمة دون الحربين .

(ج: ٢، ص: ٢٨٦)

مفتی ابرار احمد اعظمی اپنے نظریے کی وضاحت کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"جب کہ شریعتِ سمحہ سہلہ نے جسم و نفس میں لاحق ہونے والے ضرر کو دفع کرنے کے لیے بندے کو جو حق دیا ہے اسی حق العبد کی حفاظت کو مقدم رکھتے ہوئے اعلیٰ درجات کے محظورات کو برداشت کیا گیا کما مرّ عن الهندية والاختيار و الخلاصة والحاوي، تو مسئلہ دائرہ میں بھی وہی حق العبد کی حفاظت اور ہزاروں انسانی جانوں کو لقمۂ اجل ہونے سے بچانا مقصود ہے، اس لیے مقصودِ شرع اور حق العبد کی رعایت و حفاظت کو ملحوظ و مقدم رکھتے ہوئے ایک ادنی درجے کا محظور برداشت کرتے ہوئے بغرض تعلیم و تربیت غیر مسلم کی لاش میں قطع و برید کی اجازت ہونی چاہیے۔

کیوں کہ یہاں قطع و برید کی وجہِ ممانعت صرف حرمتِ مُثلہ ہے جو حق اللہ کی وجہ سے منع ہے، اور جہاں حق اللہ و حق العبد میں معارضہ ہو وہاں احتیاج عبد کو دیکھتے ہوئے حق العبد کو مقدم رکھا جاتا ہے۔" (مقالہ مفتی ابرار احمد اعظمی، ص: ۱۸، ۱۹)

مفتی ناصر حسین مصباحی لکھتے ہیں:

"اس عمل میں مردے کو عریاں کرنا، اس کی شرم گاہ کی طرف نظر کرنا، لاش کو مُثلہ بنانا، مردے کی بے حرمتی، مردے کے اعزہ و اقارب کی ایذا رسانی جیسے متعدّد حرام کاموں کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ اور علم طب سیکھنا نہ فرض ہے نہ واجب، کہ جس کے کرنے میں ثواب اور چھوڑنے میں عذاب و گناہ ہو، لہٰذا علمِ تشریح اعضا کے لیے لاش کی چیر پھاڑ کو جائز قرار دے کر متعدّد حرام کاموں کے ارتکاب کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ اغراض و مقاصد کے لیے دوسرے متبادل مارکیٹ میں موجود ہیں، مثلاً تشریحِ اعضا کے لیے آج کل پلاسٹک یا ربر کے ماڈل اور الکٹرانک ماڈل دست یاب ہیں جن سے اعضا کی شناخت اور ان کے مشینری نظام کو سمجھا جا سکتا ہے ـــــ اسی طرح تفتیشِ امراض اور طبی تجربات کے لیے ایک سے ایک لیباریٹری اور سرجری کے ہسپتال ہیں، جہاں علاج کرنے والے ماہر ڈاکٹروں اور سرجنوں کی نگرانی میں رہ کر اور ان کے عمل علاج اور آپریشن کو دیکھ کر، نیز ان کی نگرانی میں خود آپریشن کا تجربہ کر کے تفتیش اور طبی تجربات کا فن حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مریض پر دواؤں کے اثرات اور کیمیاوی تبدیلیوں کو جاننے کے لیے بھی ماڈل، الیکٹرانک سیمپل اور اپنی میشن موجود ہیں، جن کے ذریعے کیمیاوی اثرات اور ادویاتی تغیرات کا مشاہدہ ویسے ہی کیا جا سکتا ہے جیسے کہ ایک زندہ یا مردہ انسان کے اندر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جانوروں پر بھی تجربہ کر کے یہ تمام مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس لیے انسانی لاش کی بے حرمتی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

بالفرض اگر ان ماڈلوں، سیمپلوں، اپنی میشنوں وغیرہ سے ان مقاصد کا حصول ناممکن ہو تو ایسی صورت میں لاوارث غیر مسلم لاشوں پر تشخیص و تفتیش اور تجربہ کا عمل کیا جا سکتا ہے۔

(مقالہ مفتی محمد ناصر حسین مصباحی، ص: ۱، ۲)

پانچواں موقف:

ناظمِ مجلسِ شرعی حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مدظلہ کا ہے، وہ فرماتے ہیں:

انسانی لاش کی چیر پھاڑ سے تین حقوق پامال ہوتے ہیں۔ اور ایسے حقوق کی پامالی صرف کسی فرض کی بجا آوری کے لیے جائز ہے یا مجبوری بدرجۂ ضرورت کی صورت میں، جب کہ حرام کے بغیر کوئی اور چارۂ کار نہ ہو۔ فرض کے لیے حقوق یا حرام سے صرفِ نظر کی صراحت ہدایہ، کتاب السّیر میں ہے۔

اور مجبوری بدرجۂ ضرورت کی وجہ سے حرام سے صرفِ نظر کا

جواز ہدایہ کے کتاب الکراہیۃ کے جزئیہ: "وَكَذَا يَجُوزُ لِلرَّجُلِ النَّظَرُ إِلَى مَوْضِعِ الاِحْتِقَانِ مِنَ الرَّجُلِ لأنه مُدَاوَاةٌ وَيَجُوزُ لِلْمَرَضِ، وَكَذَا لِلْهُزَالِ الْفَاحِشِ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ ؛ لِأَنَّهُ أَمَارَةُ الْمَرَضِ." اھ سے ثابت ہوتا ہے ــــ ہاں کسی علاج سے شفا قطعی و یقینی ہو تو علاج فرض ہوگا۔

مگر اب تک کوئی ایسا علاج دریافت نہ ہو سکا جس سے شفا کا یقین حاصل ہو، بہت سی دوائیں ہیں جن سے کچھ مریض شفایاب ہو جاتے ہیں اور بہت سے مریضوں کے لیے وہ بے اثر یا مضر ثابت ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سارے سرجن آپریشن سے پہلے مریض یا اس کے ولی سے "براءت نامہ" حاصل کر لیتے ہیں اور یہ تو مشاہدہ ہے کہ ہر مریض آپریشن سے جان بر نہیں ہوتا، نہ ہر دوا سے سب کو شفا ملتی ہے۔

اور جب حال یہ ہے کہ علاج فرض یا واجب نہیں اور علم الطب بالخصوص علم الجراحت کی بے پناہ ترقی کے باوجود آج بھی کسی علاج سے شفا قطعی و یقینی نہیں تو اس کے لیے حق اللہ و حق العبد کی پامالی کی اجازت نہیں ہو سکتی۔

جن صورتوں میں مرض کی جگہ کو دیکھے بغیر مرض کا علاج نہ ہو سکتا ہو ان صورتوں میں بقدر ضرورت دیکھنے کی اجازت ہے، اس کے نظائر درج بالا جزئیہ اور دوسری کتب فقہ میں موجود ہیں لیکن لاش کی چیر پھاڑ کا حال ایسا نہیں، کیوں کہ اس کو چیرے بغیر مرض کا علاج ہو سکتا ہے، بلکہ ہوتا رہتا ہے۔

❊ اور اب تو پلاسٹک وغیرہ کا انسانی ماڈل بھی مہیا ہو چکا ہے جسے دیکھ کر بڑی حد تک انسانی اعضا کی شناخت حاصل کی جا سکتی ہے، رہی سہی کمی علم تشریح الاعضا کے ماہرین کے درس سے پوری ہو سکتی ہے، یہ صحیح ہے کہ یہ ماڈل اور درس ہو بہو اصل انسان کا بدل نہیں ہو سکتے تاہم ان سے بڑی حد تک کام چلایا جا سکتا ہے۔ یونانی اطبا ایک طویل عرصے تک بغیر لاشوں پر مشق کیے کامیاب علاج کرتے رہے اور طب کی دنیا میں انھی کی حکمرانی کا سکّہ چلتا رہا۔ پھر جو ڈاکٹر لاشوں پر مشق اور بار بار تجربہ کر کے اس فن کے اسپیشلسٹ اور ماہر ہو چکے ہیں انھیں چاہیے کہ کوشش کر کے بہتر سے بہتر ماڈل ایجاد کریں جو انسانی لاش کی جگہ کفایت کر سکے اور آج کے ترقی یافتہ دور میں یہ کوئی ناقابل تسخیر یا ناممکن امر نہیں۔ جیسا کہ یونیورسٹی آف ماؤنٹ پیلیئر فرانس (University of Montpellier, France) نے ایک ڈیجیٹل لاش بنام "ورچول کیڈے ور" (VIRTUAL CADAVER) تیار کر لی ہے، اس ڈیجیٹل لاش کو بار بار چیر پھاڑ کر دیکھا جا سکتا ہے، اس میں مجازی سرجری کی سہولت بھی فراہم کی گئی ہے، مجازی نشتر سے اسے محسوس کرتے ہوئے سرجری کی جا سکتی ہے۔ اس کے موجد ڈاکٹر گے لام اور ان کے معاونین کا کہنا ہے کہ یہ "ورچول کیڈے ور" ڈاکٹروں اور طالب علموں کو سو فی صد درست معلومات فراہم کرتی ہے، اور وہ اس پر خاطر خواہ تجربہ حاصل کر سکتے ہیں۔

(اس کیڈے ور کی خبر فوٹو کے ساتھ متعدد اخبارات میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ https://tardosnews.wordpress.com، http://arinews.pk)

❊ بیماریاں اللہ عزّ و جلّ نے اتاری ہیں اور اسی نے ہر بیماری کے لیے شفا بخش دوا بھی پیدا فرمائی ہے جیسا کہ حدیث نبوی شاہد ہے: ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء.(صحيح البخاري، ج:٢، ص:٨٤٨، مجلس البركات، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داء)

فتح الباری میں ہے:

و يدخل في عمومها الداءُ القاتلُ الّذي اعترف حُذّاق الأطبّاءِ بأن لادواء لَهُ وَاَقرّوا بالعجز عَن مُدَاوَاتِهِ اھ. (فتح البارى بشرح صحيح البخارى، ج:١٣، ص:٧، ٨، دار أبي حيان)

اس لیے ہمارے باصلاحیت اور ماہر ڈاکٹروں کو ایسی دواؤں کی جستجو جاری رکھنا چاہیے، خدائے پاک کے کرم سے بعید نہیں کہ ان کا سراغ مل جائے، کھوج کرنے والے تو آب حیات کے چشمے تک پہنچ گئے اور آج بھی یونانی اور ہومیوپیتھک طریقۂ علاج میں ایسے امراض کی دوائیں پائی جاتی ہیں جن کے علاج سے ایلوپیتھ عاجز ہے، اس لیے موجودہ تحقیق کو ہی سب کچھ نہیں سمجھنا چاہیے، نہ کامیاب آپریشن کو اپنی آخری منزل تصور کرنا چاہیے اور کوشش ہونی چاہیے کہ جو علاج آج آپریشن کے ذریعہ ہو رہے ہیں وہ کل صرف دواؤں سے ہوں اور آپریشن کی حاجت نہ رہے۔

" بچوں اور قیدیوں کو ڈھال بنانے والا جزئیہ" ہمارے مسئلہ

مبحوثہ سے بظاہر قریب تر معلوم ہوتا ہے مگر حق یہ ہے کہ دونوں میں بڑا فرق ہے کیوں کہ اس جزئیہ کا تعلق دفاعی جنگ سے ہے جو بجائے خود فرض بھی ہے اور طاعت بھی، اور بندہ طاعات میں اپنی وسعت و طاقت بھر ہی مکلف ہوتا ہے، فقہا فرماتے ہیں:

الطَّاعَةُ بِحَسَبِ الطَّاقَةِ .

(الهداية ج: ٤، ص: ٥٤١/ كتاب السير)

قرآن حکیم میں ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا [البقرۃ:٢٨٦]

اور یہاں مردہ لاشوں کی چیر پھاڑ ناجائز و معصیت ہے جیسا کہ بیان ہوا، اس لیے اس کے جواز کے لیے اُس فقہی جزئیے کا سہارا لینا بجا نہیں۔

یہی حال اس جزئیہ مشہورہ کا ہے:

(حَامِلٌ مَاتَتْ وَ وَلَدُها حَيٌّ يَضْطَرِبُ، شُقَّ بَطْنُهَا مِنَ الْأَيْسَرِ، وَيُخْرَجُ وَلَدُهَا.(الدر المختار ج:٢، ص: ٢٣٨، باب صلاة الجنازة، دار الفكر، بيروت)

یہاں زندہ بچے کی جان بچانا فرض ہے اس لیے مُردہ ماں کا شکم چاک کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

اور قاعدۂ فقہیہ: "يتحمّل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام" [الأشباه والنظائر ص: ٢٥٦/ القاعدة الخامسة، إدارة القرآن] کا محمل بھی یہی ہے جیسا کہ اس کے فروع سے عیاں ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف ہمارے زیر بحث مسئلے میں علاج فرض یا واجب نہیں جیسا کہ بیان ہوا، اور علم تشریح اعضا تو علاج بھی نہیں۔ اس لیے بیماریوں کی تشخیص کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ کی اجازت نہ ہوگی۔

○ یہ اس مسئلے کا ظاہری رخ تھا، اب اس کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

یہ حق ہے کہ علاج اپنی حیثیت کے لحاظ سے مرتبۂ ضرورت و حاجت میں نہیں ہے بلکہ صرف مرتبۂ منفعت میں ہے اور اس کے لیے کوئی محظور شرعی مباح نہیں ہوتا۔

مگر عصر حاضر کے حالات کا ایک سرسری جائزہ لیجیے تو محسوس ہوگا کہ آج سماج کا بڑا طبقہ بیمار ہے اور عوام و خواص، علما و جہلا سب، چھوٹے، بڑے ڈاکٹروں سے ملتے اور ان سے اپنی بیماریوں کا علاج کراتے ہیں، بڑے، بڑے علما اور خواص عموماً بڑے، بڑے ڈاکٹروں کے پاس ہی جاتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو ڈاکٹر جتنا بڑا ہوتا ہے وہ اسی قدر تشریح و منافع اعضا اور امراض و علاج کا ماہر ہوتا ہے اور یہ سب کے سب لاشوں کی چیر پھاڑ کر کے ہی آگے بڑھتے اور ماہر اور اسپیشلسٹ بنتے ہیں تو ان کے پاس جانا اور ان سے علاج کرانا اس چیر پھاڑ پر یک گونہ تعاون ہے اس حیثیت سے دیکھا جائے تو آج یہ مسئلہ عموم بلویٰ کی سرحد کے قریب پہنچ چکا ہے اگر ہمارے علمائے کرام پہلے کے علما کی طرح یونانی علاج پر اکتفا کرتے یا توکّل علی اللہ کا سہارا لیتے تو یہ کیفیت نہ پیدا ہوتی، آج حال یہ ہے کہ نہ تو علم طب حاصل کرنے والے لاشوں کی چیر پھاڑ سے احتراز کر سکتے ہیں، نہ انھیں میڈیکل کالج سے اس کی اجازت مل سکتی ہے اور نہ ہی عوام و خواص ان ڈاکٹروں کے علاج سے باز آسکتے ہیں تو اس لیے یہ مسئلہ خارج از بحث نہیں قرار دینا چاہیے۔

تاہم مناسب ہوگا کہ لاشوں کی چیر پھاڑ کے بجائے انسانی ماڈل اور اینی میٹیڈ ویڈیوز سے علم تشریح اعضا سیکھیں اور جدید ماہرین تشریح درس دیں، اس میں کچھ کمی ہو تو الٹراساؤنڈ کی طرح کوئی باطن نما مشین ایجاد کریں۔

علاوہ ازیں ہر طرح کی بیماری کے علاج کے لیے ہمارے مسلم ڈاکٹر بھی دوا کی تفتیش اور ریسرچ جاری کریں، اور خدائے پاک سے امید رکھیں کہ وہ ان پر ہر طرح کی بیماری کی دوا ظاہر فرما دے، اس نے ہر بیماری کی دوا پیدا فرما دی ہے، بس لگن کے ساتھ اس کی کھوج کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ تھا اس موضوع سے متعلق بتیس مقالات کا جائزہ اور خلاصہ۔ اب اس کی روشنی میں درج ذیل امور تنقیح طلب معلوم ہوتے ہیں۔

تنقیح طلب امور

(۱)۔علم تشریح الاعضا کے لیے انسانی لاش کی چیر پھاڑ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس مسئلے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کا حکم یکساں ہے یا جداگانہ؟ اور بہر صورت اس کا شرعی حل کیا ہے؟ ☆☆☆

منظر نامہ

تاثرات مندوبین کرام

مرتب: مولانا محمد اعظم مصباحی

مفتی عبدالمنان کلیمی، مرادآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم* ان العلم خزائن و مفاتحہ السوال

محترم حضرات! اس میں کوئی شک نہیں کہ تحقیق کا دائرہ منجمد نہیں ہے، بلکہ یہ دروازہ تاقیامت کھلا رہے گا، لیکن اس کی عملی تصویر اگر کہیں دیکھنے کو ملتی ہے تو وہ ازہرِ ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ہے۔ جس کے اساتذہ اور کارپردازوں نے اپنی کاوش، اپنے عمل اور اپنے طریقۂ کار سے تمام اہلِ ہند و پاک کو متاثر کیا ہے۔ جامعہ اشرفیہ کا ایک اہم شعبہ "مجلسِ شرعی" ہے جس نے اپنے پچیس سالہ دورِ وجود میں فقہ و افتا، تحقیق و تدقیق اور حلِ مسائل کا ایک کامیاب ریکارڈ قائم کیا ہے، لہٰذا اس موقع سے ہم اپنے تمام اربابِ حل و عقد اور مخدومانِ گرامی کو اپنے دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور حقیقت تو یہی ہے کہ یہ وہی تعبیر ہے جس کا خواب آج سے پہلے استاذ العلما جلالۃ العلم مخدومی حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ نے دیکھا تھا۔

اور تاریخ میں یہ بھی یاد رکھا جائے گا کہ مجلسِ شرعی نے بنیادی اور اساسی کتاب کی حیثیت سے جہاں قرآن و احادیث و کتبِ فقہ کو رکھا ہے وہیں ایک اساسی کتاب فتاویٰ رضویہ کو بھی رکھا گیا ہے اور مرکزی شخصیت کی حیثیت سے سیدنا امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر کسی طرح کا فیصلہ لیا جاتا ہے۔

حضور حافظِ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا: "زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام" اگر اس کو کسی ذات نے عملی جامہ پہنایا تو وہ حضرت کے شہزادۂ گرامی حضور عزیزِ ملت کی ذات ہے، اللہ ان کا سایۂ عاطفت سلامت رکھے، آمین۔

رئیس التحریر علامہ یٰسٓ اختر مصباحی، دہلی

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیمینار میں شرکت اور مختلف موضوعات پر لکھے گئے مقالات اور بحث و مباحثہ اور مختلف حیثیتوں اور گوشوں سے نکتہ آفرینی سن کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابوحنیفۂ ہند فقیہ اسلام امام احمد رضا اور صدر الشریعہ اور حافظ ملت علیہم الرحمۃ والرضوان کی شانِ تفقہ کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے تلامذہ کی ایک جماعت کے ذریعہ اجتماعی طور پر مسائل کے استنباط و استخراج کا جو طریقہ رائج کیا تھا آج تحقیق اور مسائل کے حل کے سلسلے میں وہی منہج، وہی انداز، وہی رنگ یہاں نظر آتا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں سب سے عظیم فقیہ و مفتی اپنے دور میں اور اپنے دور سے کچھ پہلے جو شخصیت ہے اسے ساری دنیا جانتی ہے۔ اس شخصیت نے اپنے قلم کے ذریعہ، اپنی تحریر کے ذریعہ جو کچھ دنیا کے سامنے پیش کیا، ہمارا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، الحمدللہ اسی روایت کو آگے بڑھا رہا ہے۔ یہ بات بھی آپ حضرات کے علم میں ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شانِ تفقہ کا اظہار فتاویٰ رضویہ اور جد الممتار کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ایک اردو زبان میں، ایک عربی زبان میں۔ فتاویٰ رضویہ کو منظرِ عام پر لانے میں ہمارے اساتذۂ کرام حضور حافظِ ملت، حضرت حافظ عبد الرؤف بلیاوی، بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی، حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی، حضرت قاری محمد یحییٰ مبارک پوری علیہم الرحمۃ والرضوان کا جو کردار ہے وہ ساری دنیا کے سامنے ہے۔ اسی طرح ان حضرات کے تلامذہ کے ذریعہ جد الممتار دنیا کے سامنے آئی اور المجمع الاسلامی کے زیرِ اہتمام طبع

ہوئی جس کے روحِ رواں برادر مکرم حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی آپ کے سامنے موجود ہیں۔یعنی کتابوں کے ذریعہ ابو حنیفہ ہند، امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے اور اسی طرح تفقہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی عظیم خدمت اِسی الجامعۃ الاشرفیہ کے ذریعہ جو کچھ بھی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

کسی بھی عمارت کی مضبوطی کا اندازہ اس کی بنیاد سے ہوتا ہے۔اس کے ستونوں اور کھمبوں سے ہوتا ہے کہ وہ کتنے مضبوط ہیں۔ حضرت عزیز ملت ایک اہم ترین ستون ہیں، دوسرے ستون حضرت مولانا محمد احمد مصباحی ہیں اور تیسرے ستون حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب ہیں۔ ہمارے اور آپ کے سامنے تینوں حضرات موجود ہیں۔

حضرت عزیز ملت کے بارے میں مختصر ترین بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ حافظِ ملت نے جو اپنی دینی و علمی وراثت اشرفیہ کی شکل میں چھوڑی تھی، اس وراثت میں ہر طرح کا اضافہ کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی صاحب سے میرے بچپن کے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات ہیں، جس کی مدت پچپن سال ہے، یعنی نصف صدی سے زیادہ ہے۔ اس مختصر تعلق کے تعلق سے میں کہ دوں کہ اپنے علم و عمل کے لحاظ سے آج یہ جتنے بزرگ نظر آتے ہیں، پچپن سال پہلے بھی یہ اتنے ہی بزرگ تھے۔

حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب کی علمی وفقہی صلاحیت ساری دنیا کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کے سلسلے میں فرمایا تھا، جو الملفوظ کے پہلے حصہ میں لکھا ہوا ہے کہ یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ سب سے زیادہ مولوی امجد علی میں پائیے گا۔ اگر اس سیمینار ہال کے سب لوگ مل کر کہیں کہ موجودین میں تفقہ جس کے اندر سب سے زیادہ پائیے گا، اس کا نام ہے مفتی محمد نظام الدین، موجودہ دور میں وہی حیثیت مفتی محمد نظام الدین صاحب کو حاصل ہے۔ اس سلسلے میں ایک نہایت اہم اور تاریخی بات رکھتا ہوں، اس سے ان کی سعادت اور نیک نفسی ظاہر ہوتی ہے۔ کئی سال پہلے دار القلم میں ہم لوگ بیٹھ کر آپس میں باتیں کر رہے تھے، یہ دہلی جاتے ہیں تو ان کا قیام دار القلم میں ہوتا ہے۔ دورانِ گفتگو انھوں نے ایک بات کہی اور وہ جملہ تقریبًا یہ تھا کہ حضرت آپ ہی نے مجھے اس راہ پر لگایا ہے۔ یہ میرے درس گاہی شاگرد نہیں ہیں، لیکن یہ میرا احترام استاذ کی طرح کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ کہا کہ ایک بار آپ نے مجھے بلایا اور اس وقت میں اشرفیہ میں مدرس تھا، یہ طالب علم تھے، جیسے مدرس ایک طالب علم کو بلاتا ہے میں نے انھیں بلا کر پوچھا کہ کس فن سے آپ کو دل چسپی ہے؟ تو کہا کہ معقولات سے اور میں طالب علمی کے ہی زمانہ سے معقولات کو غیر معقول کے درجے میں تصور کرتا تھا اور میں صرف اتنا ہی پڑھتا اور سمجھتا تھا جس سے امتحان میں پاس ہو جاؤں۔ انھوں نے بتلایا کہ معقولات۔ اس وقت معقولات کا بہت غلبہ تھا اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ جو معقولات اچھی طرح نہ جانتا ہو اسے عالم ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ میں نے برجستہ کہا: دینیات سے بھی دل چسپی ہونی چاہیے، انھوں نے بتلایا کہ وہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی تو اپنے طور پر انھوں نے غور کیا کہ دینیات میں بھی بہت سارے شعبے ہیں، بہت سارے علوم و فنون ہیں، سب سے فیض رساں کون سا علم ہے، تو انھوں نے علم فقہ کا انتخاب کیا اور آج یہ کتنے بڑے فقیہ ہیں آپ حضرات کے سامنے ہے۔ تو یہ بڑی روحانی مسرت کی بات ہے اور میں اس کو صدقۂ جاریہ سمجھتا ہوں۔

الحمد للہ ان حضرات کی قیادت و رہ نمائی میں یہ سیمینار منعقد ہوا اور اس سے پہلے بہت سارے منعقد ہوئے، اللہ تعالیٰ سب کو قبول فرمائے۔ آمین۔

مفتی منظور احمد خاں عزیزی، سلطان پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆ حامدا و مصلیا و مسلما

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے پچیسویں سیمینار کی جملہ نشستوں کی کامیاب کارروائی اور معتدل و محققانہ فیصلے پر جملہ ارباب حل و عقد کو بہت بہت تہنیتیں۔

الحمدللہ !مجلس شرعی ازہر الہند الجامعۃ الاشرفیہ کا ایک ایسا عظیم شعبہ ہے جو مجھ جیسے کم علم کو بھی سال میں ایک مرتبہ فقہ وافتا کے تجزیاتی مطالعہ کا زریں موقع عطا کرتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلك .مجلس کا یہ شاہکار کارنامہ حدیث رسول "ان رجالا یأتونکم من الارض یتفقهون في الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بهم خیرا "کی تصویر ہر سال پیش کرتا ہے۔لاریب عصر حاضر میں مجلس شرعی عالم اسلام کے لیے ایک محوری نظام فقہ وافتا ہے جس کی افادیت کے اپنے پرائے سب معترف ہیں۔

جلالۃ العلم ابوالفیض مرشدی حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی روح پر تنویر آج اپنی مرقد قدس میں شاد کام ہوگی کہ ادارہ کو سربراہ اعلی عزیز ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ وسراج الفقہا حضرت مفتی نظام الدین اور خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی دامت اظلالھم علینا جیسے مخلصین بے لوث خدمت کنندگان میسر ہیں۔ یوں تو جامعہ کا ہر شخص جامعہ کے حق میں ہمہ وقت کدو کاوش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔اللہ کرے جامعہ کے چمن کو کہیں سے خزاں رسیدہ ہونے کا موقع نہ ملے۔

مولانا نثار احمد مصباحی و مولانا محمد شاہد رضا مصباحی

"مجلس شرعی "الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا ایک فعال اور اہم شعبہ ہے جو جماعتی بلکہ دینی ضروریات کی مسلسل تکمیل کر رہا ہے۔

سب سے پہلے ہم "مجلسِ شرعی" کے ۲۵ سالہ کامیاب سفر اور سیمیناروں کی سلور جبلی پر اس کے تمام ذمے داران کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ ان ۲۵ ر سالوں میں مجلس نے اب تک تقریبًا ۷۸ر پیچیدہ مسائل حل کیے۔ صحیفۂ مجلس شرعی (۲ جلدیں) ،مجلس شرعی کے فیصلے (۱ر جلد) علما کی رائیں اور فیصلے (۳ جلدیں) اور ہر سیمینار کی روداد پر ماہ نامہ اشرفیہ کے خصوصی شمارے شائع کیے، قوم کی بروقت ضروری رہنمائی کی، جماعت میں بالکل مضمحل ہو چکے فقہی ذوق کا نہ صرف احیا کیا بلکہ پروان بھی چڑھایا اور قوم کو نئے بابصیرت فقہا بھی عطا کیے۔ یہ "مجلسِ شرعی" کے چند نمایاں کارنامے ہیں۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ "مجلس" کے تمام کارناموں کا مفصل تجزیہ لکھا اور شائع کیا جائے۔

"مجلس "کی مجالس میں نوجوان علما کی حوصلہ افزائی کی روایت کافی فرحت بخش ہے، اسے مزید فروغ دیا جانا چاہیے۔ نوجوانوں میں فقاہت اور جدید مسائل کے حل کی استعداد پیدا کرنے کے لیے انھیں خصوصی توجہ سے نوازا جائے تاکہ ان کی جھجک دور ہو، ادب کے ساتھ جرأت اظہار سیکھ سکیں اور ان کی خفتہ صلاحیتیں بیدار اور صیقل ہو سکیں۔

اس کی ایک اضافی صورت یہ ہے کہ مندوبین میں سے دس بارہ افراد کا انتخاب کر کے انھیں درمیان میں کسی وقت بلا کر ان کی خصوصی فقہی تربیت کی جائے۔ سب پر روشن ہے کہ افراد سازی کی یہ خدمت ہمارے روشن مستقبل کی تعمیر ہے۔

علاوہ ازیں ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ "مجلس" کی طرف سے فقہی سال نامہ یا کتابی سلسلہ شائع کیا جائے۔ یہ اہل سنت کی ایک کفائی ذمے داری کی ادائگی بھی ہوگی۔ یہ گزارشیں اور امیدیں "مجلس" سے اس لیے ہیں کیوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ ہی ایسے امور میں ہماری امیدوں کا مرکز ہے۔

حضرت علامہ لیس اختر مصباحی اور دیگر کئی حضرات کی یہ رائے ہے کہ "مجلس" کے فیصلوں کا عربی اور انگریزی متن شائع کیا جائے۔ عالمی تناظر میں یہ بے حد ضروری ہے۔ بلکہ عربی ایڈیشن عالم عرب سے بھی شائع کرنے کی کوشش کی جائے۔

"مجلس شرعی کے فیصلے"، "علما کی رائیں اور فیصلے "مشہور نیشنل لائبریریوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔ یہ زمانے کی ضرورت ہے اور اس کے کارنامے دنیا کے سامنے پیش کرنے کا ایک اہم ذریعہ بھی۔ اس کے لیے افراد کا انتخاب کر کے اسے تسلسل کے ساتھ کیا جانا چاہیے بلکہ الجامعۃ الاشرفیہ کی تمام نشریات کے لیے ایسا کیا جانا بہتر ہے۔

"مجلس" کے سوال ناموں کا تحقیقی منہج یقینًا مثالی ہوتا ہے اور سوالات اپنے موضوع کے تمام ضروری گوشوں کو محیط ہوتے ہیں۔ چوں کہ سوال ناموں میں دی گئی معلومات مقالہ نگاری سے لے کر بحث اور فیصلے تک کافی موثر ہوتی ہیں اور بہت سے مندوبین ان پر انحصار بھی کرتے

ہیں، اس لیے مرتب سوالات پر یہ خیال کرنا ضروری ہے کہ مندوبین موضوع کے ہر گوشے سے واقف ہو سکیں اور التباس و تشنگی باقی نہ رہے۔ یہ رعایت "مجلس" کے اعلی معیار اور بلند مقام کا خیال رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے۔

اللہ عزوجل الجامعۃ الاشرفیہ اور مجلس شرعی کا فیضان قیامت تک قائم رکھے اور ہمیں امام احمد رضا قدس سرہ کے اس چشمۂ علم سے خوب خوب سیراب ہونے کی توفیق بخشے۔ اللھم آمین بجاہ الحبیب الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم.

[۱] **نثار احمد خان مصباحی** ،خادم: مدرسہ اسلامیہ برکت العلوم نواری بازار جہاں گیر گنج، امبیڈکر نگر (یوپی)

[۲] **محمد شاہد رضا مصباحی** ،خادم: مرکزی دار القراءت، جمشید پور، جھارکھنڈ

مولانا محمد ابراہیم مصباحی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی، باباغلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی، راجوری، کشمیر

از ہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں گزرے ہوئے دن زندگی کی سب سے حسین اور تابناک یادیں ہیں۔ زمانۂ طالب علمی میں جامعہ کے دیگر پروگراموں میں بالعموم اور فقہی سیمیناروں میں بالخصوص انتہائی رغبت اور شوق سے حاضر رہنے کا موقع ملا۔ فراغت کے بعد چوبیسویں فقہی سیمینار کا سوال نامہ و دعوت نامہ ناظم مجلس شرعی سراج الفقہا علامہ مفتی نظام الدین رضوی مدظلہ کی جانب سے موصول ہوا تو اس عظیم سیمینار میں بحیثیت مندوب حاضر ہونے کا موقع میسر آیا۔ پچیسویں فقہی سیمینار میں دوسری بار حاضر ہوں۔ میں سب سے پہلے اساتذہ کرام کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ریاست جموں وکشمیر جو کئی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے، سے مجلس شرعی کی ان علمی مجالس میں نمائندگی کے لیے مجھ جیسے کم مایہ کا انتخاب فرمایا۔

مجلس شرعی کے سیمیناروں میں شرکت فرمانے والے علما و مفتیان کرام کی علمی و فکری صلاحیتوں، ان کی دقت نظر، قوت استنباط واستخراج اور پھر علمی و تحقیقی انداز میں اپنے موقف کو واضح کرنے کی اہلیت و لیاقت کا اعتراف تو ہر وہ ذی علم اور باشعور انسان کرتا ہے جو مجلس شرعی کی ان مساعی مشکورہ کو تعصب اور بغض و عناد سے دور ہو کر خالص علمی اور تحقیقی نگاہ سے ملاحظہ کرتا ہے، لیکن مجھے اس خصوصیت کے ساتھ ساتھ جس چیز نے بے حد متاثر کیا وہ اساتذۂ کرام کی خوش خلقی اور اصاغر نوازی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ فراغت کے وقت ہمارے لبوں پر جو شکر و امتنان کے جملے تھے ان کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم نے اپنے پیارے وطن اور گھر کو خیر باد کہ کر جامعہ کی چہار دیواری کو اپنا آشیانہ بنایا، ماں باپ کی شفقتوں سے دور ہو کر اساتذہ کے رحم و کرم کو گلے لگایا اور بھائی بہنوں کے پیار و محبت کو بھول کر اس چمنستان علم و فضل میں پروان چڑھنے والے نونہالوں سے رشتۂ اخوت استوار کیا۔ اور بہت ممکن ہے کہ آج کی تاریخ میں بھی ہدیہ تشکر کی ڈرافٹنگ کچھ اس انداز یا کم از کم اسی مفہوم کی غماز ہو۔ البتہ اس وقت ان الفاظ کا محرک کچھ بھی رہا ہو ان کی حقیقت اس وقت اجاگر ہوئی جب میں حضرت ناظم مجلس کی دعوت پر حاضر ہوا۔

جامعہ کے صدر دروازے سے داخل ہوتے ہی وہ سارا نقشہ ذہن پر تازہ ہو گیا جو دس سال پہلے کا مرتسم تھا اور یوں لگا کہ ہم کل بھی یہیں تھے اور آج بھی یہیں ہیں، نہ کوئی اجنبیت، نہ کوئی بیگانہ پن، وہی ماحول، وہی مناظر، دل میں سکون اور اطمینان تھا۔ سینٹرل بلڈنگ کے صحن سے گزرتے وقت حضرت خیر الاذکیا کی شخصیت کا رعب و جلال دل کو اسی طرح جھنجھوڑ رہا تھا جس طرح ایک دہائی قبل۔ جب اساتذۂ کرام سے ملاقات ہوئی تو میں مجسمۂ حیرت بن گیا۔ ادھر وہی ادب واحترام اور اساتذہ کے جلال علم کے سامنے جھکی گردن تھی لیکن دوسری جانب ایسی کوئی کیفیت نہ تھی کہ ایک طالب علم اپنے اساتذہ کی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے، بلکہ ایسا لگ رہا تھا کہ ان کا کوئی معزز مہمان جلوہ گر ہے۔ مجھے سپاس نامہ کے رسمی جملوں کی حقیقت سمجھنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوا اور یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ اساتذہ ماں باپ سے کہیں زیادہ مہربان ہیں اور آج وہ فارغین کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کرتے ہیں جتنی عزت افزائی ایک بیٹی کو شادی کے بعد میکے آنے پر ماں باپ اور بہن بھائیوں کی طرف سے ملتی ہے۔

بہر حال مجلس شرعی بحسن و خوبی جدید مسائل کا حل پیش کر کے امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجلس کے ارکان، مندوبین اور تمام معاونین کو دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین ☆☆☆

تعارف

مجلس شرعی کی مطبوعات... ایک اجمالی جائزہ

مولانا محمد توفیق احسن برکاتی

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں مجلس شرعی کا قیام ۲۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ /۱۹/ دسمبر ۱۹۹۲ء میں ہوا، جس کے زیر اہتمام پہلا فقہی سیمینار ۱۴۱۴ھ/اکتوبر ۱۹۹۳ء کو جامعہ اشرفیہ میں منعقد ہوا، رواں برس ماہ ربیع النور ۱۴۴۰ھ/نومبر ۲۰۱۸ء کو مجلس شرعی کا ۲۵واں سیمینار کامیابی سے ہم کنار ہوچکا ہے۔ ان تمام سیمیناروں میں علما و محققین و مفتیان کرام نے ۸۷ مسائل پر متفقہ فیصلے کیے ہیں، ماہ نامہ اشرفیہ کے خصوصی شماروں میں ان کی تفصیلات منظر عام پر آچکی ہیں۔ مجلس شرعی نے سیمینار کے انعقاد کے ساتھ طباعتی میدان میں بھی کامیاب پیش رفت کی ہے، جو ایک اہم علمی خدمت ہے۔ اس مختصر تحریر میں انھی مطبوعات کا اجمالی جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

(۱)- صحیفہ فقہ اسلامی، جلد اول

یہ مجلس شرعی کے پہلے فقہی سیمینار کی مفصل روداد ہے، اس میں الکحل آمیز دواؤں کا استعمال، بیمہ زندگی اور بیمہ اموال کے عنوانات پر محققین علما و مفتیان کرام کے اہم مقالات اور ان کے علمی مذاکرات و مباحثات اور شرعی فیصلوں کی تفصیل درج ہے۔ اس کو حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی اور مفتی معراج القادری نے مشترکہ طور پر مرتب کیا ہے، کل صفحات ۳۵۲/ ہیں۔ اس کا دوسرا ایڈیشن فرید بک اسٹال، لاہور، پاکستان نے مارچ ۲۰۰۰ء میں شائع کیا ہے۔

(۲)- صحیفہ مجلس شرعی، جلد دوم

نام کی جزوی ترمیم کے ساتھ یہ کتاب جلد ثانی کی شکل میں جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ / مئی ۲۰۰۹ء میں طبع ہوئی ہے۔ مرتب ہیں ناظم مجلس شرعی مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ۔ کل صفحات ۵۲۰/ ہیں۔ اس جلد میں چار موضوعات پر مقالات اور متفقہ فیصلے شامل ہیں: (۱) مشترکہ سرمایہ کمپنی میں شرکت (۲) دوامی اجارہ (۳) علاج کے لیے انسانی خون کا استعمال (۴) اعضا کی پیوند کاری۔ چاروں موضوعات کے لیے چار ابواب قائم کیے گئے ہیں، جن میں مقالات کے ساتھ ان کی تلخیص بھی شامل ہے اور فیصلے بھی ہیں، ساتھ ہی ارباب تنقیحات کی آرا بھی درج ہیں۔

(۳)- مجلس شرعی کے فیصلے، جلد اول

اس کتاب میں مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے بیس فقہی سیمیناروں کے ساٹھ متفقہ فیصلے درج ہیں، یہ عصر جدید کے نو پید مسائل سے متعلق اعلیٰ تحقیقات و تنقیحات پر مشتمل ہیں، یہ فیصلے امت مسلمہ کے لیے تاریک راہوں میں مشعل راہ ہیں۔ اسے ناظم مجلس شرعی دام ظلہ نے مرتب کیا ہے، کل صفحات ۵۴۴/ ہیں جس کی اشاعت ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء میں عمل میں آئی۔ بقیہ پانچ سیمیناروں کے ۱۸/ فیصلے ان شاء اللہ جلد منظر عام پر آئیں گے۔

(۴)- جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے، جلد اول
(۵)- جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے، دوم
(۶)- جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے، سوم

جلد اول میں مجلس شرعی کے گیارہ فقہی سیمیناروں کے مقالات کی ۱۹/ تلخیصات اور ۲۲/ فیصلے درج ہیں، ساتھ ہی سوال ناموں کی تفصیل بھی موجود ہے۔ کل صفحات: ۵۱۶/ ہیں۔ یہ کتاب ۱۴۴۰ھ / ۲۰۸۱ء میں طبع ہوئی ہے۔ اس سیریز کی تینوں جلدیں ناظم مجلس شرعی دام ظلہ العالی نے مرتب کی ہیں اور ان پر وقیع مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ دوسری جلد میں پانچ سیمیناروں کے مقالات کی ۱۷/ تلخیصات اور ۲۲/ فیصلے مع سوال نامہ شامل ہیں۔ کل صفحات: ۴۴۰/ ہیں۔ تیسری جلد میں مجلس شرعی کے چار فقہی سیمیناروں میں پیش کیے گئے مقالات کی ۱۵/ تلخیصات اور ۱۶/ فیصلے موجود ہیں۔ کل صفحات: ۵۱۲/ ہیں۔ یہ تینوں جلدیں اکبر بک سیلر، لاہور، پاکستان سے بھی طبع ہوچکی ہیں، پاکستان کے ایک اور طباعتی ادارے نے اسے شائع کیا ہے۔ اس کی چوتھی جلد عن قریب منظر عام پر آئے گی۔

(۷)- فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت

[مفتی محمد نظام الدین رضوی]

یہ کتاب جدید فقہی مسائل و مباحث کی تحقیق و تطبیق کا ایک خوب صورت نمونہ ہے جس میں مصنف کی وسعت نظری، دینی نصوص اور فقہی ضوابط پر کامل دستگاہ سراپا آئینہ بن گئی ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور چار انواع پر مشتمل ہے، تقدیم بھی حضرت مصنف ہی کے خامۂ زر نگار کا نتیجہ ہے۔ اس میں فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری قدس کی مشہور زمانہ تصنیف "فتاویٰ رضویہ" سے بہ طور خاص ستر سے زائد مسائل کا انتخاب اور حالات زمانہ کی تبدیلی سے تبدیلی احکام میں ان کا اندراج ثابت کیا گیا ہے۔ سن اشاعت: ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء ہے، کل صفحات ۹۶/ ہیں۔

(۸)- چلتی ٹرین میں نماز کا حکم

[مفتی محمد نظام الدین رضوی]

آغاز میں زیر عنوان "اجماع" اور "فتاویٰ رضویہ شریف کا فتویٰ حق ہے" اجماع کے تین درجات کی وضاحت کے بعد بتایا گیا ہے کہ اجماع قطعی بھی ہوتا ہے اور ظنی بھی، قولی بھی ہوتا ہے اور سکوتی بھی، البتہ "چلتی ٹرین پر نماز کا مسئلہ" نہ اجماع کے کسی درجے میں ہے، نہ اس پر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے۔ یہ کتاب کل چار مضامین پر مشتمل ہے پہلا مضمون مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی کا ایک عالمانہ خطاب، دوسرا مضمون صاحب کتاب کا ایک توضیحی خطاب ہے جسے مفتی انفاس الحسن چشتی دام ظلہ نے مرتب کیا ہے، تیسرا مضمون "نماز کے احکام پر ریل کے بدلتے نظام کا اثر" مفتی صاحب قبلہ کا ہے چوتھا مجلس شرعی کے جامعۃ البرکات علی گڑھ میں منعقدہ بیسویں فقہی سیمینار کا فیصلہ ہے۔ یہ کتاب نومبر ۲۰۱۳ء میں منظر عام پہ آئی ہے اور صفحات ۷۶ ہیں۔

(۹)- خطبہ صدارت [علامہ محمد احمد مصباحی]

صدر مجلس شرعی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی نے یہ خطبہ صدارت اکیسویں فقہی سیمینار [منعقدہ صفر ۱۴۳۵ھ / دسمبر ۲۰۱۳ء، پونہ] میں پیش کیا تھا، جس میں مجلس شرعی کے سیمیناروں کی خصوصیات، چلتی ٹرین پر نماز کا مسئلہ، ٹرینوں کا حال، پہلے اور اب اور عظیم شخصیات کی وفیات پر گفتگو کی ہے، مفتی محمد ناصر حسین مصباحی [استاذ جامعہ اشرفیہ] نے اسے کتابی شکل میں مرتب کردیا ہے، کل صفحات ۲۴ ہیں، یہ کتاب اپریل ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی ہے اور انتہائی قابل مطالعہ ہے۔ ☆☆☆☆

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور